بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض حال

گرچہ از نیکان نیم خود را بہ نیکان بستہ ام
در بہار آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

…ت سے میرے دل میں خیال تھا کہ سنہ گذشتہ بخیر الاختتام ہوا اور اب تک کوئی نیا تحفہ اپنے معزز
…م کرمفرماؤں کی خدمت میں پیشکش نہیں کیا گیا اسی خیال میں تھا کہ میرے پاس چاروں طرف
…سے خطوط آنے لگے کوئی صاحب آنریبل سر سید مدظلہ کے کل لکچر طلب کرتے اور کوئی
…محترم قوم مولانا مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کے کل قومی لکچروں کا مجموعہ۔ اس لئے نیاز مند نے
…مجموعوں کو طیار کیا۔ اگرچہ مولانا صاحب کے لکچر وہ نہیں جو لکچر جو حکیم عبدالمجید صاحب کے
…مدرسہ طبیہ دہلی میں دیئے گئے ہیں نفس مضمون کے خیال سے بے نظیر ہیں مگر اپنے
…کرمفرماؤں کی طبیعت کے خیال سے صرف وہی لکچر اس مجموعہ میں رکھے ہیں جو قومی لکچر ہیں
یہ مجموعہ حافظ صاحب کے لکچروں کا میرے معزز ناظرین کو ایک نئی بات ہی ہدیۂ پیش
…کرونگا۔ جو میرے معزز کرمفرما جناب میر کرامت اللہ صاحب فرزند خلف میر اسد اللہ صاحب
…ہی شہر امرتسر نے قلمبند کر کے اس مجموعہ کو مجھے عنایت فرمائے یہ مولانا صاحب کی
…عمری ہی ہے میں امید کرتا ہوں میرے کرمفرما سلف طلب کا سبق سیکھینگے میں ان سے مستدعی
…کرتا ہوں کہ عنقریب ایک ایسا مجموعہ تحفہ پیش کرونگا جس سے وہ ان شخصوں کی سوانحات
…سے بخوبی واقف ہو جائینگے جنہوں نے قومی خدمتوں کے صلہ میں بقاء دوام کو زمین میں حاصل کر لئے۔

…کا خادم۔ فضل الدین تاجر کتب قومی۔ لاہور

مختصر سوانح عمری جناب مولانا حافظ محمد نذیر احمد صاحب

محررہ جناب میر کرامت اللہ صاحب

یہ سچ ہے موجودہ زمانہ میں تاریخ کے سائنس نے وہ ترقی کی ہے کہ فلسفہ اور ریاضی سے کم نہیں خیال کیجاتی۔ نکالنے والوں نے ہزاروں طرح شاخسانے نکالے۔ علی الخصوص سوانح عمری کا لکھنا تو ایک ایسا جوہر قرار دیا گیا ہے کہ کیا کہا جائے۔ کیونکہ یہ مانا گیا ہے کہ سوانح عمری کی بدولت ایک آدمی کے مردہ حوصلے زندہ ہوتے ہیں کم بضاعت انہیں پڑھکر اسقدر بلند پروازیاں حاصل کرتے ہیں کہ بقائے دوام کا تاج انکے سر سے تصدق ہوتا ہے اور شہرت عام کا تخت انکے قدم چومتا ہے۔ پولیٹیکل معاملات میں اگر چلتے ہیں تو نیپولین کی طرح دنیا کا مرکز ثقل ہلا دینے میں کچھ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اور جو سوشیل میں قدم دھرتے ہیں تو لوتھر کی طرح پوپ کی سلطنت کلیسیا کو کالعدم کر دیتے ہیں۔

مولانا مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کی سوانح عمری (جو منشی فضل الدین صاحب نے حتی الوسع اختصار کے ساتھ لکھنے کی فرمایش کی ہے) فی الحقیقہ آجکل کے نوجوانوں کے لئے سلف ہلپ کی عمدہ نظیر ہے وہ دیکھینگے کہ مولانا کیا تھے۔ کیا ہوئے۔ اور کسطرح انکو بھی مولانا کی طرح قومی دنیا میں آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکنا چاہیے یہی مولانا جو آجکل کوہ ہمالہ سے لیکے راس کماری تک اپنی تصانیف کے باعث کوس لمن الملک کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ اگر ادب کے اعتبار سے جبر بیر فنون حکمیہ کے کہلائیں تو عجیب نہوگا۔ کیونکہ ہمارے لیے سلف ہلپ کی زندہ مثال موجود ہیں۔

ولادت و حالات خاندان

ٹھیک ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ یہ آفتاب کب چمکا ۔ البتہ اتنا تو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے ۔ کہ بجنور کے علاقہ میں ایک گانو ریہڑ کے نام سے مشہور ہے یہاں انکے ننہال تھے ۔ اور غالباً یہاں ہی ستمبر ۱۸۳۶ء کو آپ کی ولادت ہوئی سانکے نجیب الطرفین ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت یہ ہے کہ ننہال کی طرف سے کیا اور دوہال کی طرف سے کیا مفتی زادے ۔ قاضی زادے پیرزادے ہیں ۔

اہل عرب شریف النسب ہونے کے واسطے شجرۂ نسب مانگا کرتے ہیں ۔ اور یہ کوئی انہیں کا خاصہ نہیں بلکہ ہندوستان میں بھی یہ رواج چلا آتا ہے ۔ اسلیے آپ کی نسبت یہ مشہور ہے کہ مولوی نذیر احمد ابن مولوی سعادت علی ابن پیرجی نجابت علی ابن پیرجی فیض اللہ ابن مفتی نصر اللہ ابن شیخ ابوالفضل (ملقب بہ پیر فضل) ابن شاہ حاتم ابن شاہ مبارک ابن شاہ ابواسحٰق ابن شاہ عبد الغفور اعظم پوری[1] رحمۃ اللہ علیہ

خاص بجنور میں نقل وطن کی وجہ بظاہر سوا اسکے کوئی اور نہ تھی کہ وہاں کے قاضی عبد النبی نے اپنی بیٹی شاہ حاتم سے منسوب کی ۔ چونکہ ان کے سوا قاضی جی کی کوئی اور اولاد نہ تھی جو کل جائداد کا انکے بعد انتظام کرتی ۔ اس لیے اُنہوں نے اپنے نواسے شیخ ابوالفضل کو اپنا جانشین قرار دیا شیخ صاحب کے پانچ بیٹے ہوئے ۔ اور پانچوں بادشاہ مفتی ۔ مگر خود شیخ صاحب پیری مریدی کا سلسلہ جاری رکھنے کے باعث پیر فضل کہلائے اور انکی نسل پیرزادے ۔

قاضی غلام شاہ (مولوی نذیر احمد کے نانا) مرفہ الحال تھے اسلیے اُنہوں نے مولوی سعادت علی کو خانہ داماد بنا کر رکھا ۔ جب قاضی صاحب نے قضا کی تو جائداد کی نسبت جھگڑے شروع ہوئے ۔ مولوی صاحب کی والدہ اپنے سسرال میں

[1] اعظم پور تحصیل چاند پور ضلع بجنور میں ایک موضع ہے اور اسمیں شیخ کی تعلیمی کے مدرسہ کے آثار اسوقت تک موجود ہیں یہاں ہی شاہ عبد الغفور اکثر رہا کرتے تھے ۔ شاہ عبد الحق نے اپنے تذکرۃ الاولیا میں انہیں کی نسبت لکھا ہے کہ شاہ عبد الغفور اعظم پوری از خلفائے شاہ عبد القدوس گنگوہی لیبا صاحب کرامات و مقامات بودہ اند روزی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دیدند و آنجناب ایشان را در دست تسلیم فرمودہ ۔

بجنور جاکر رہنے لگیں۔ مولوی نذیر احمد کے ددھیال میں بادشاہ کی طرف سے معافیان
تھین۔ جو آئین نمبر ۳۳ سنہ کی رو سے ضبط ہوگئیں۔ مولوی نصر اللہ خان جو ڈپٹی
کلکٹر تھے انکو مولوی نذیر احمد کے دادا پیرجی نجابت علی سے الفت تھی۔ اسلئے
اُنہیں بہت سمجھاتے رہے کہ اگر وہ آنے بگہ جمع دینے قبول کریں تو کل معافی کا
بند و بست کرا دوں۔ وہ تھے اگلے زمانہ کے انکو سرکاری ضوابط کی تعمیل سے
بالکل بے خبری تھی۔ دیکھئے کیا سادگی سے فرمانے لگے "بھئی خانصاحب ہماری
معافی بادشاہ کی دی ہوئی ہے" یہہ گویا دہلی کے تخت کے نحوست کے باعث
خاندان کے افلاس کی ابتدا ہوئی۔

تعلیم

مولوی سعادت علی جن کے منجھلے بیٹے مولوی نذیر احمد ہیں ایک متوسط
درجہ کے مولوی تھے۔ باپ کی شفقت نے یہہ گوارا نہ کیا کہ اس ہونہار لڑکے کو
ابتدائی تعلیم کے حاصل کرنے کے واسطے کسی اور کے حوالہ کیا جائے اس لئے
فارسی کی متداول کتابیں اور تھوڑی سی صرف عربی خود پڑھائی۔ مولوی نصر اللہ کئی
برس بجنور میں ڈپٹی کلکٹر رہے۔ انکو پڑھانے اور مرید کرنے کا بہت شوق تھا۔ انکو
بچپن کے زمانہ میں ایک معمولی ذہانت کا خیال کر کے اپنی شاگردی میں لیا جب
انکی مظفرنگر بدلی ہوئی۔ تو نذیر احمد جنکو اس زمانہ میں ایک بے نظیر مولوی ہونا تھا
علم کے اشتیاق انکے ساتھ ہی روانہ ہوا۔ جب منطق میں قطبی اور تہذیب دیکھ
چکے تو والد نے دہلی بلا لیا۔ اگر نہ بلاتے تو اچھا ہوتا کیونکہ یہاں آکے انکی عمر کا
بھاری حصہ مفت ضائع ہوا جسکی خاص وجہ یہہ تھی کہ جس مولوی کے سپرد ہوئے
تھے انہوں نے انکو اپنے خانگی کاموں میں لگا رکھا۔ گو اس سے دنیاوی یونیورسٹی
کا کچھ کچھ کورس بھی طے ہو گیا۔ مگر بے سود۔ ناچار دہلی کالج میں داخل ہوئے
یہاں فوراً وظیفہ ہو گیا۔ والد کی زندگی میں کبھی شوق سے نہ پڑھا کیونکہ ایک تو وہ

کھیلنے کودنے کے دن تھے دوسرے خدادادذہانت کیکو دباؤ ڈالنے کا موقعہ نہ دیتی تھی۔ جب یہ عمرطبعی کا چودہواں مرحلہ طے کر رہے تھے باپ کا سایہ سر پر سے اُٹھ گیا ناچار گھر کی تباہی کا نوٹس لیا تحصیل کیطرف توجہ کی۔ یہانتک کہ کالج کی پڑھائی پر قناعت نہ کر کے جسقدر ہو سکا علما شہر سے حاصل کیا۔ انکی تعلیم کا بڑا بھاری حصہ وہی ہے جو ایام کالج میں ہوا۔ بالطبع علم ادب کے شایق تھے۔ اگر سکالرشپ سنبھالنے کے لیے ریاضی لازمی ہوتی تو وہ کبھی نہیں نہ پڑھتے چنانچہ اسکی طرف انہوں نے خود اپنے ایک لکچر میں اشارہ کیا ہے

ایام ملازمت

معاش کی تنگی نے جلد نوکری کرنے پہ مجبور کیا۔ اسلئے وہ ان چند شخصوں میں سے تھے جو دلی کالج سے مسٹر ٹیلر نے ضلع گجرات پنجاب میں تعلیم کا سلسلہ قائم کرنے کے لئے بلالئے تھے۔ بعد مسافت کے باعث پنجاب کی رہایش آپکو دل سے مرغوب نہ تھی کانپور کی ڈپٹی انسپکٹری پر چلے گئے۔ اتنے میں وہ بلائے عالمگیر شروع ہوئی جسنے تخت کو الٹ دیا۔ انکے خاندان کے ممبروں نے مس لین کو پناہ دی۔ اور خوب انعام حاصل کرے جب غدر ہوچکا تو الہ آباد میں انسپکٹر مدارس ہوئے۔ یہاں انگریزی کا شوق ہوا۔ نوکری مقامی نہ تھی دورے میں ادہر اُدہر مارے مارے پہرنا ہزار وقت کا باعث ہوتا ہے۔ اُنہوں نے تکالیف کو نظر انداز کر کے ڈکشنری کی مدد سے خوب ترقی کی۔ ابہی انگریزی کچی پکی تہی کہ تعزیرات ہند کے ترجمہ میں شریک کردیئے گئے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بہی اپنی رنگ سب سے الگ تہا۔ موعظہ حسنہ میں اپنے بیٹے کو لکہتے ہیں +

> جن دنوں میں ترجمہ تعزیرات ہند میں شریک کیا گیا میری انگریزی کی استعداد اسقدر ناقص تہی کہ میں کوئی سطر بدون ڈکشنری نہیں سمجھ سکتا تہا اور ڈکشنری بہی سکول ڈکشنری۔ مگر چونکہ عربی کی تحصیل میں مطالعہ کی عادت تھی نفس مطلب کی تہ کو پہنچکر معانی کے مابہ ما علیہ پر احاطہ کرلیتی تہی ریڈل صاحب ڈائرکٹر سابق انسٹرکشن اور نواب لفٹنٹ گورنر

ممالک مغربی و شمالی جو ترجمہ سنتے اور منظور کرتے تھے اُسکو انگریزی دانی پر محمول کرتے تھے۔ مگر اصل میں زور مطالعہ تھا اور بس "

تعزیرات ہند کے ترجمہ نے مولوی صاحب کا حوصلہ بڑھا دیا۔ تصانیف۔ ناموری، ترقی مدارج کا سلسلہ شروع ہوا۔ گورنمنٹ نے ترجمہ کے صلہ میں ایک بڑی قیمتی گھڑی دی۔ اور ڈپٹی کلکٹروں کی فہرست میں نام درج کیا۔ تھوڑے سے روز میں تحصیلدار ہو گئے۔ ابھی دو مہینے بھی کام کرتے نہ گذرے تھے کہ امتحان سر پر آ گیا۔ پھر بھی الہ آباد ڈویژن کے کل تحصیلداروں کی فہرست میں سب سے پہلا نام آپ کا تھا۔ تحصیلداری کے زمانہ میں ضابطہ فوجداری کا ترجمہ کر کے ڈپٹی کلکٹری حاصل کی۔ ریونیو بورڈ کے حکم سے قانون انکم ٹکس اور قانون اسٹامپ کا ترجمہ کیا۔ کتابوں کے ترجموں اور اخباروں کے مطالعہ نے مولوی نذیر احمد کی انگریزی استعداد کو چار چاند لگا دیے۔

اس اثناء میں ان کے بچے ابن قابل ہو گئے کہ انکو پڑھایا جاوے۔ چونکہ مولوی صاحب کو ذاتی تجربہ سے پرانی تعلیم پرانی کتابوں کے نقص اور زمانہ کی ضروریات سے خوب واقفیت تھی۔ اسلیے اپنی ہی تصنیف کردہ کتابوں سے اپنے بچوں کی تعلیم شروع کی جن کی سرکار نے بھی خوب قدر کی۔

مولوی نذیر احمد کی کامیابی نوکری میں ویسی ہی غیر معمولی ہے جیسی تصنیفات میں۔ اگر ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے ملازمت کا آغاز سمجھا جائے تو اُن کی پہلی خدمت سررشتہ تعلیم کی انسپکٹری تھی ۱۸۶۱ء میں تحصیلدار تھے اور ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹر۔ اُس زمانہ میں فوراً ترقی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ مولوی صاحب کو چار صدی کلکٹر ہونے کے واسطے پورے چھ سال انتظار کرنا پڑا۔

تصانیف

جب تک سرکار انگلشیہ سے ملازمت کرتے رہے تصانیف بھی جاری رہی گو بہت سا وقت بندوبست میں صرف ہوتا تھا مگر وہ جس طرح ہو سکتا تھا اپنی تصنیف کے لیے بھی فرصت

نکال لیا کرتے تھے۔ مگر زمانۂ ملازمت حیدرآباد میں وضع قواعد دورہ اور نگرانی نے مطلق فرصت نہ دی جس سے کچھ عرصہ تک تصنیف بند رہی۔ مگر اللہ رے علو ہمتی وہاں بھی بیکار رہنے نہ دیا۔ ایک ایسی دولت ملا دی جس سے مولوی صاحب کی دین و دنیا میں بہتری کر دی۔ یک بیک یہ خیال ہوا اور لگے ہاتھ قرآن شریف پانچ مہینے میں حفظ کر لیا۔ جوان کی دماغی قوت کا بڑا ثبوت ہے۔

مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کی تصنیفات میں تعزیرات ہند کے بڑے حصہ کا ترجمہ ضابطہ فوجداری کا ترجمہ قانون اسٹام کا ترجمہ۔ فیصلے۔ روبکاریں کیفیتیں۔ روزنامچے۔ قوانین انگریزی کے متعلق ہیں۔ مگر مندرجہ ذیل کتابیں علی الخصوص عوام الناس کے واسطے ہیں۔

(۱) مرآت العروس۔ عورتوں کو خانہ داری کی تعلیم۔ گورنمنٹ سے ایک ہزار روپیہ انعام ہوا۔ کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔

(۲) بنات النعش۔ معلومات عامہ جس کا جاننا مستورات کے لیے نہایت ضروری ہے۔ کئی بار چھپی اور گورنمنٹ سے پانسو روپیہ انعام ہوا۔

(۳) توبۃ النصوح۔ خداپرستی کے ساتھ خاندان کی اصلاح۔ یہ بھی کئی دفعہ پریس سے نکلی۔ سرکار نے ہزار روپیہ انعام دیا۔

(۴) مبادی الحکمۃ۔ علم منطق۔ گورنمنٹ نے مقابلہ کا امتحان مقرر کیا تھا پانسو روپیہ انعام ہوا۔

(۵) سموات۔ علم ہیئت میں۔ مسٹر ون رزیڈنٹ کشمیر نے کولمن ہوفر کے ترجمہ کے واسطے ایک ہزار روپیہ انعام رکھا تھا۔ بہتوں نے ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر اس ترجمہ پہ پورا انعام دیا گیا۔ افسوس اب تک اسکے چھپنے کی نوبت نہ ہوئی۔

(۶) ما یغنیک فی الصرف۔ صرف عربی میں ایک مختصر سی کتاب ایک ہی دفعہ چھپی

(۷) چند پند۔ مبتدیان اردو خواں کے لیے نصیحت آمیز ریڈر۔

(۸) منتخب الحکایات کچھ ایسی کہانیاں ہیں ہر ایک کہانی کوئی نہ کوئی نصیحت کا باعث ہے

(۹) صرف صغیر - زبان فارسی کی صرف میں۔

(۱۰) محصنات - ناول کثرت ازدواج کے بد نتیجے۔

(۱۱) ابن الوقت - انگریزی وضع اختیار کرنیکی قباحتیں ملازمت سے سبکدوش ہو کر پنشن حاصل کرنیکے بعد

(۱۲) ایام تجمیت - مسلمانون کی تباہی کا مرثیہ۔

(۱۳) رسم الخط - قواعد املا میں۔

دو تین برس سے مولانا کی قوت تصنیف ایک نئے پیرایہ میں ظاہر ہونی شروع ہوئی یعنی لکچر دینے لگے جس سے ثابت ہو گیا کہ وہ کوئی نری زبان کے ستھرا ادیب ہی نہیں بلکہ اعلی درجہ کے آرٹسٹ لکچرار - سپیکر خطیب اور فصیح گو ہیں وہ بات جو کسی لکھا - کوئی مشکل فلسفہ کی ہو اسکو فوراً ظاہر کرکے دکہلا دیا کہ میں سپیری جادو ہوں عربی کا مضمون کا شعر و کیا ہو تو دلاکر چہوڑا ہو اور جو ہنسانا آ گیا ہیں تو لوٹن کبوتر یا دیوار قہقہہ نے سامعین کو بنا دیا ایسی سپیکر کی نسبت فیلوبس پدر سکندر کا قول ہے اگر وہ چاہے تو اپنی فصیح اللسانی سے دیر خلاف مجھ ہی اپنی تلوار اٹھانے پر آمادہ کر سکتا ہے - ابتک انہوں نے سات لکچر دئے ہیں۔

(۱) دہلی میں انگریزی کانگریس کی حمایت پر۔

(۲) و (۳) مولوی عبد المجید صاحب کے مدرسہ طبیہ دہلی کے متعلق۔

(۴) محمڈن ایجوکیشنل کانگریس لاہور۔

(۵) انجمن حمایت اسلام لاہور۔

(۶) ایجوکیشنل کانگریس علیگڈہ - (۷) انجمن حمایت اسلام لاہور۔

طرز تحریر

اس بات کو سارا ہندوستان تسلیم کرتا ہے کہ مولوی حافظ نذیر احمد کے پایہ کا صاف سلیس - برجستہ اور بامحاورہ لکھنے میں کوئی نہیں - یہ کمال انکو خداداد کہنا چاہیے جسکو انہوں نے کسی استاد سے اخذ نہیں کیا - بلکہ جو کچھ ہے ایجاد بندہ ہے - انکی طرز تحریر چاہے ہزار میں رکھدو پھر بھی پہچانی جائیگی +

لکچر نمبر ا

انڈین نیشنل کانگرس

پر

جو

۵ر اکتوبر ۸۸ء کو بمقام ٹون ہال دہلی میں دیا گیا

مجکو مجامع عام میں شریک ہونے کی عادت نہیں اور شوق و رغبت بھی نہیں اسلئے کہ میں اپنی زندگی کے اخیر دن ایسے سکون میں بسر کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے اختیار سے ایک گوشۂ عافیت میں پڑا رہوں۔ کہ

کس نگوید از ینجا بخیز و آنجا رو

لیکن چند احباب نے اصرار کیا کہ نیشنل کانگرس کی نسبت میں اپنے خیالات علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر کروں۔ اونہوں نے یہ توقع بھی ظاہر کی کہ تمہارے خیالات معلوم ہونے سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا۔ مسلمانوں کے فائدے کا نام سنکر مینے نقض عادت کیا اور بے تامل آپ لوگوں میں آکھڑا ہوا۔ میرے کان تو تین تین ساڑھے تین تین برس ہوگئے کانگرس کے نام سے آشنا ہیں مگر کیا تمام حاضرین کا یہی حال ہے؟ مجکو توقع نہیں۔

مسٹر ہیم جی یا ہیم جی صاحب (کیونکہ مجکو اون کے نام کی بھی اچھی طرح صحت نہیں) غرض
جو کچھ ہوں اونکے لکچر سے شاید دو یا تین دن پہلے کا مذکور ہے کہ میں اور مولوی کریم بخش
صاحب اور ایک صاحب اور قبل المغرب جامع مسجد کے حوض پر منتظر نماز بیٹھے ہوئے تھے
اتنے میں ایک شخص مسٹر ہیم جی کا اشتہار دکھا کر پوچھنے لگے کیوں صاحب یہ کیا چیز ہے؟
چونکہ اونہوں نے لفظ نیشنل کانگرس پر انگلی رکھکر پوچھا معلوم ہوا کہ پڑھے لکھے ہیں۔
مگر یہ لفظ نیشنل کانگرس اونکی زبان سے ادا ہوتا ہے نہ اوسکے معنے سمجھے ہیں۔ ضیق
وقت کی وجہ سے اونکے ساتھ زیادہ باتیں کرنیکی مہلت تو نہیں ملی تاہم اونکے طرز استفسار
سے ایسا مستنبط ہوتا تھا کہ نیشنل کانگرس کو اندر سبھا کی قسم کا کوئی تماشا سمجھے ہیں (چیرز) ابھی
تھوڑی دیر میں مَیں آپ صاحبوں پر ثابت کردونگا کہ اندر سبھا کی قسم کا تو نہیں ۔ لیکن
نیشنل کانگرس تماشہ تو ضرور ہے (چیرز) مجھکو نیشنل کانگرس کے کسی جلسہ میں شریک
ہونیکا اتفاق نہیں ہوا مگر جہانتک اخباروں میں پڑھا اور جہاں تک لوگوں سے سُنا
اوس سے نیشنل کانگرس کی اصل حقیقت مینے اپنے ذہن میں یوں ٹھہرا رکھی ہے ۔ کہ
انگریزی تعلیم مدتوں سے چپکے چپکے دلوں میں شورش پیدا کر رہی تھی لوگ نوکری کے
واسطے تیاری کرتے اور نوکری ہی کی امید میں سخت سخت زحمتیں اوٹھاتے تھے ۔
سرکار نے تعلیم پر ملکی ضرورتوں سے بہت زیادہ زور دیا جسکا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ خواستگاران
نوکری کا ایک بہت بڑا کثیر الانفار گروہ پیدا ہوگیا ۔ بیشک عقلاً محال تھا کہ سرکار جسکی
جزرسی اور کفایت شعاری بھی مشہور ہے ۔ اس جم غفیر کو نوکریاں دے سکے ۔ یوں سلسلہ
بسلسلہ بڑھنے سے توقعات ۔ توقعات سے حرمان ۔ اور حرمان سے نارضامندی
پیدا ہوئی ۔ جسکا مرادف ہے نیشنل کانگرس ۔ پس نیشنل کانگرس اسکے سوا اور کچھ
نہیں کہ چند ناکام انگریزی خوان اس پیرایہ میں اپنے دلوں کے جلے پھپھولے پھوڑ رہے
ہیں (چیرز) انکے دلوں میں گورنمنٹ کی طرف سے ناحق کے بخارات بھرے ہوئے
ہیں اور انکے بخارات نے انکی چشم انصاف کو اسقدر تیرہ و تار کر دیا ہے ۔ کہ
گورنمنٹ میں سوائے عیب کے اون کو کچھ نہیں سوجھتا ۔ ایک شاعر عربی نے

کیا خوب کہا ہے۔ شعر

وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ
ولکن عین السخط تبدی المساویا

یعنے خوشنودی کی آنکھ عیب کے دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے وہ تو غصہ ہی کی آنکھ ہے جسکو برائی ہی برائی سوجھتی ہے۔ مینے ابتک لفظ نیشنل کانگرس کا استعمال کیا۔ اور آیندہ بھی کرونگا صرف اسوجہ سے کہ جو لوگ نیشنل کانگرس کے بانی اور موجد اور محرک ہیں اونہوں نے اپنے گروہ کا یہی نام رکھا ہے "انڈین نیشنل کانگرس"۔ اپنے منہ میاں مٹھو۔ لیکن ایک طفل مکتب جسکو ہندوستان کے جغرافیے اور تاریخ سے کچھہ بھی مناسبت ہے۔ ہندوستان کے نام کے ساتھ لفظ نیشنل سنکر کان کھڑے کریگا۔ کہ کجا ہندوستان اور کجا نیشنلٹی ع

من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید

تمام روے زمین پر کوئی ایسا ملک نہیں کہ جس میں اس کثرت سے مختلف العقائد مختلف الرسم۔ مختلف العادات۔ اور مختلف الاعراض قومیں رہتی ہوں جیسے ہندوستان میں۔ پس ایسے اجزاے متضادہ کو یکجا کرکے ایک معجون مرکب قوم واحد قرار دینا صریح مغالطہ وہی ہے۔ مگر کسکو؟ اون بیچ انگریزوں کو جو انڈیا کا اتنا ہی حال جانتے ہیں کہ ایک بڑی زرخیز کالونی ہے اور بس۔ بھلا شکلی تفریقوں کا لحاظ نہ بھی کرو اور ہندو ہندو ایک اور مسلمان مسلمان ایک قوم سمجھو۔ تو خیر یہانتک بھی مضایقہ نہیں۔ مگر ہندو اور مسلمان کیونکر ایک قوم میں شامل ہوکر انڈین نیشن کہلا سکتے ہیں (چیرز) گنگا اور سندھ کا سنگم ہو سکتا ہے۔ اور نہیں ہو سکتا تو ہندو اور مسلمان کا۔ جب تک ہندو ہندو ہے اور مسلمان مسلمان بَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا (چیرز) قومیت کے بارہ میں ہم ہندوؤں کا بخل دیکھتے ہیں کہ انہیں میں کا کوئی شخص ولایت جاکر واپس آے تو پھر اوسکو اپنے میں شامل نہیں کرتے۔ اسکی مثالیں خود ہمارے اسی شہر میں موجود ہیں۔ ایکسن بھم سرکے بھرشٹ۔ جنم کے ملیکش۔ مسلمانوں کے حال پر

ایسی کیا دُبا اور کہا ہے کہ ہمکو کانگرس میں اپنے ساتھ گھسیٹے لئے جاتے ہیں - (چیرز بڑے زور سے) میں تو ڈوبا ہوں مگر تمکو بھی سلے ڈوبونگا (چیرز) سیومی خوام باقی فرینڈز* آخر کچھ تو دال میں کالا ہے -

اِسی طرح کا ایک واقعہ ۱۸۵۷ء کے غدر کا ہوچکا ہے کہ کارتوس پر بگڑے تو ہندو - مگر آخرکار ہندوں کے آٹے کے ساتھ مسلمانوں کا گھن بھی پس گیا (چیرز) -

کانگرس والے جو چاہیں سو کہیں میونسپیلٹی کے ممبروں کے انتخاب اور مذہبی تقریبات محرم و دسہرہ ہولی عید وغیرہ میں ہر مرتبہ اسکے شواہد پیش آتے رہتے ہیں کہ ہندو مسلمان دو عنصر ہیں - بالطبع ضد یکدگر ایک دوسرے سے نفور - جنکو حاکمان وقت نے بزور حکومت جمع کر رکھا ہے (چیرز) ہمارے ہندوستان کی ترکیب ہی اسطرح کی واقع ہوئی ہے کہ بدون فارن گورنمنٹ کے ہم من حیث المجموع چین سے رہ نہیں سکتے ہمنے سیکڑوں برس ہندو اور مسلمان دونوں کی حکومتوں کو آزمایا اور تاریخ میں اِسبات کا کافی اور دافی ثبوت موجود ہے کہ کسی ایک گورنمنٹ کو بھی برٹش گورنمنٹ کی سی کامیابی نہیں ؛ اوسکا ہزارواں حصہ بھی نصیب نہیں ہوا (چیرز) ہندوؤں کی عملداری میں مسلمانوں پر طرح طرح کی سختیاں رہیں - اور مسلمانوں کی حکومت میں بعض ظالم بادشاہوں نے ہندوؤں کو ستایا - الغرض یہ بات خدا کی طرف سے فیصل شدہ ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت اِسی میں ہے کہ کوئی اجنبی حاکم اسپر مسلط رہے جو نہ ہندو ہو اور نہ مسلمان - پس ہو نہو کوئی سلاطین یورپ میں سے ہو - سلاطین یورپ میں سے کون ہے - جسنے سلطنت ہندوستان کی طمع نہیں کی - فرنچ - پورچگز - ڈچ اپنی اپنی جگہ سب نے زور آزمائیاں کیں - حضرت شہنشاہ روس کے خاندان میں تو پیٹر دی گریٹ کے وقت سے یہ مرض نسلاً بعد نسلٍ متوارث چلا آتا ہے کہ جس طرح بن پڑے ہندوستان پر قبضہ کیجئے مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اسی کی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے (چیرز) اونہوں نے سوسوا برس حکومت کرکے اپنی قومی بیدار مغزی - جفاکشی - لیاقت - انصاف

* خدا ایسے دوستوں سے پناہ دے *

رعایا پروری اور بہادری کو ایسے آشکارا طور پر ثابت کر دکھایا جیسے روز روشن میں آفتاب - تو کیا اب بھی کسی منصف مزاج دانشمند ملکی خیر خواہ کے دل میں یہ وسوسہ گذر کرسکتا ہے کہ خدانخواستہ سلطنت بدل جائے سب بولو ؟ نہیں نہیں نہیں نہیں۔ (چیرز) میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسوقت کانگرس کا کوئی طرفدار بھی اِس مجمع میں ہوگا تو اوسکو بھی سواسے نہیں کہنے کے اور کچھ کہتے نہیں بن پڑیگا - لیکن موتہہ سے نہیں کہنا کافی نہیں - کردار سے - گفتار سے - ثبوت کردو کہ تم تبدل سلطنت نہیں چاہتے، آپ صاحبوں میں سے اکثروں نے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ہندوستان کے لینے کا مالیخولیا اِن دنوں روس کے دماغ میں بر سر شورش ہے - روس جو تمہاری کانگرس کی خبر سنے گا اور اُسنے ضرور سنی ہوگی (کیونکہ آجکل کا ایسا وقت ہے کہ گھر میں بات کرو تو اخبار کے ذریعہ سے ملکوں ملکوں جا پہونچتی ہے - نہ کہ کانگرس جسمیں کشاں کشاں سیکڑوں آدمی بلائے جائیں اور اوسکا ڈہنڈورا پٹے - اوسکے لئے بگل بجائے جائیں - اوسکی منادی اسطرح کی جائے کہ گویا بلاتشبیہہ کانگرس انجیل اور منادی کرنے والے پادری - اوسکے لئے اخباروں میں آرٹیکل لکھے جائیں - رسالے تصنیف ہوں - اور مشتہر کئے جائیں) کیونکہ ممکن ہے کہ روس کے کان میں ایسی کانگرس کی بھنک نہ پڑی ہو - ع

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بھلا پھر روس نے کانگرس کی خبر سنکر کیا خیال کیا ہوگا ؟ وہی جو ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ اِس سرے سے اوس سرے تک سارے ہندوستان کی رعایا گورنمنٹ سے ناخوش ہے جس مضمون کے ادا کرنے کا دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ تبدّل سلطنت کی خواستگار ہے پھر اس خیال نے روس پر کیا اثر کیا ہوگا ؟ دیوانہ را ہوے بس است - وہ مجنونانہ حرکت جو وہ برسوں کرتا کل کریگا - اور کل کرتا تو آج - افسوس ہے کہ کانگرس والے اپنی حرکت کے اِس نربون نتیجہ پر نظر نہیں کرتے - گورنمنٹ اور رعایا میں جو تعلق ہے وہ ایسا ہے کہ گورنمنٹ پدر مہربان ہے اور رعایا اولاد - یا گورنمنٹ طبیب ہے - رعایا مریض - یا گورنمنٹ اوستاد

شفیق ہے اور رعایا شاگرد - لیکن اِن تعلقات کی مزہ داری اسی میں ہے کہ محتاج کو
محتاج الیہ پر پورا پورا بھروسہ ہو اور وہ نہیں ہوگا جبتک کہ محتاج اپنے نیک و بد کو
محتاج الیہ پر نہیں چھوڑ بیٹھتا - اگر اولاد اپنی تربیت میں یا بیمار اپنے علاج میں یا شاگرد
اپنی تعلیم میں اپنی رائے کو دخل دے تو یہ ایک نیچرل بات ہے کہ باپ اور طبیب
اور استاد ذمہ داری سے سبکدوش ہوکر پرداخت میں کمی کرنے لگتے ہیں - پس کانگرس کا
یہ پہلو کیا ہمارے حق میں مضر نہیں ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا (چیرز)

ہم برٹش گورنمنٹ کی پچھلی کارروائی پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ ٹرنمز یٹو
اور پروگریسو گورنمنٹ ہے یعنے گورنمنٹ کی حالت ٹھہری ہوئی اور جمی ہوئی نہیں ہے
بلکہ یوماً فیوماً بہتری اور درستی اور صفائی اور عمدگی اور آسانی کی طرف ترقی کرتی جاتی
ہے - چونکہ ہم خود ٹرنمز یٹو اور پروگریسو کنڈیشن میں ہیں - گورنمنٹ کو بھی ٹرنمز یٹو اور
پروگریسو ہونا چاہیئے - زیادہ نہیں ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے کے زمانے کو اسوقت
سے مقابلہ کرو تو ظلمت و نور کا فرق پاؤگے - اَب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ ریل - یہ تار برقی -
یہ سررشتۂ تعلیم - یہ منی آرڈر - یہ پوسٹ کارڈ - یہ ویلیو پے ایبل پارسل - یہ میونسپلٹی -
یہ سڑکیں - یہ صفائی - یہ نہر - یہ سفر بحری - و بری کی آسانیاں - یہ پولیس - یہ اخباروں
کی آزادی - یہ ہندوستانی والیان ملک کے اختیارات تبنیت - یہ نمائشیں - یہ عدالت
گستری کے قوانین اور ضابطے - یہ ہندوستانیوں کی کونسلوں میں شرکت - یہ تعززی
خطاب - یہ تجارت کی ترقی وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا + غرض یہ سارے
انتظام کسنے سوچے؟ کس نے نکالے؟ - کانگرس بیچاری تو کے آدمی و کے پیر شدی کسی
کے وہم و خیال میں بھی نہ تھا - ذرا ایمان کو ٹھکانے رکھو اور نیت کو ڈانواڈول مت ہونے
دو - جنہوں نے اتنا کچھ کیا ہے بہت کچھ کرسکتے ہیں - بشرطیکہ چلتے بیل کے آر نہ مارو اور
کرنے دو (چیرز) کانگرس والوں کے پاس چکنے چپڑے الفاظ تو بہت سے ہیں جنکے
ذریعے سے وہ اپنے اوپر کسی اعتراض کو اپنی پندار میں لگنے نہیں دیتے مگر ہم تو

+ اگر خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اُن کو نہ گن سکوگے -

واقعات کو دیکھتے ہیں ؎

ما بروں را ننگریم وقال را
ما دروں را بنگریم وحال را

کانگرس کی بنیاد صرف اِس ایک بات پر ہے کہ حکام وقت رعایا کی حالت - رعایا کی
ضرورتوں سے غافل اور بیخبر نہیں تو خود غرض اور نا منصف ہیں - میں یقین نہیں کرتا
کہ کوئی شریف آدمی جسکے نزدیک جھوٹ بولنا (اور کیا کہوں) برا ہے - ایسے لغو اور
بے اصل - اور بے وجہ اور غلط الزام لگانیوالوں میں شرکت کرسکتا ہے ؟ (لغو نہیں
نہیں نہیں!!) بارہ بارہ برس ہوئے کہ مجھکو برٹش گورنمنٹ سے ایک بے تعلقی سی
ہے - مگر مجھ پر برٹش گورنمنٹ کے حقوق ہیں - برٹش گورنمنٹ نے مجھ کو پڑھایا -
عزت دی - نوکری دی - میں اوسکی رعیت ہوں - اور امن و آسایش اور آزادی
سے علے وجہ الکمال متمتع - باین ہمہ میں برٹش گورنمنٹ کا بھاٹ نہ کبھی تھا -
اور نہ اب ہوں - میں جانتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ کے بہت سے انتظام
اصلاح طلب ہیں -

برٹش گورنمنٹ انسانی گورنمنٹ ہے - کون انسان ہے جس سے بھول چوک نہیں
ہوتی ؟ گورنمنٹ کی نکتہ چینی داخل بدخواہی نہیں - مگر نکتہ چینی کے بھی طریقے
ہیں - کیا کانگرس والوں کو اِسپر قناعت نہیں کہ ہر شخص اخبار کے ذریعہ سے اپنی رائے
ظاہر کرسکتا ہے - اکثر بڑے بڑے شہروں میں کمیٹیاں ہیں - مجلسیں ہیں سوسائٹیاں
ہیں - ایسوسی ایشن ہیں - انجمنیں ہیں - خود حکام سفر میں حضر میں درپے تفتیش و
تلاش رہتے ہیں - حتی کہ ہوس آف کامنس اور پارلیمنٹ کے ممبر تک ہر سال
اِس ٹوہ میں آنکلتے ہیں - اور جو لوگ حکام رس ہیں اون کو ہمیشہ اِس طرح کے مواقع
حاصل ہوتے رہتے ہیں کہ رعایا کا دُکھ درد حاکموں کے کان تک پہونچائیں - مگر یہ
نیشنل کانگرس کا نیا طریقہ تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ کی مخالفت میں ایک
گروہ جمع ہو - سوتی بھڑیں جگائی جائیں - جو لوگ امن چین سے اپنے اپنے کام دھندوں

میں لگے ہیں سنکر چونک پڑیں کہ ایسی کیا آفت نازل ہوئی جسکی وجہ سے یہ تمام کھلبلی مچ رہی ہے - کانگرس والے اِس بات کو پیش نظر نہیں رکھتے کہ انگریزوں کو ہمارے ساتھ اجنبیت محض ہے اِس سے بڑھکر اور اجنبیت کیا ہوگی کہ سوائے انسانیت کے ہم میں اور انگریزوں میں کسی طرحکی شارکت نہیں - اسپر طرہ فاتح اور مفتوح کا تفرقہ - کہ تیل اور پانی نہ کبھی ملے ہیں اور نہ کبھی ملیں گے - تو ایسے اجنبیوں سے ہماری کاربراری ہو تو کیونکر ہو - اِسکی یہی ایک تدبیر ہے کہ جس طرح ممکن ہو چاپلوسی و خوشامد سے نہیں (کہ وہ تو میرے نزدیک دنائت اور کمینگی طبیعت اور پستی فطرت کی دلیل ہے) بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری اور سلامت روی سے حکام وقت کو خوشنود کریں تاکہ اونکے دلوں میں ہماری مراعات اور مہربانی کے خیالات پیدا ہوں - میں نہیں جانتا کہ کانگرس کی نسبت گورنمنٹ آف انڈیا اور عہدہ داران انگریز کے کیسے خیالات ہیں - لیکن خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے پہچانا - عقل کہتی ہے اور میں اوسکو اوپن سیکریٹ سمجھتا ہوں کہ ضرور یہ کانگرس گورنمنٹ آف انڈیا اور کل عہدہ داران انگریز کی نظر میں مبغوض ہوگا اور اوسکو مبغوض ہونا چاہیے -

کیسا ہی کوئی حلیم اور بُردبار اور متین اور باوقار کیوں نہو کب جائز رکھ سکتا ہے کہ یوں کھلم کھلا مجامع اور محافل میں اوس کی روئی دُھنکی جائے - اور روئی کے دھنکنے والے کون ہیں ؟ اپنی ہی رعایا - اپنے ہی محکوم - اپنے ہی دست نگر - اور اپنے ہی محتاج - (چیرز) کیا اجنبی لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے ؟ بیٹیا بن کر سب کوئی لیتا ہے - ہیکڑی سے باپ بن کر کسی نے نہیں پایا - (چیرز) **شعر**

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

گورنمنٹ کو ہماری خیرخواہی کے آزمانے کے بہت ہی کم مواقع ملے ہیں - اِس لئے کہ اِسوقت تک گورنمنٹ صرف اپنے بل بوتے کے بھروسے پر حکمرانی کر رہی ہے وہ

رعایا کی خوشدلی کی بڑی قدر کرتی ہے اور رعایا کو رضامند رکھنے میں سعی کا کوئی دقیقہ
اوٹھا نہیں رکھتی۔ مگر اوسکے فوجی انتظام کہے دیتے ہیں کہ گورنمنٹ کو رعایا پر پورا پورا
اعتماد نہیں آیا کیا یہ بے اعتباری گورنمنٹ کے دل کا کھوٹ ہے ؟ اور یہ گورنمنٹ
کا قصور ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں ! ہم اعتماد کو پورا ہونے نہیں دیتے۔ ۱۸۵۷ء
کے غدر میں ہندوستانی اپنا اعتبار کھو چکے تھے۔ اگر کچھ بھی شرم اور غیرت اور عقل
مصلحت اندیش ہوتی تو اوسکے کفارہ میں بہلا کچھ نہیں تو پچاس برس کا گونگے پیر کا۔
تو روزہ رکھتے (چیرز) لیکن اخباروں میں۔ مجالس میں جو کچھ بڑبڑاتے رہے سو خیر
نوبت باینجا رسید کہ کانگریس نکال کھڑی کی۔ بیچارے رئیسوں کو اچھی سوجھی تھی کہ روس
کی شورش سنکر کوئی روپے سے۔ کوئی فوج سے۔ کوئی اپنے ہاتھ پاؤں سے سرکار
کی مدد کو آموجود ہوا اون دنوں ولایت کے اخباروں میں ہندوستان کی خیرخواہی کی
دھوم تھی۔ میںنے دیکھا تو نہیں مگر سنا کہ انگریزوں کی باچھیں کھلی پڑتی ہیں مسکرانے
لگے تھے تو ہنستے بھی ضرور۔ اتنے میں یہ ناشدنی کم بخت کانگریس بنگالہ میں پیدا ہو پڑی۔
اور سارا کیا دھرا ملیا میٹ کر دیا۔ اور پھر وہی بے اعتبار کے اعتبار۔
(چیرز)۔

نیشنل کانگریس پر بدگمانی کرنیکی میرے پاس ایک بڑی وجہ اور ہے وہ یہ کہ ملکی فلاح
اور ملکی رفاہ کچھ اسی ایک کانگریس میں تو منحصر نہیں۔ کانگریس میں بفرض محال کامیابی
ہو بھی تو یہی نہ کہ نمک کا محصول گھٹ جائے۔ ہتھیار باندھنے کی عام اجازت ہو جائے
ہندوستانیوں کو والنٹیر فوج میں داخل کرلیں۔ انکم ٹیکس موقوف۔ اور "دی لاسٹ
دو نوٹ دی لیسٹ"۔ ہندوستانی یعنی بنگالی کمشنر کلکٹر ہونے لگیں۔ یا اسی طرح کی
اور چند باتیں۔ تو کیا اس سے ہندوستان میں دولت پھٹ پڑیگی۔ ارے عقل کے
دشمنوں۔ ملک کی دولتمندی کے دو گر ہی دوسرے ہیں۔ سب سے پہلے اپنے
تئیں تعصبات رسمی کے پھندوں سے چھٹاؤ پھر علم حاصل کرو۔ علم سے مراد یہ علم
نہیں جسکو پڑھکر انسان بی۔اے ، ایم۔اے بن بیٹھتا۔ اور کانگریس کے خواب

پریشان دیکھنے لگتا ہے (چیرز) بلکہ انجینیری - ڈاکٹری - باٹنی - کیمیا - جرثقیل طبیعیات - جیالوجی وغیرہ جنکے ذریعے سے صنعت اور دستکاری اور ایجاد کی حاصل ہوتی ہے - اور جنکی تفصیل ہمارے دوست شمس العلماٗ خان بہادر مولوی محمد ذکا اللہ صاحب خوب جامعیت کے ساتھ کرسکتے ہیں - سب کچھ تمہاری ہی مٹی میں ہے اور تمہاری ہی مٹھی میں ہے - مگر تمکو اس سے متمتع ہونے کا سلیقہ نہیں - جو کرسکتے اور جو تمکو کرنا چاہیے - اسکی تمکو ذرا بھی پرواہ نہیں - اور پرواہ بھی ہو تو کہاں سے ہو تم کو گورنمنٹ کے انتظاموں پر جرح اور اعتراض کرنے سے فرصت کب ملتی ہے - اگر بنگالیوں نے - یا پارسیوں نے - یا جو لوگ کانگرس کے حامی ہیں - اپنے یہ فرائض پورے طور پر ادا کئے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ نیشنل کانگرس رفاہ ملک کے لئے کھڑا کیا گیا ہے مگر جو شخص فرض کو چھوڑ کر نفل پر دوڑے ہمکو تو اوسکی خداپرستی تسلیم نہیں - (چیرز) خدا اگر کسی کے دماغ میں اسطرحکا خلل ڈالے کہ وہ انگریزی پڑھ لینے سے اپنے تئیں انڈیا کا بسمارک سمجھنے لگے اور ملک داری کے امور عظیمہ میں راے زنی کرنے کو لڑکوں کا کھیل خیال کرنے تو اوسکو سمجھنے اور خیال کرنے دو - اپنا مسلک تو یہہ ہے - ع

رموز مصلحت ملک خسروان دانند

گداے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش (چیرز)

یہ سچ ہے کہ جسطرح کا ایجی ٹیشن (تحریک) کانگرس کرنا چاہتا ہے - ولایت میں اکثر ہوتا رہتا ہے - مگر ہمارا کہنا یہ ہے کہ ہندوستان کو ولایت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے - **شعر**

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا

پہونچے کب اوسکو ہاتھ ہمارے غبار کا (چیرز)

ولایت والوں کی سی لیاقت - اونکی سی معلومات - اونکی سی روشن دماغی - اونکی سی تلاش - اونکی سی راستی - اونکی سی بلند حوصلگی - اونکی سی مستقل مزاجی - اونکی سی

تونشی - اُن کا سار بط ضبط - اونکی سی جان نثاری - اونکی سی ٹکسالی خیر خواہی اور ملی سی نہیں - بلکہ اوسکا عشر عشیر بھی ہندوستانیوں میں ہوتا تو ایک کانگرس صبح اور ایک کانگرس شام - چشم ماروشن دل ماشاد -

کانگرس والے جیسی غلطی اپنے بارے میں کرتے ہیں کہ اپنی وقعت زائد از واجب ٹھہرا لیتے ہیں - اسی طرح کی غلطی انسے گورنمنٹ کی نسبت بھی ہوتی ہے - لارڈ ڈفرن دورہ کرتے کرتے کرانچی میں گئے تو وہاں کے عائدین کی ایک سڑک کے لئے اونکو لپٹے اور اصرار کیا کہ اوسکی منظوری نکریں تو ڈیرا ہیڈ ہین (اب نہیں تو پھر کسیوقت) وعدہ تو کرلیں - لارڈ صاحب نے یہ کہکر اپنا پنڈ چھوڑایا کہ میں وعدہ تو کرلوں - لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ کلکتہ پہونچکر اسی طرح کی دوسری ضرورتیں پیش ہوں اور میری یہی رائے ہے - کرانچی کے عمائد کی نظر ایک محدود قطعے میں محصور تھی - اور لارڈ صاحب کی نگاہ سارے ہندوستان پر حاوی -

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست -

یہی حال ہے کانگرس اور گورنمنٹ کا - بیٹے تو کانگرس میں کبھی کوئی نیا انوکھا مسئلہ پیش ہوتے نہیں دیکھا - وہی پُرانی باتیں ہیں جنکو برسوں سے اخبار میں دیکھتے ہیں کانگرس کے ممبر اہل غرض ہیں واہل غرض مجنوں - (چیرز) انکی راے غرضمندانہ راے ہے - گورنمنٹ کا بالکل دوسرا حال ہے - اوسکو پولیٹیکل اور عام ملکی مصلحتوں پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے - الغرض یہ دو مخالف و مختلف حیثیتیں رکھتے ہیں اور جب تک حیثیتوں کا اختلاف باقی ہے - اختلاف راے رفع ہو نہیں سکتا - مگر مگر اختلاف راے کو کسی غرض فاسد پر محمول کرنا کیا ضرور ہے - اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ ہماری کسی حاجت کے برلانے میں بخل اور مضائقہ نہیں کرتی - مگر بمجبوری* اور فرض کیا کہ بعض باتوں میں گورنمنٹ بر سر غلط ہے تو کیا رعایا بھی زیر بار احسانات گوناگون اور چند در چند ہونیکی حیثیت سے ہمارا ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہم خوشدلی کے ساتھ گورنمنٹ کے حکم کو انگیز کریں - سـ٥

(چیرز) (جناب … …) [illegible]

آنرا کہ بجاے تست ہر دم کرمے
عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے

ابتک مینے عام طور پر کانگریس کی قباحتوں کی طرف اشارہ کیا وہ بھی مجملاً اس خیال سے کہ میرے بعد اَور چند صاحب بھی کچھ کہنے والے ہیں اور وہ یقیناً مجھ سے بہتر کہیں گے - بس اَب میں اخیر میں مختصر طور پر اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ کانگریس کی شرکت اگر ہندوؤں کے لئے مضر ہے تو ہم مسلمانوں کے حق میں مہلک - (چیرز) ہم جس جس پہلو سے ہندوؤں کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کرتے ہیں - ہندوؤں ہی کا پلہ جھکا ہوا ہے - سب سے پہلے وہ شمار میں ہم سے اضعافاً مضاعفہ زیادہ ہیں - کیونکہ وہ ٹھہرے ملک کے اصلی باشندے اور ہم تو ملک گیری کے لئے گھر سے نکلے - آئے لڑے - فتح پائی شامت جو آئی رہ پڑے (چیرز) ہم تھوڑی بھی ہندوؤں پر بھاری تھے مگر بے مقدوری اور تہیدستی نے ہمکو رہا سہا اور بھی پست کر دیا - لوگ ہمکو بیقدوری کا ملزم ٹھہراتے ہیں - لیکن میں اوسکو بھی اضطراری سمجھتا ہوں - ہم لوگوں نے بغرور سلطنت ذرائع معاش کی کچھ قدر نہ کی - زوال سلطنت کے ساتھ بے معاش رہ گئے - اب رہی لیاقت تو پہلے اسکا مفہوم متعیّن ہونا چاہئے کہ لیاقت ہے کیا چیز؟ اگر لیاقت سے مراد تعلیم کا اسٹینڈرڈ (سلسلہ) ہے جسکا امتحان پاس کرنے سے ڈپلوما ملتا یا ڈگری حاصل ہوتی ہے - تو بیشک اِس خصوص میں ہندوؤں کو مسلمانوں پر ترجیح ہے - جب کبھی بی - اے - ایم - اے کی فہرست نظر پڑی - جھاڑ ہندو الاماشآءاللہ شاذ و نادر اکّا دُکّا مسلمان - لیکن میری نظر میں اس لیاقت کی کچھ بہت وقعت نہیں - مجھکو کئی بی - اے - ایم - اے ڈگریداروں کے ساتھ طبع آزمائی کا اتفاق ہوا ہے باوجودیکہ مینے کسی کالج یا اسکول میں انگریزی نہیں پڑھی - اور میں انگریزی کا عطائی ہوں نہ کلاونت - لیکن میں اسکو خود ستائی کی راہ سے نہیں کہتا - بلکہ حکایت نفس الامری ہے کہ استنباط مطلب میں میری طبیعت اونسے زیادہ لڑتی تھی - لیاقت حقیقت میں اسکا نام ہے کہ انسان میں مادہ قابل ہو اور جسطرف

توجہ کرسے کچھ کر نکلے - ولایت میں بی-اے - ایم- اے کے درجہ کو پہونچکر لائق ہوجاتا ہوگا کیونکہ انگریزی اونکی مادری زبان ہے اور بڑی معلم تو سوسائٹی ہوتی ہے - انگریزی سوسائٹی کا کیا کہنا - مگر ہمارے یہاں ایک تو ملکی زبان کی نیچر لگی ہے - جسکو انگریزی سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور سوسائٹی کی روایت ناگفتہ بہ یہ سبب ہے کہ ہمارے ڈگریدار ہم لوگوں کی نظروں میں اپنی وقعت نہیں بٹھا سکتے - اور پھر نرے لکھ پڑھ لینے سے وقعت نہیں ہوتی - اسکو چاہئے مادل کریج سوشیل پوزیشن ہم ان ڈگریداروں کی اتنی ہی عزت کرتے ہیں کہ انکو نوکری کا حاصل کرنا آسان ہے دگرایچ ابھی تھوڑی دیر پہلے مینے کہا تھا کہ سرکار کے بہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں جنمیں سے ایک بڑا ضروری انتظام لیاقت کے اسٹینڈرڈ کا ٹھہرانا ہے - انگریزوں نے اپنی ولایت پر قیاس کرکے صرف یونیورسٹی کی ڈگری کا معیار لیاقت ہونا تسلیم کرلیا - جسنے ہماری سوسائٹی کو زیروزبر کررکھا ہے - جو لوگ سوشلی ادنی درجہ کے ہیں یونیورسٹی کی ڈگری سے بڑی خدمتوں پر پہونچ جاتے ہیں اور اونکے تعزز خدمتی اور سوشیل پوزیشن میں عجب کشمکش واقع ہوتی ہے - ہم بمقابلہ ہنود شمار میں۔ تو ل میں اتنے ہیٹے نہیں جتنے کہ اس زمانہ کی لیاقت میں یا یوں کہو کہ انگریزی دانی میں - اسپر مسلمانوں کو دوست اور دشمن ایسا ایسا لتاڑتے ہیں کہ معاذ اللہ لیکن میں اس خصوص میں بھی مسلمانوں کو کسیقدر معذور سمجھتا ہوں صدہا سال کی محکومی نے ہندؤں کو ایسا گرادیا کہ اگر سچ پوچھو تو اون میں سینس اوف آونر (حمیت) باقی نہیں - نہ اون کے پاس مذہب ہے نہ لٹریچر نہ کوئی علم جسپر وہ فخر کرسکیں - میرے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ ہندؤں میں یہ چیزیں سرے سے تھی ہی نہیں - تھیں اور بہت عمدگی کے ساتھ تھیں مگر محکومی ایسی بری بلا ہے کہ سب فضیلتوں کو خاک میں ملا دیتی ہے - لوگ کہتے ہیں "پیری وصد عیب" میں کہتا ہوں "محکومی وہمہ عیب" (چہ رسد) مسلمانوں کی عملداری میں ہندو ہماری زبان سیکھتے - ہمارے علوم پڑھتے - ہماری تقلید کرتے - ہمارے تہوار مناتے - یہانتک کہ ہمارے بزرگوں کی پرستش کرتے تھے - جب آئے انگریز

تو ہندؤں کے پاس اپنا تو کچھ اثاثہ نہ تھا ـ لگے انگریزوں ہی کا کلمہ پڑھنے ـ خرابی اور بڑی خرابی ہم مسلمانوں کی ہے کہ ہم مذہب رکھتے ہیں محکم ـ مضبوط ـ استوار ـ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (چیرز) کہ انقلاب دنیا کی آندھیاں اس کو جنبش بھی تو نہیں دے سکتیں ـ ہمارے پاس لٹریچر ہے ـ جسنے ایک وقت تمام روے زمین کو ہلا مارا تھا ـ (چیرز) وہ ہمارے دلوں کی تسلّی ہے ـ ہماری جانوں کی توانائی ـ ہماری آنکھوں کا نور ـ ہماری روحوں کا سرور ـ ہمارے پاس علوم ہیں ـ اگرچہ اون میں سے اکثر انگریزوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر لئے ہیں مگر آخر ہیں تو ہمارے غرض ہماری عظمت کے نشان ماند پڑ گئے ہیں مگر مٹے نہیں (چیرز) ہمکو یہ دشواری پیش آ رہی ہے کہ اگر انگریزی نہ پڑھیں تو تن کو کپڑا اور پیٹ کو روٹی نہیں ـ اپنے علوم نہ پڑھیں تو اپنی ہی سوسائٹی میں عزت نہیں وقعت نہیں ـ دونوں پڑھیں اتنی مہلت نہیں وقت میں گنجایش نہیں ـ غرض ہم اپنے پُرانے کمالات کو تھوڑا بہت نباہے لئے چلے جاتے ہیں ـ تو ہم اپنی طبیعتوں سے مجبور ہیں ـ لیکن کیا اتنی ہی بات سے کہ ہمنے ہندؤں کی طرح انگریزی کو اوڑھنا بچھونا نہیں کر لیا ـ ہم نالایق ہو گئے ؟ ہیکڑی کا تو کچھ جواب نہیں ـ زبردست کا ٹھینگا سر پر مگر میرا ایز بلیف یہ ہے اور یہ ایز بلیف (دلی یقین) بنی ہے ساری عمر کے تجربہ پر کہ کارفرمائی جیسی ایک مسلمان کر سکتا ہے ہندؤں سے نہیں ہو سکتی نہیں ہو سکتی !! ہرگز نہیں ہو سکتی !! (چیرز) کارفرمائی کی شرط اعظم ہے خودداری ذاتی تعزز فورس آف کیرکٹر (نیک چال چلن) ہمت جرأت اور یہ حرارت مسلمانوں کے خون سے ابھی تک تو نکلی نہیں ـ الغرض ہمارا کیس ایک اسپشل کیس ہے اسکی روداد کسی طرح ہندؤں کی روداد سے نہیں ملتی ـ ہندو جب زور دینگے کثرت اور انگریزی دانی پر ! اور یہی جگہ ہمارے یہاں پانی کے مرنے کی ہے (چیرز) پس ہمکو ہندؤں کی رفاقت ضرور نقصان پہونچائیگی ـ میری صلاح مانو تو روٹھ نہ جبینکو متوکلاً علی اللہ چپ چاپ بیٹھے رہو ـ وہ کارساز ہمارے لئے سامان مہیا کر رہا ہے ـ ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ؎ (چیرز)

اسی کانگریس نے ضرور گورنمنٹ کو چوکنا کیا ہوگا کوئی دن جاتا ہے کہ لیاقت کے اسٹینڈرڈ میں ترمیم ہوگی یہ تو میں نہیں کہتا کہ تعلیم انگریزی کی ٹون مدہم کر دی جائیگی مگر گورنمنٹ کو اسکی تدبیر تو چارو ناچار کرنی پڑیگی کہ ہندوستانیوں کو ایسی تعلیم دی جاسکے کہ اونکے خیالات سوشیل۔ فارم۔ لوکل امپروبمنٹ کی طرف مصروف ہوں جس سے ملک کو فائدہ پہونچے اور ایسے کیڑے ان کے مغزمیں نہ کلبلانے پائیں کہ اسٹیٹن بجٹ کی دھونی بدون اونکو چین نہ پڑے (بڑے زور سے چیرز)

چہ دانی تو اے بندہ کار خدا ؎

نیشنل کانگریس کا انتظام کچھ ہی کیوں نہو۔ ہماری حمیت تو گوارا نہیں کرتی کہ ہندوں کے طفیلی بنکر کوئی دنیوی مفاد حاصل کریں گو وہ مفاد کتنا ہی بڑا کیوں نہو ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است

رفتن بپاے مردی ہمسایہ در بہشت

ہمکو جو کچھ فائدہ اس عملداری میں ہونے والا ہے۔ ہم اوس کو لیں گے۔ کوئین وکٹوریہ سے۔ وایسرائے سے۔ لفٹننٹ گورنر سے۔ کمشنر سے۔ ڈپٹی کمشنر سے اور انشا اللہ بے مانگے لینگے۔ تم نے نہیں سُنا بن مانگے موتی ملیں اور مانگے ملے نہ بھیک" (چیرز) ہمکو ان کانگریس والونکی یہ دبڑ دگھسڑ کارروائی بالکل پسند نہیں کہ ہمیں بجٹ دکھا دیا کرو۔ بدون ہماری منظوری کے کوڑی خرچ نہ کرو۔ وضع قوانین ہمسے متعلق رکھو۔ یعنے ہمکو گورنمنٹ کا ڈکٹیٹر بناؤ ؎

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا دیں

شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا (چیرز)

آخر تو جرات کی ہی تھی تو طیہ وتمہید برطرف ایکدم سے یہی درخواست کیوں نہ کی کہ سلطنت ہمارے حوالہ کرو اور چلتے پھرتے نظر آؤ (چیرز)

"ہر کہ گشتی بیحد تباہ شد پیدا شد"

کیوں بھائیو ایسی درخواست پہ کوئی تم میں سے دستخط کرتا ؟ نکرتا ہرگز نکرتا! (چیرز) بس تو کانگرس کے پاس ہوکر بھی نہ پھٹکنا - کہ "این ہم بچہ شتر است"۔ ؎

(قہقہہ اور بڑے زور سے چیرز)

تمت

لکچر نمبر ٢

مسلمانون کی حالت تعلیم

پر

جو جناب ممدوح نے

محمڈن ایجوکیشنل کانگرس

کے

تیسرے سالانہ جلسہ میں ٢٨ دسمبر ١٨٨٨ء کو بمقام لاہور دیا

معہ

بندہائے مسدس مصنفہ جناب ممدوح جو اونہون نے اپنی تصنیف تصہ مبتلا سے

اس جلسہ مین پڑہے

غالباً آپ صاحبوں نے اسی حیثیت سے مجھکو جانا اور پہچانا ہوگا کہ آنریبل سر سید احمد خانصاحب کے فالورزمیں میں بھی ہوں - اگر فالورز سے وہ لوگ مراد ہوں جو اس کانگرس میں شریک ہونے کے لئے اونکے ساتھ آئے بلکہ اگر وہ لوگ بھی مراد ہوں جو سر سید احمد خان کو بڑا انلائٹنڈ بڑا عالی خیال بڑا آل اندیش بڑا مدبر بڑا مستقل مزاج بڑا متحمل اور مسلمانوں کا بڑا بہت بڑا اور سچا خیرخواہ باور کرتے ہیں فانا اولھم واقدمھم (تو میں سب سے اول اور سب سے آگے ہوں) لیکن اگر فالورز سے مراد ہوں بالتحقیقات اونکے تمام خیالات کے تسلیم کرنیوالے اگرچہ وہ خیالات مذہبی ہی کیوں نہوں تو میں اس بھرے مجمع میں پکار کے کہتا ہون -

انہی براء (میں بری ہوں) سر سید احمد خان کی طلب کے علاوہ مجھکو اس کانگریس میں
شریک ہونے کے لئے ایک وجہ اور بھی داعی ہوئی کہ میرے نزدیک ایسے مجمع کے لئے
تمام ہندوستان میں پنجاب اور تمام پنجاب میں لاہور سے بہتر کوئی موقع نہیں ہو سکتا اسوقت
کیا رعایا کیا سرکار سب کی ہمتیں پنجاب کیطرف مصروف ہیں اور جس روز سے ڈفنیو
(ملکی حدود کی حفاظت کی) کارروائیاں سرحد پر ہو رہی ہیں آپ سب صاحبوں کو معلوم
ہیں مگر تعلیم سے بڑھکر کوئی ڈفنس نہیں بشرطیکہ مناسب طور پر ہو - یونی ورسٹیاں
اور کالج تو بجائے خود ہیں کہتا ہوں ہر ضلع بلکہ ہر تحصیلی اسکول ایک ٹوڑ آف اسٹرنگتھ
(قلعہ مستحکم واستوار) ہے اگر اس میں تعلیم اچھی ہو - رعایا گورنمنٹ کی دولت ہے اور اوسکی
رضامندی گورنمنٹ کی قوت - رعایا اور گورنمنٹ کے اغراض ایسے وابستہ بہد گر ہیں کہ اگر
رعایا گڈ (اچھی) رعایا ہو اور گورنمنٹ گڈ گورنمنٹ تو رعایا ہی گورنمنٹ ہے اور گورنمنٹ
ہی رعایا - مگر افسوس بڑے سخت افسوس کی بات ہے کہ ہماری بدنصیب
ہندوستان کی رعایا اور گورنمنٹ میں وہ گاڑھا اتحاد نہیں ہے اور اسکے ہونے میں
ابھی بہت دیر معلوم ہوتی ہے جسکا ہونا رعایا اور گورنمنٹ دونوں کے حق میں مفید بلکہ ضروری
ہے - برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان میں حکومت کرتے ہوئے قرن ہو گئے - بھلا پھر کونسی
چیز رعایا اور گورنمنٹ میں اتحاد کے پیدا ہونے کی مانع ہے - کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر
ہے - توبہ توبہ ماں باپ سے بڑھکر شفیق - تو کیا رعایا سرکش ہے ؟ نہیں نہیں - ایسی
منقاد اسقدر مطیع کہ ایک چرواہے کو بھیڑ بکری کے ریوڑ کا روکنا مشکل - اور ایک نہتے
کانسٹیبل کو انبوہ رعایا کا سنبھالنا آسان - پھر کسکا قصور ہے ؟ رعایا کا - کیونکر
اَن ایجوکیٹیڈ (ناتعلیم یافتہ) ان بدبختوں کو گورنمنٹ کا منشا معلوم نہیں - گورنمنٹ
کے پرنسپلز (اصول) سے آگہی نہیں ابا عن جد انہوں نے دیکھے ہیں ڈسپاٹک
(شخصی خود مختار) حکومتیں ان کے ذہنوں میں متوارث طور پر یہ بات مرتکز ہو رہی ہے
کہ سلطنت اسی واسطے موضوع ہوئی ہے کہ حاکم وقت کی آسایش کے لئے رعایا مصیبت
اوٹھائے - رعایا کمائے حاکم اوڑائے - رعایا اپنی انتڑیوں کو مسوسے تاکہ بادشاہ کے

نوکروں کے چاکروں کے پیشکاروں کو تحفہ ہو - رعایا جاڑے میں سکڑے تاکہ شاہی مطبل کے پرتل کے ٹٹو کشمیری شالوں کی گردنیاں اوڑھیں - پس اسے ممبران ایجوکیشنل کانگرس میں آپ صاحبوں کو صمیم قلب سے مبارکباد دیتا ہوں ولیبلغ عنی الشاهد الغائب (جو شخص حاضر ہے میری طرف سے اسکو جو حاضر نہیں ہے یہ پیام پہونچاوے) کہ آپ صاحبوں نے زمانہ کی رمز کو خوب سمجھا - کوئی شخص جسکو عقل سے ذرا سا بھی بہرہ ہے اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ تعلیم ہی رعایا ہندوستان کو شایستہ اور مہذب بنائیگی - تعلیم ہی اُن کو دولت کی کیمیا سکھائیگی - تعلیم ہی انکی نظر میں برٹش گورنمنٹ کی قدر بڑھائیگی - تعلیم ہی اون کو برٹش گورنمنٹ کی برکتوں سے متمتع ہونے کی حرص دلائیگی - تعلیم ہی بدگمان رعایا اور رُکی ہوئی گورنمنٹ کے دلوں میں صفائی کرائیگی - اور جب وہ زمانہ آئیگا (خدا جانے ہم میں سے بھی کیکو وہ دن دیکھنا نصیب ہوگا یا نہیں) کہ رعایا اور گورنمنٹ ایک جان دو قالب ہونگی تو ہندوستان کو جنت نشان کہنا حکایت نفس الامری ہوگا نہ ایشیائی شاعروں کا سا مبالغہ - اوس وقت ہندوستان کی سلطنت پوری پوری مطمئن سلطنت ہوگی مستحکم کانھم بنیان مرصوص (گچ کی ہوئی عمارت) بیرونی دشمنوں مروس وغیرہ سے بخطرا ور اندرونی ڈسٹربنس (فسادات) مجامع ناروا داشتہا سے فارغ -

تعلیم یعنے ہندوستانیوں کی تعلیم ایک ایسا مضمون ہے جسپر سالہا سال سے غور کیا جارہا ہے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یوروپ میں بھی - میں نہیں سمجھتا کہ تعلیم کے متعلق میں کوئی نئی انوکھی بات کہہ سکونگا جو کسیکو نہ سوجھی ہو یا جو کسی کی زبان یا کسی کے قلم سے نہ نکلی ہو - میں اسی کو اپنی بڑی کامیابی سمجھوں گا کہ اونہی مطالب کو نئے پیرایہ میں آپ صاحبوں کے روبرو پیش کرسکوں - میری مثال اس زمانہ کے ایک شاعر کی سی ہے کہ بیچارہ کوئی نیا مضمون نہیں پاتا جسطرف ذہن کو دوڑاتا ہے دیکھتا ہے کہ وصل اور ہجر اور انتظار اور واسوخت اور سراپا اور بہار اور خزاں اور استخفاف مذہب اور بزرگان دین کے ساتھ استہزاء وغیرہ وغیرہ کوئی خیال نہیں جسمیں اور رانڈا اور

اگین" (بار بار) سیکڑوں ہزاروں نے طبع آزمائی نہیں کی ناچار ہار کر تھک کر بندش پر قناعت کرتا ہے، وہ بھی ہر ایک کو نصیب نہیں ۔ جسطرح ایک کسان ہل جوتنے میں اپنے مٹھو بیل کی کبھی دُم مڑوتا کبھی اسکو شٹکاری دیتا کبھی اسکے گدگدی کرتا اور کبھی ساٹا مارتا اور آر بھی چبھوتا ہے اسی طرح وہ لوگ جو مسلمانوں کی رفارم کے درپے ہیں مسلمانوں کو کبھی انکے بزرگوں کی شان و شوکت انکی عظمت انکی فتوحات انکے ہر طرح کے کمالات یاد دلاتے ۔ کبھی مسلمانوں کی حالت موجودہ کی تباہی اسب ان کی مفلسی اقوام معاصر کے مقابلے میں انکی بے وقعتی کا مرثیہ اُن کو سُناتے ۔ اور کبھی انکو کاہلی اور تعصب پر ملامت کرتے اس غرض سے کہ مسلمانوں کی غیرت کو تازیانہ ہو ۔ میں بھی یہی کچھ کرونگا اور اسکے سواے کر بھی کیا سکتا ہوں ۔

یہ بات مسلمات سے ہے کہ مسلمان فی زمان عروجھم (اپنے عروج کے زمانہ میں) کسی قوم سے علوم میں پیچھے نہیں رہے ۔ وہ تحصیل علم پر اسقدر حریص تھے کہ جہاں سے اور جس مذہب سے جو کچھ لگا لے اوڑے ۔ جسطرح مسلمانوں کی ملک گیری حیرت انگیز ہے کہ ایک ہی صدی میں تمام روے زمین پر لمن الملک الیوم کا (آج کوئی اور بھی ہمارے سواے ملک کا مالک ہے) ڈنکا بجا پھرے ۔ اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ انکی علمی فتوحات محل استعجاب ہیں ۔ شروع شروع میں بعض متعصبین نے انگریزی کی مثل "گیو دی ڈاگ اے بیڈ نیم اینڈ دین ہنگ ہم اوٹ" (کتّے پر پہلے کچھ الزام لگاؤ پھر اُسکو لات مار کر باہر کرو) کے مطابق مسلمانوں پر بہتان بندی کی تھی کہ انہوں نے اپنے مذہب کے ضعف کی پردہ داری کے لئے علوم کو معدوم کرنا چاہا ۔ مگر فیکٹس (واقعات) کہکے رہائے دبتے ہیں ۔ آخر کار ہسٹری (تاریخ) پکار اُٹھی کہ جھوٹ ہے ۔ اب تمام یورپ میں شاید ایک متنفس بھی اس سے انکار کرنے والا نہیں کہ علم کی روشنی ان میں ابتدا مسلمانوں ہی نے پھیلائی ۔ ایک منصف مزاج اور محقق انگریز کا یہ مقولہ کسی آرٹکل (مضمون) میں نظر پڑا تھا کہ مسلمانوں کی تعلیم میں کوشش کرنا حقیقت میں انکے بزرگوں کا دیا ہوا قرضہ اُتارنا ہے ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ فلیٹرنگ لینگوج (الفاظ مدح) پڑھکر تھوڑی دیر

دیر کے لئے میں بھی شیخی میں آگیا تھا - مگر اوسی وقت یہ شعر یاد آگیا ؎

ان الفتیٰ من یقول ھا انا ذا	لیس الفتیٰ من یقول کان ابی

(مرد وہ ہے جو کہے میری ذات میں یہ ہنر ہے - وہ مرد نہیں ہے جو باپ پر فخر کرے)
پھر تو وہ کامپلیمنٹری (توصیفی) الفاظ ہجو ملیح کی نشتر کی طرح چبھنے لگے - ہم اپنے
علمائے متقدمین کو اونکے زمانہ کے لحاظ سے اور بھی زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھتے
ہیں اون وقتوں میں علم کچھ ایسی بہت بکار آمد چیز نہ تھی - یونانی جو علم کے اعتبار سے
سب میں سربرآوردہ تھے اونکے سارے کمالات کا خلاصہ تھا حکمت نظری - وہ ذہنی
احتمالات کی بھول بھلیاں میں بھٹکتے پھرے پھرنے کو عقل انسانی کی معراج جانتے تھے
لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ (اگر اعتبارات نہوں تو فلسفہ بیکار ہوجائے)
عملیات کی طرف ملتفت ہونا انکی چڑ تھی اور یہی وجہ تھی کہ اکثر فلاسفہ اہل تجرید سے تھے
ظاہر ہے کہ دنیا کی کوئی سی ضرورت بھی ایسے علم کے بدون اٹکی نہیں رہ سکتی باایں ہمہ
جو علمائے متقدمین اہل اسلام فارغ البالی کے زمانہ میں یونانیوں کے علوم کو طالب
ہوئے تو اس سے صاف ثابت ہے کہ انہوں نے علم کو طلب کیا لا لجلب منفعۃ
بل رغبۃ الی نفس العلم (کوئی مفاد حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ نفس علم
کے لئے) اللہ اللہ اونہی کے اعقاب ہم ہیں فخلف من بعدھم خلف
(اونکے بعد ایسے لوگ ہوئے) ع

بدنام کنندۂ نکو نامے چند

کہ علم شرط زندگی قرار پاگیا ہے اور پھر اوس سے گریز کرتے ہیں ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

میں اسی مطلب کو دوسری طرز پر کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھہ بیان کرنا
چاہتا ہوں -

سلطنت کے معنے ہیں غلبہ جسکے ذرائع اب سے زیادہ دور نہیں ڈیڑہ دو سو برس
پہلے تک بہادری اور گاؤزوری میں منحصر تھے - قومیں آپس میں زور آزمائیاں کرتیں -

جس قوم کے لوگ پچھڑنے پچھاڑنے والے آپس میں لڑائی کرنے لگتے - پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں عرب کا قریب قریب ویسا ہی حال تھا جیسا افغانستان کا - اوس جزیرے میں سیکڑوں قومیں رہتی تھیں وحشی - خونخوار جنگجو - زشت خو جنگ کنندے تھے تمدن و تہذیب سے بالکل ناآشنا تھے - یہ لوگ ذری ذری سی بات پر ایک دوسرے سے لڑ بیٹھتے - جب ایک دفعہ لڑ پڑتے تو جانو کہ اونکی نسلوں میں بنی آدم اور سانپ کی سی عداوت ہمیشہ قائم ہوئی - وہ سرزمین ہی کسی طرح سویلیزیشن (تہذیب) کے مناسب نہ تھی - ریگستان اور جھلسے ہوئے پہاڑوں کے سوا کوسوں پانی کا نام نہیں - کھیتی کیا خاک ہوتا چارہ پانی اور چارے کی تلاش میں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنی پڑتی تھی - وہ تو خدا نے کچھ اپنی قدرت سے اونٹ کو پیدا کر دیا تھا کہ وہ بحساب وجعلنا من الماء کل شيء حي (ہر زندہ چیز کو ہمنے پانی سے بنایا) مستثنیٰ ہے ورنہ آدمی کا تو کیا مقدور تھا کہ اوس سرزمین میں ٹھہر سکے - اونٹ کیا تھا اہل عرب کے حق میں زنبیل عمرو تھا کھانا - پینا - کپڑا - مکان ایندھن - بار برداری سواری غرض اونکی اکثر ضرورتوں کی سربراہی اونٹ سے ہوتی تھی - اونٹ کی رسد انکی ضرورتوں کو کافی نہوتی تو وہ اوسکی تلافی کرتے شکار سے اور ہتھے پر چڑھ گیا - تو کسی قافلہ کی لوٹ مار سے - الغرض سرزمین کی حالت اور اونکی اپنی عادت دونوں نے اہل عرب کو چست و چالاک جفاکش اور بیباک بنا دیا تھا جن صفتوں کا مجموعہ سپاہی کہلاتا ہے - یوں جزیرہ عرب فی حد ذاتہ گویا جرار خونخوار فوج کی چھاونی تھی - جیسے افغانستان - اگر آپس کی خانہ جنگیاں اون کو نہ مشغول کئے رہیں تو ان کے پڑوس سے پناہ مانگنی چاہئے ؎

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
رکھ دیگا ورنہ عقل کے بخیے اودھیڑ تو

مکینک (علم جر ثقیل) کا یہ مسئلہ بچپن کا پڑھا ہوا ابھی تک میرے خیال میں ہے - کہ جب برابر کے دو محرک مقابل کی سمتوں سے ایک جسم کو ہلانا چاہیں تو دونوں کا اثر

ضائع - یہ قاعدہ کچھ اسطرح کا عام ہے کہ فزکس (جسمانیات) نشل (ذہنیات) مارل (اخلاق) پولیٹیکل (نظم ممالک سیاست مدن) وغیرہ سبھی جگہ چلتا ہے - بناءً علیٰ ذالك عرب کی ساری بہادری اور تمام فوجی قوت اکارت تھی - جو جاہے اسکو بخت والتفاق سمجھے مگر ہم تو ایسی سرزمین اور ایسی سوسائٹی میں پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کو آیت اللہ او معجزہ اور خرق عادت ہی مانتے ہیں - آنریبل سر سید احمد خان نے جس رفارم کا بیڑا اوٹھایا ہے پہلا وہ بھی اشاعت اسلام کے مقابلہ میں کچھ رفارم ہے - مسلمان یوماً فیوماً مفلس اور ذلیل و خوار ہوتے چلے جاتے ہیں - یہ بیچارے سید آل رسول دوسری قوموں کے نمونے دکھا دکھا کر مسلمانوں کو ہرچند سمجھاتے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ پیٹھ پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتے - جلشانہ وہ کیا دل تھا الم نشرح لك صدرك عمر کیا ہمنے تیرے سینہ نہیں کھول دیا) جنے عرب کے بگڑے دلوں سکے رفارم نہیں قلب ماہیت کا ارادہ کیا - ہم اون وقتوں اور مزاحمتوں کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے جو پیغمبر صاحب کو اس ارادہ کی تکمیل میں پیش آئیں - دستور کی بات ہے کہ کوئی کام کیسا ہی مشکل کیوں نہو ہو جانے کے بعد لوگوں کو آسان دکھائی دینے لگتا ہے ؎

کل مالم یکن من الصعب فی الانفس -
سھل فیھا اذا ھو کانا

(جو چیز نہیں ہوئی لوگوں کو مشکل معلوم ہوتی ہے اور وہی چیز ہوئے پیچھے آسان دکھائی دینے لگتی ہے) ہرچند ان باتوں کے بیان کرنے میں مجھکو مزہ ملتا ہے مگر میں اپنی لائن سے باہر ہوا جاتا ہوں - ان حالات میں میرے مطلب کی اتنی ہی بات ہے کہ جب تک پیغمبر صاحب (صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اوس فوجی قوت کو جو عرب کے لوگوں میں تھی اور اعلےٰ درجہ کی تھی مگر ضائع اور رائگان حسن تدابیر سے بکار آمد نہیں بنا لیا اونکو کامیابی نہیں ہوئی - انہوں نے مذہبی تعلیم کے ذریعہ سے پچھلی رنجشوں کو لوگوں کے دلوں سے نکالا - یکدلی اور اخوۃ اسلامی کا قایم ہونا تھا -

کہ اہل عرب کی مجموعی شجاعت اور سپہگری کا نزلہ اطراف پر گرنا شروع ہوا - پس اگر اسلام کو طائر سے تشبیہ دیں تو اوسکا داہنا بازو مذہب تھا اور بایاں سپہگری - اسلام کی ابتدائی حالت ایک اُبال کی سی تھی جسنے دیگچی کی تہ تک کے پانی کو اچھال ڈالا - یہ تو عروج اسلام کی حقیقت ہے اب رہا تنزل - لوگ اپنے اپنے پندار کے مطابق اوسکے گوناگون اسباب قرار دیتے ہیں - ع

ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

مجھکو دوسرے خیالات سے اسوقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں - البتہ جہانتک تعلیم کو تنزل اسلام میں دخل ہے میں اسپر چند ریمارکس کرونگا - تنزل اسلام سے مراد ہے ضعف سلطنت - میں ایسا سمجھتا ہوں کہ ترقی اسلام ہی اوسکے تنزل کا باعث ہوئی - اور قوت کے ساتھہ ساتھہ ضعف بڑہتا گیا - دنیا کے کارخانہ کا بھی عجیب انتظام ہے اضداد میں علاقہ علیۃ و معلولیۃ ہے

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

عروس سلطنت آئی تو آسائش آرام طلبی کاہلی عیش و عشرت سستی اور غفلت اپنی سہیلیوں کو ساتھہ لائی - رفتہ رفتہ سلطنت کی صلاحیت سلب اور اوس کے ساتھہ سلطنت منتزع ہوگئی - اگرچہ ابھی تک چند اسلامی سلطنتیں باقی ہیں مگر نامنتظم - ضعیف - محتاج - مغلوب - اور جو لوگ زمانہ کی آلاپ سے اوس کے راگ کو پہچانتے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان سلطنتوں کا ثبات و قیام اب صدیوں اور قرنوں کے نہیں بلکہ برسوں کی بات ہے - ع

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

اہل یوروپ کے باہمی محاسدات واقع ہوئے اور یہ نقش باطل کی طرح صفحۂ روزگار سے مٹے انا للہ وانا الیہ راجعون جو اسباب عموماً اسلامی سلطنتوں کے انتزاع کے باعث ہوئے وہ سب کے سب قرآن سلطنتوں میں تھے ہی تھے اب گزشتہ صدی کے اندر

ہی اندر مجموعہ اسباب کا جدا مجدا ایک سبب جدید اور پیدا ہوا - سائنس (علوم) دیکھیے یورپ دی
اہل اسلام کو زوشیلے زمین پر رہنے بھی دیتا ہے یا نہیں - سائنس نے ایسا سر اوٹھا رکھا ہے
کہ زور جسمانی اور بہادری اور پہلوانی کسی کی کچھہ حقیقت باقی نہ رہی - ورزش یا قسا جیا
کشتی داؤ پیچ پھکیتی پھینتی پٹہ بانک سپہگری کے جتنے کرتب تھے اب تعزیہ داری کے
جلوس کے سواے اور بھی کسی مصرف کے ہیں ؟ کیا زمانے کے انقلاب ہیں ! ایک
وقت وہ تھے کہ یہی کرتب سلطنتوں کے فیصلہ (فیصلے) کرتے تھے اب وہی
کرتب بازیچہ بازاریاں ہیں دگر ہیچ - میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اہل یورپ کے مقابلے
میں بہادری کے معنے ہیں خودکشی - ہر روز آلات حرب میں ایسی ایسی ایجادیں
ہوتی چلی جاتی ہیں کہ اہل یورپ ہی ایک دوسرے کی مقاومت کریں تو
کریں ورنہ دوسری قوموں کا ایسی لایعنی توقعات کو دل میں جگہہ
دینا - ع

این خیال ست و محال ست و جنوں *

اہل یورپ کی ملکی فتوحات تو سب کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور ہمکو سارے
اہل یورپ سے کیا غرض کیا مطلب انگریزوں ہی کی فتوحات کو دیکھیں میں نے
جب سے ہوش سنبھالا ہے میری یاد میں باعتبار اوسط بیس برس بھی ایسے نہیں
گذرے جن میں کوئی نہ کوئی نیا ملک سلطنت انگریزی میں شامل نہوا ہو اولم یروا
انا ناتی الارض ننقصہا من اطرافہا (کیا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو ہر طرف سے
لیتے چلے جاتے ہیں) ہرچند یہ فتوحات بھی بجاے خود معظمات الامور ہیں - مگر ان سے
معظم تر انگریزوں کی سائنٹفک (علمی) فتوحات ہیں - ملکی فتوحات کے ذریعہ سے
انگریز ہمکو اسیقدر مطیع کر سکتے تھے اس سے ایک انچہ بھی زیادہ نہیں کہ طوعاً
کرہاً ہم اونکو خراج دیں - لیکن سائنٹفک فتوحات کے ذریعہ سے اونہوں نے
یہاں تک ہمکو اپنے بس میں کر لیا کہ وہ کپڑا بنیں تو ہم پہنیں - وہ ریل چلائیں تو ہم
کانگریس میں آئیں - وہ تار دیں تو ہمکو خبریں ملیں - وہ گھڑی کے کیل پرزے ڈھالیں -

توہمکو وقت کی پہچان ہو - دیو اسلائی بنائیں تو ہم چراغ جلائیں - یا بعض چرٹ یا سگرٹ
سلگائیں - انکے ہاں سے سوئی آئے تو ہماری پوشاک سی جائے - میں کہاں تک
کھڑا گنوایا کروں گا جنّے انگریزی وضع اختیار کرلی ہے وہ تو پہلا نمبر او وہ بڈا کر انگریزی ساز و
سامان رکھے ہی گا - جنکو انگریزی وضع کی چڑ ہے اور اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں -
وہی ذرا سوچکر انصاف سے بتائیں کہ نماز کے بوریئے اور وضو کے بدھنے اور تانبے
کے پرانے باسنوں کے سواے اور بھی کوئی چیز ان کے گھروں میں ہے جسکو انگریز کا
دست صنعت نہیں لگا الا ماشاء اللہ گڑکھاؤں گلگلوں سے پرہیز - یہ لوگ اپنی
پندار میں انگریزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور انگریز ہیں کہ من بین ایدیھم
ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ومن فوقھم
ومن تحت ارجلھم (آگے سے اور پیچھے سے دائیں اور بائیں سے اور اوپر
سے اور تلے سے) ہر طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے ہیں - جاؤ تو بچکر کہاں
جاتے ہو ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض
فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان (اگر تمکو قدرت ہو کہ آسمان اور زمین
کے کناروں سے نکل بھاگو تو چلے جاؤ مگر بے قدرت تو نہیں جا سکوگے) یہ ہی
سائنٹفک حکومت جسنے تمام رعایا کو جکڑ بند کر رکھا ہے - ہندوستان میں اس طرح
کی اضطراری حکومت انگریزوں سے پہلے اور کسی کو تو نصیب نہیں ہوئی - نہیں
سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے سے ہوں
تو سمندر تھوڑے دنوں کے لئے سمندر میں جو رہیں - تاکہ باغیوں کو کافر نعمتی کا اچھی
طرح مزا مل جائے - باوجودیکہ اوسوقت تک انگریزوں کا سائنٹفک تسلط ایسا قوی نہ تھا -
جیسا اب ہے مگر جیسا اور جسقدر تھا میرے اس خیال کو کافی تھا کہ جو آسایش ہمکو انگریزی
عملداری میں میسر ہے کسی دوسری قوم میں اسکے مہیا کرنے کی صلاحیت نہیں - پس
یہی باغیان ناعاقبت اندیش بر خود غلط جو عملداری کے تزلزل سے خوش ہیں چندروز
میں عاجز آکر منت انگریزوں کو منا کر لائیں تو سہی - میں اپنی معلومات کے مطابق اوسوقت کے

ہندوستانی والیان ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس
اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اس سرے سے اوس سرے تک ایک
متنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا جسکو میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں۔ امیدواران
سلطنت میں سے اور کوئی گروہ اوسوقت موجود نہ تھا کہ میں اوسکے استحقاق
پر نظر کرتا۔ پس میرا اوسوقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان کے
اہل ہیں۔ سلطنت انہی کا حق ہے انہی پر بحال رہنی چاہئے۔ دعوئے مدعیان
مع خرچہ ڈسمس۔ ہوں تو میں غریب آدمی کسی کا نوکر نہیں چاکر نہیں۔ مگر اپنے
جھونپڑے میں پڑا ہوا اب بھی سلطنت کے فیصلے کیا کرتا ہوں۔ میں نے
اپنے ذہن میں ایک ایسا قاعدہ ٹھیرالیا ہے کہ شاید مدتوں تک مجھکو تجویز کی زحمت
نہیں اوٹھانی پڑیگی۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ فی زماننا ھذا سلطنت
کوئی حق مستقل بالذات نہیں بلکہ سائنٹفک سوپیریارٹی (علمی برتری) کا
تابع اور اوسکی مرجع ہے۔ پس جو شخص سائنٹفک سوپیریارٹی سے بےنصیب
ہو اوسکا دعوے سماعت نہ کیا جائے۔ ہماری تیرہویں صدی میں دنیا کی تمام
حالتیں اسقدر متغیر ہوئیں کہ اگر آج سے سو برس پہلے کے مردے کا جلایا جانا
ممکن ہوتا تو وہ دنیا کو دیکھ کر ضرور تعجب کرتا۔ سب سے بڑا عظیم الشان تغیر جس پر
تمامتر دوسرے تغیرات متفرع ہوئے علمی تغیر تھا۔ جب مسلمان ہندوستان
پر حکمران ہوئے تو حسب اقتضائے حکومت ہے۔ رفتہ رفتہ ہندؤں کے علوم
نسیاً منسیاً ہوکر آخرکار مسلمانوں کے علوم رواج پا گئے۔ متعصب ہندؤں نے
جو مسلمانوں کے مظالم کی بڑی لمبی فرد بنا رکھی ہے۔ اوس میں یہ بات بھی ضرور ہوگی۔
لیکن میرے نزدیک اون کو مسلمانوں کا شکرگزار ہونا چاہئے۔ اے کاش جس طرح
مسلمانوں کی عملداری میں ہندو اپنے علوم بھول گئے انگریزی عملداری میں مسلمان
اپنے علوم بھول گئے ہوتے تو کیوں سیکڑوں ہزاروں مسلمان اس کانگریس میں حاضر
ہونے کی سرگرانی اوٹھاتے۔ اب جو انگریزی سرکار دربار میں ہندو اسقدر پیش پیش ہیں کہ

گویا تمام سرکاری خدمتوں کے ٹھیکہ دار ہیں اور یوں بھی اس عملداری میں انکو ہر طرح کے بھاگ لگ رہے ہیں ؎

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے
حُسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

یہ سب ترقی و خوشحالی اپنے قدیم علموں کے بُھلا دینے کی وجہ سے ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی کچھ تخصیص نہیں۔ روے زمین کی تمام قوموں کے پُرانے علوم اسی قابل ہیں کہ انکو بُھلا دیا جائے۔ کل قوموں کے پُرانے علوم تھوڑی کمی بیشی کے ساتھ گو وہ اختلاف سرزمین وغیرہ کی وجہ سے ہونے ضرور تھے۔ باعتبار مآل کار قریب قریب ایک ہی طرح کے تھے۔ اگر ہائی نیوٹلی (شرح و بسط کے ساتھ) علموں کی تفصیل کرنی چاہو تو بڑی بھاری فہرست بن سکتی ہے۔ مگر میرے دیکھنے میں تو پُرانے علم متداول دو ہی طرح کے تھے زباندانی اور معقولات۔ فن زباندانی ہر زمانے میں ہر سرزمین میں ہر دل عزیز رہا ہے۔ اب بھی ہے اور آیندہ بھی رہیگا۔ لیکن ہر دلعزیز ہونا ہونا اَور چیز ہے اور قوم اور ملک کے حق میں مفید ہونا اَور چیز۔ بیشک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ بعض اوقات شاعروں کو ایک ایک قصیدے کے صلے میں لاکھ لاکھ روپیہ ملا ہے۔ مگر یہ شخصی فائدے تھے اور وہ بھی شاذ اور اتفاقی۔ ان گئے گذرے وقتوں میں بھی کہ ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے تک دلی میں ایسے ایسے شاعر موجود تھے کہ ہر شخص اپنی طرز کا اوستاد تھا۔ مگر بچارے محتاج مفلس تنگی معاش کی وجہ سے پریشان۔ اور جتنے نامی اور مستند شعراء متقدمین و متاخرین ہندی اور عجمی ہو گذرے ہیں سبھی کے کلام سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ شاعروں کو گویا کسی فقیر کی بد دعا ہے کہ ہمیشہ تنگدست رہیں۔ ہمارے ملک میں کلب علی خان ایک شاعر تھے اون کے شعر سے اسکی تصدیق ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں ؎

لوگ کہتے ہیں کہ فن شعر گوئی نحس ہے
شعر کہتے کہتے میں ڈپٹی کلکٹر ہو گیا

غیر مدعا تو کیا ہوگی مگر اسکا سبب یہ ہے کہ شاعری کی ایسی بڑی چاٹ ہے کہ آدمی کو دنیا اور دین دونوں جہان کے کاموں سے معطل کر دیتی ہے - ناچار شاعروں کو امیروں کا بھاٹ بننا پڑتا ہے جو ایک طرح کی گداگری ہے - غرض خود شاعروں کے ذاتی فائدے کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو شعر و سخن امیروں کے پیٹ بھرے کا شغلہ تھا - اب نہ پہلے سے امیر رہے نہ اگلی سی فراغتیں - ع

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

کس توقع پر کوئی خون جگر کھائے - نتیجہ یہ ہے کہ سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے کسی طرف کوئی نیا شاعر بڑے نام و نمود کا سننے میں نہیں آیا - لکھنؤ والوں میں کسی قدر گدگری ہے سو وہ بھی یوماً فیوماً گھٹتی چلی جا رہی ہے - جوں جوں لوگوں پر یہ بات منکشف ہوتی چلی جاتی ہے کہ پرانی تعلیم سے معاش میں مدد نہیں ملتی وہ آپ ہی اوس سے دست کش ہوتے جاتے ہیں - سر سید احمد خان کو اور اون کے لوگوں کو جو اُن کا سا خیال رکھتے ہیں صبر نہیں آتا ورنہ کیسے لکچر اور کہاں کا کانگریس پیٹ ایسی بڑی بلا ہے کہ اسکی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا ہے - جتنے دنوں سر رشتہ تعلیم میں نوکری کی اون دنوں کوالیٹی (صفت) کو تو کوئی پوچھتا نہ تھا - کوانٹی ٹی (مقدار) بڑی کارگزاری سمجھی جاتی تھی - یعنی جہانتک ممکن ہو رپورٹ میں مکتبوں اور طالب علموں کا شمار زیادہ دکھایا جائے وہ گورنمنٹ کی غلطی تھی وانسبکہ ہر سال مکتبوں اور طالب علموں کا شمار [illegible] گورنمنٹ جانتی تھی کہ لوگ پبلک وانشکوۃ [illegible] بہرتے جاتے ہیں - ایک مدت دراز تک گورنمنٹ کو یہی غلط خیال رہا - یہانتک کہ نوکری کے لئے مڈل کے امتحان کی قید لگا دی گئی اوسوقت سے البتہ لوگ سرکاری تعلیم کی طرف راغب ہوئے - لہذا اسوجہ سے کہ اس تعلیم کو پسند کرتے ہیں بلکہ صرف نوکری کی طمع سے - تو جتنے سب ہوئے غلط کیا - مجھکو کہنا چاہئے تھا کہ مجبور ہوئے - پھر یہی تماشا وکالت اور منصفی کے امتحانوں میں دیکھا - ان باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگ معاش کیطرف سے مضطر ہیں جدھر توقع پاتے

ہیں بے تامل دوڑے چلے جاتے ہیں - مذہبی تعصب یا غلط فہمی یا اور کوئی خیال جس نے
شروع شروع میں مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے باز رکھا ہو میرے نزدیک جہاں تک
مجھکو معلوم ہے اب اون موانع میں سے کوئی مانع باقی نہیں اب مسلمان سمجھ گئے -
بیٹر لیٹ دین نیور (دیر ہو تو اس سے بہتر ہے کہ کبھی نہو) کہ پچھلے ڈھرے پر چلنے سے
اگلی دنیاوی کاروباری نہیں ہوسکتی - اب سرکاری مدرسوں میں انکا شمار بہت بڑھ
گیا ہے اور اوس حیثیت سے جو مسلمانوں کا خاصۂ مذہبی ہے - میں تو یقین کرتا ہوں - کہ
مسلمانوں نے جبتک نہیں کیا تھا نہیں کیا تھا لیکن اب کرنے پر آئے ہیں تو ایسا
کرینگے جو کرنے کا حق ہے - خدا انکو توفیق دے کہ ایسا ہی کریں - میں پہلے سے علوم کے
سلسلے میں یہ بات بیان کر رہا تھا کہ ۱۸۵۷ع کے غدر کے بعد کسی طرف کوئی نیا شاعر بڑے
نام و نمود کا سننے میں نہیں آیا - یعنی ہمارے لٹریچر (علم ادب یا انشا پردازی) کی ترقی
مسدود ہوگئی - آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ایسا نہ سمجھیں کہ میں لٹریچر کا نوحہ
پڑھ رہا ہوں - نہیں نہیں - میں تو اس خیال کا آدمی ہوں کہ علوم قدیمہ کو مسلمانوں کی
ترقی کا سدراہ جانتا ہوں اور علوم قدیمہ میں سے بھی خاصکر لٹریچر کا سخت مخالف ہوں
مسلمانوں میں ازراہے نیشن (بحیثیت قومی) جتنی خرابیاں ہیں کل تو نہیں اکثر اسی
لٹریچر نے پیدا کی ہیں - یہ لٹریچر جھوٹ اور خوشامد سکھاتا - یہ لٹریچر واقعات اور موجودات
کی اصلی خوبی کو دباتا اور مٹاتا - یہ لٹریچر مبالغات اور مفروضات بے اصل کو فیکٹس
(واقعات) بتاتا - یہ لٹریچر نالایق و اہل کو سوز عشق سکھلاتا - اگر کسی نے اس زہر کو
چکھا ہے تو جینے پایا ہے اور اگر کسی نے سانپ کو کھلایا ہے تو جیسے آپ منتر پڑھا اس سے
کترایا ہے - اگرچہ بڑی عمر میں بوڑھے طوطے کی طرح آپ ہی آپ تھوڑی سی
انگریزی بھی پڑھ لی تھی لیکن میری طبیعت میں ایشیائی تعلیم کا رنگ رچ چکا تھا - انگریزی
پڑھنے سے اتنا تو ہوا کہ مجھکو ایشیائی لٹریچر کے عیوب معلوم ہونے لگے - مگر
مذاق جو تھا وہی رہا - اب بھی کوئی برجستہ شعر سن پاتا ہوں چاہے اسمیں کتنا ہی مبالغہ
خلاف قیاس کیوں نہو بے اختیار پھڑک اوٹھتا ہوں - یہ ساری خرابی بحث فارسی کی

پھیلائی ہوئی ہے - خیالات اور مضامین کے اعتبار سے تمام دنیا کے لٹریچروں میں
اس زبان کے لٹریچر سے بدتر اور کوئی لٹریچر نہیں - اسنے قومی مذاقوں کو ایسا
بگاڑا اور اسقدر تباہ کیا کہ ہم لوگوں کو واقعات میں مزہ نہیں ملتا اور چونکہ طبیعتوں
سے مناسبت سلب ہوگئی ہے سرکاری تعلیم مسلمانوں کو غذائے نامرغوب کیطرح
پچتی نہیں شاید سو طالب العلموں میں ایک بھی ایسا نہیں نکلیگا جو تاریخ اور جغرافیہ
اور طبیعیات پر دل لگاتا ہو - ایک ڈائرکٹر نے رپورٹ میں لکھا کہ مسلمانوں کے سر ہی
خدا نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مسلمان طالب العلم
ریاضی میں فیل (ناکامیاب) ہوتے ہیں - مسلمانوں کی تعلیم کی اصلاح میں مجھکو
سب سے زیادہ خدشہ اسی کا ہے کہ اونکی طبیعتیں کہیں مدتوں میں جاکر تعلیم جدید
سے مناسبت پیدا کرینگی - لٹریچر جسکی نسبت میںنے چند ریمارک کئے - مسلمانوں کی
تعلیم مروجہ کا جزو اعظم ہے - بعض و قلیل ہم (اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں) جنکو سر پر
دستار فضیلت کے لادنے کا شوق ہوتا ہے - زبان کے علاوہ کچھ علوم بھی پڑھتے
ہیں جنکا خلاصہ ہے معقولات - سو ہمارے یہاں کا معقول ایسی نامعقول چیز ہے کہ
اسکے پڑھنے سے انسان مخبوط العقل ہوجاتا ہے - میں اسکو تسلیم کرتا ہوں کہ ایک
حد تک معقول کا پڑھنا مفید اور کارآمد ہے - اس سے فکر رسا اور ذہن تیز ہوتا مطلب
کے مالہ اور ما علیہ اور اطراف و جوانب پر نظر احاطہ کرنے لگتی - مگر اوس میں تو
غل کرنا انسان کو منطقی - جھگڑالو - اور کٹ حجتی بناتا اور تحقیق حق سے باز رکھتا ہے
لٹریچر کی تو خیر ترقی ہی مسدود ہوئی ہے - معقولات کو میں دیکھتا ہوں علی شفا
جرف ھار یا (معدوم ہونے کے ترکیب) بڑے بڑے چھاپے خانے والے
جنکو اپنا بھاڑ جھونکنے کے لئے خشک و تر ہر طرح کے ایندھن کی تلاش رہتی ہے اب تو
وہ بھی معقولات کی کتابوں کو ہاتھ نہیں لگاتے کیونکہ انکی نکاسی نہیں پاتے - غرض نہ
کسی کے سنبھالنے سے نہ کسی کے بہکانے سے نہ کسی کے ڈرانے دھمکانے سے بلکہ دیکھنے
اور آزمانے سے مسلمانوں پر خود بخود پرانی تعلیم کا بھنڈا کھل گیا اور انگریزی پڑھیں یا نہ

پڑہنیا انگریزی پرائی تعلیم کو تو خیرباد کہہ چکے - غدر کے بعد سے ہم تو برابر یہی دیکھتے چلے آتے ہیں۔ جب کسی فن کا کوئی صاحب کمال مرا وہ فن بھی اوسی کے ساتھ رخصت ہوا - اب بہت زیادہ نہیں بیس برس پہلے کسکو توقع تھی کہ تعلیم کے متعلق مسلمانوں کے خیالات اسقدر جلد روبراہ ہو جائیں گے - جب سرسید احمد خان نے ابتداءً مسلمانوں کے رفارم کی چھیڑ چھاڑ شروع کی - باستثنا ہے معدودے چند جنکو سرسید احمد خان کے ساتھ زیادہ اختلاط تھا اور وہ ایمانًا اور صداقۃً انکے ارادوں کو مسلمانوں کی سچی خیرخواہی کے سواے دوسرے موقوٗ (اغراض) کیطرف منسوب کر نہیں سکتے تھے تمام ہندوستان کے مسلمان کنفس واحدۃ انکی مخالفت پر آمادہ ہوگئے اور جو نہ کہنا تھا سو کہا اور جو نہ کرنا تھا سو کیا - اون دنوں مسلمانوں کی عام شورش دیکھکر یہ خیال تو کئی بار میرے دل میں بھی آیا تھا کہ جب مسلمان رفارم کے ساتھ اسقدر مخالف ہیں تو بہتر ہوگا کہ اونکو اونکی حالت پر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ زمانہ اونکی اصلاح کرے فان الدھر احسن المودبین (یعنے زمانہ سب سے اچھا سکہلانے والا ہے) لیکن غور کرنے سے مجھکو اپنی غلطی پر تنبہ ہوا اور مینے سوچا کہ زمانہ یا دہر یا وقت ہے کیا چیز؟ تو وہ کوئی موجود منظر وافیہ مستقل بالذات ہے اور نہ اوسمیں تصرف کی قدرت ہے جو کچھ ہوگا اور جب کبھی ہوگا ہمارے ہی کرنے سے ہوگا چنانچہ سرسید احمد خان اپنی دُھن میں اپنا کام کئے چلے گئے - اول تو ہمارے یہاں قارمری ایسے کوڑے کوڑیوں ہو گزرے ہیں کہ اون کے ساتھ سرسید احمد خان کا مقابلہ کیا جائے لیکن جہانتک مجھکو رفارمروں کا حال معلوم ہے یہیں کے نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کے بھی - میں تو سرسید احمد خان کو بڑا خوش نصیب اور کامیاب رفارمر سمجھتا ہوں - انہوں نے ایسی جگہ ایک بیج بویا جہاں کی سرزمین اور آب وہوا کسی طرح اس بیج کو سازگار نہ تھی - انکی آبیاری سے وہ بیج جما اور اسکو نشو ونما ہوا اور انشاء اللہ وقت پر پھولے اور پھلیگا بھی کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزرع (جیسے کھیتی کہ کونپل نکلی پھر اوس میں جان پڑی پھر پٹی پھر کھڑی ہوگئی کہ کاشتکار لگے دیکھکر خوش ہونے) اور یہ سب کچھ انہی کی زندگی میں - علیگڈھ میں ابھات کہ

ثبوت مرکی موجود ہے۔ محمڈن کالج کو ایک متنفس کرنے پر آئے تو کیا کچھ کر سکتا ہے
اب ہمکو اور ہم ہی کو نہیں جو اس ہال میں جمع ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو سوچنا چاہئے۔ کہ
سر سید احمد خان میں کاہے کی خصوصیت ہے۔ کیا انکی لال ٹوپی میں پھندنے
کی جگہ سرخاب کا پر لگا ہے؟ نہیں۔ کیا یہ بڑے عالم متبحر ہیں؟ نہیں۔ کیا یہ بڑے
مالدار ہیں؟ نہیں۔ کیا انکو گورنمنٹ سے کوئی اقتدار خاص عطا ہوا ہے؟ نہیں پھر
انکے پاس وہ کیا لٹکا ہے جس سے مسلمانان ہند کی کایا پلٹ دی اور انکی ہسٹری ایک
نیا ایرا (واقعہ عظیم جس سے برسوں کا شمار کیا جائے جیسے مسلمانوں میں ہجرت)
شروع کرا دیا۔ وہ لٹکا ہے دل جوان کے سینہ میں لٹکا ہوا ہے۔ کسی کے
پاس ایسا دل ہو تو وہ بھی علیگڈھ کے محمڈن کالج کا سا شعبدہ کر سکتا ہے

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ابھی قوم کو ایسے بہت سے دلوں کی ضرورت ہے مقلب القلوب توفیق عطا
کرے۔ اگرچہ محمڈن علی گڈھ کالج فی حد ذاتہ بڑے فخر و نمود کی چیز ہے اور ابدالآباد
موبدۃً فخر و نمود کی چیز رہیگا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ تعلق وہ قومی تعلق جو
سر سید احمد خان کو اس کالج کے ساتھ ہے کم سے کم بیس پچیس برس سر سید احمد خان کو
اگر مرنا چاہیں بھی تو نہیں مرنے دیگا۔ مگر میری نظر میں علیگڈھ محمڈن کالج سے کئی درجہ
زیادہ سر سید احمد خان کے لئے فخر و نمود کی چیز یہ ہے کہ اونہوں نے مسلمانوں کو
ڈوبتا ہوا دیکھکر غل مچایا اور اونکو ورطۂ ہلاکت سے نکلنے کا راستہ بتایا بارے شکر ہے
کہ مسلمان بدیر سمجھے مگر سمجھے سے

لائے اوس بُت کو التجا کرکے
کفر توڑا خدا خدا کرکے

اَب مسلمانوں کو انگریزی سے نہ اگلی سی وحشت ہے نہ پہلا سا گریز ہے۔ العرض جو کچھ
ہوا اور جتنا کچھ ہوا بہت ہوا۔ امید سے زیادہ۔ توقع سے بڑھ کر۔ مگر ہائے اَب بھی

مسلمانوں کے درد کی دوا نہیں - اسوقت تک جتنی انگریزی پڑھائی جاتی ہے اسکی غرض وغایت ہے سرکاری نوکری - انگریزی پڑھنے پر بھی مسلمانوں کو سرکاری نوکریوں میں جو حصہ ملنے والا ہے وہ ایسا ہی ہوگا جیسے اونٹ کے مونہہ میں زیرہ - اول تو وہ نوکریاں ہی کتنی ہیں ایک انار اور پھر اونکے دعویدار صد بیمار - نہ ذات کی قید نہ پیشہ کا لحاظ نہ مذہب کی خصوصیت نہ ضرورت پر نظر - ایک عالم ہے کہ نوکری کے خبط میں گرفتار ہے - انگریزوں کے سارے انتظام اچھے ہیں مگر وضع الشی فی غیر محلہ (بے جگہ چیز کو رکہنا) راونڈ بال ان اے اسکوئر ہول (چوکور سوراخ میں مدور گولی) انھوں نے اپنے ملک پر قیاس کرکے نوکری کو عام کردیا اور یہ نہ سمجہا کہ یہاں نوکری ایک پیشہ ہے اور پیشہ دخل ذات - پس نوکری کا عام کرنا گویا ذات کے امتیاز کو مٹانا اور سوسائٹی کے قدیم کانسٹیٹیوشن (بناوٹ) کو بگاڑنا ہے - جو اعتراض نوکری کی تعمیم پر ہے وہی مع شیئی زائد تعلیم کی تعمیم پر بھی ہے کنجڑے بھٹیارے - نائی - قسائی - دھوبی - گھسیارے - درزی - خانسامان - خدمتگار - بلکہ بھنگی تک پڑھنے پر اوتر پڑے - لکھ پڑھ جانے سے کمینوں کی تو سوسائٹی میں کچھہ بھی عزت نہ بڑہی - مگر ان نااہلوں نے علم کو ذلیل کردیا - ؎

ہر چہ گیرد علتے علت شود

میرے والد مرحوم مجھے بچپن میں سمجہایا کرتے تھے کہ بیٹا علم تمنا سے شرافت ہے - اونکے یہ الفاظ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں - اب اوسی تمغا سے شرافت کو دیکھتا ہوں چینی کے ٹمنوں سے زیادہ بے قدر - جس قلی مزدور نے چاہا ایک پیسے کے درجن بھر خریدے اور کوٹ میں ٹانک پھرا - منجملہ چند در چند قباحتوں کے جو تعمیم تعلیم سے پیدا ہوئیں اور ہوتی چلی جارہی ہیں بڑی قباحت یہ ہے کہ پیشہ نوکری ہندوستان میں ہمیشہ سے رہا ہے معزز - جو شخص ذرا سی بھی شدبد کرلیتا ہے نوکری کے سوائے دوسری شئے کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتا - نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے پیشوں میں پیشہ وروں کی تعداد برابر گھٹتی چلی جاتی ہے اور جتنے لوگ دوسرے پیشوں کو چھوڑتے جاتے ہیں

وہ سب نوکری میں گھستے جاتے ہیں۔ پس اگر مسلمانوں نے سرکاری نوکری کے لالچ میں آکر انگریزی پڑھنی شروع کی ہے اور مجھے خوب معلوم ہے کہ جنہوں نے پڑھی اسی غرض سے پڑھی اور جو پڑھ رہے ہیں اسی غرض سے پڑھ رہے ہیں۔ اگرچہ کہتے ہوئے میرا جی کڑھتا ہے مگر بلے کہے رہا ہی نہیں جاتا کہ امتحان میں اگر فیل (ناکامیاب) نہ بھی ہوں تو اس موقع میں اکثر ضرور فیل ہونگے کہ اسواسطے کہ اسٹور (گودام) کھچا کھچ بھرا پڑا ہے اور ڈمانڈ (مانگ) ہے۔ مگر سپلائی (رسد) کے مقابلے میں گویا کہ نہیں۔ اگرچہ خطر ناکامی سبھی کے لئے ہے مگر روپیہ میں دو آنے ہندو تو چودہ آنے مسلمان۔ کیونکہ مسلمانوں نے انگریزی کے شروع کرنے میں اسقدر دیر کی کہ ہنود چھوٹی بڑی تمام سرکاری خدمتوں پر قابض ہو چکے تھے۔ علاوہ برین گورنمنٹ سروس کا بڑا حصہ سب آرڈینیٹ سروس (آدنے درجہ کی نوکری) جس میں تھوڑا بہت ابتذال عا پرونا چار انگیز کرنا پڑتا ہے۔ اور ہم مسلمانوں کا حال جلی ہوئی رسی کا سا ہے کہ راکھ ہوگئی مگر بل نہیں گئے۔ سخت بات کی سہار نہیں۔ خوشامد ہمارا قومی شعار نہیں ؎

ہم خستہ جان ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر
تیوری چڑھائی تو نے کہ یاں دم نکل گیا

غرض جس طرح پر تعلیم اب ہو رہی ہے اسکا لازمی نتیجہ بیدلی جسکو ام المقاسد (تمام خرابیوں کی ماں) سمجھنا چاہئے۔ بار بار سر سید احمد خان کا نام لیتے ہوئے میری طبیعت مضائقہ کرتی ہے کہ مبادا کوئی کریم النفس خیال کرے کہ جس طرح لکھنؤ کے مرثیہ خوان بناتے ہوئے بسورنے والوں کو مجلسوں میں ساتھ ساتھ لئے پھرتے ہیں کہیں اسی طرح سر سید احمد خان مجھکو تو اپنے ساتھ نہیں لائے۔ لیکن اگر خدا کسی کے دماغ میں ایسی برکت دے کہ ہر ایک سفید چیز کی طرف سب سے پہلے اوسی کا ذہن منتقل ہوا کرے تو کیا خدا کا ہاتھ پکڑا جا سکتا ہے ؎

حکمت محض است اگر لطف جہان آفرین
خاص کند بندۂ مصلحت عام را

جو علاج مسلمانوں کے ریفارم کا مضمون سب سے پہلے سرسید احمد خان کو سوجھا اسیطرح ایجوکیشنل کانگریس کی ابتدا انہی سے ہوئی - اور اگر اوس میں کامیابی ہوئی اور امید ہے کہ ہوگی اور ضرور ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اقبال کی صبح کے طلوع کا وقت قریب آگیا کیونکہ تعلیم ہی ایک چیز ہے جو دنیا اور دین دونوں کی درستی کی کفیل ہو سکتی ہے -

اگر تعلیم کو ہم ایک مقدمہ فرض کریں تو اسکی روداد ایسی صاف اور سلیس ہے کہ جو فیصلہ اسپر صادر کیا جائے مختلف فیہ ہو نہیں سکتا - ہمکو چاہئے کہ پہلے اہل یورپ کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کریں - ہم دیکھتے ہیں کہ جو سامان مبدا فیاض نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کی آسایش کے لئے مہیا کئے ہیں ہمکو اون میں سے اکثر شیر کا حصہ ملا ہے - ہماری جیسی سرزمین - ہماری جیسی آب و ہوا - ہمارے جیسے موسم - ہماری جیسی پیداوار - غلے - میوے - درخت - پھول - پھل - ہمارے جیسے حیوانات - ہمارے جیسے معادن کوئی چیز بھی تو اہل یورپ کو نصیب نہیں اس روسے چاہئے تھا کہ ہم خوشحال ہوتے اور اہل یورپ تنگدست - ہم محتاج الیہ ہوں اور اہل یورپ محتاج - لیکن معاملہ منعکس ہے سلطنت کو بھاڑ میں ڈالو - اور اس کمبخت کا نام نہ لو - یوں دیکھو کہ ہندوستان اور یورپ میں باہمی لین دین کا کیا رنگ ہے - وہ رنگ یہ ہے کہ ایک آدمی ہے نہ زندہ نہ مردہ بلکہ سسکتا ہوا نیم جان ضعیف و ناتوان - اوس بیچارے کو اس کثرت سے جونکیں لپٹی ہوئی اوس کا خون پی رہی ہیں کہ کوئی مسام جونک کے موہنہ سے خالی نہیں اور جونکیں بھی کاغذی نہیں بلکہ بڑے قسم کی جو بھینسا جونک کہلاتی ہیں - آپ سمجھے کہ اس تمثیل سے میری کیا مراد ہے - وہ نیم جان آدمی ہندوستان ہے - خون ملکی دولت - اور جونکیں اہل یورپ - یہ سمجھنا ایک نادان بلکہ بے ایمان آدمی کا کام ہے کہ انگریز بزور حکومت ہماری دولت گھسیٹے لئے چلے جاتے

ہیں - ذرا ٹریڈ اور کامرس (تجارت) اور امپورٹ اور اکسپورٹ (مال کی درآمد برآمد)
کی رپورٹیں پڑھو اور فنانشیل سکرٹریٹ سے سالانہ بجٹ (تخمینہ جمع و خرچ) کے نقشے
لیکر دیکھو - مگر خبردار نقشے مانگنے جاؤ تو اتنی بات ضرور جتا دینا کہ ہم نیشنل کانگریس والے
نہیں ہیں تو معلوم ہو کہ سلطنت کی راہ دولت رِس رہی ہے تو ٹریڈ (تجارت) کیطرف
بند ٹوٹا ہوا ہے - ہماری اور اہل یورپ کی تجارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم خریدنے والے
ہیں اور اہل یورپ بیچنے والے - بیشک ہندوستان سے بھی بہت سا مال یورپ
کو چلا جاتا ہے مگر مینوفیکچرڈ (تیار کیا کرایا) نہیں بلکہ راہ میٹریل (غیر تیار شدہ اشیاء)
کہ جیسا پیدا ہوا ہوں کا توں یورپ چلا گیا - اہل یورپ نے اوسکو اپنی ہنرمندی سے
بنایا سنوارا اور اضعافا مضاعفہ نفع پر پھر اوٹا ہمارے سر مارا - اہل یورپ
نے ساری تجارت کو اپنی مٹھی میں کرلیا ہے جیسے شیر کہ اوس نے شکار مارا اور گودا اور
خون جو جو چیزیں عمدہ اور مزہ کی تھیں - آپ کھائیں پین خالی ہڈیاں لومڑی کے لئے
چھوڑ دیں کرلے انگوٹھی چچوڑا کر - دلی میں اسوقت غلے کی بڑی بھاری منڈی کھاری
باولی ہے - بندہ کا غریب خانہ اِسی منڈی کے متصل ہے - صبح ہوئی اور دن چڑھتے
چڑھتے رالی برادرز (نام تجاران انگلستان) کے گماشتے بازار میں آ بھرے اِس
بازار میں کثر اوقات اسطرح کی چہل پہل رہتی ہے کہ راستہ نہیں ملتا - ہجوم کرنے والوں
میں وہ محتاج لوگ بھی ہوتے ہیں جو چھاج اور جھاڑو لئے ہوئے گرے پڑے والے
دُنکے سوہرتے پڑے پھرتے ہیں - میں جب جب ان مصیبت مندوں کو دیکھتا ہوں
بے اختیار جی میں خیال آیا کرتا ہے کہ ہزارہا من غلہ پڑا تل رہا ہے - مگر ان کی قسمت کے
دانے ہیں - اسی طرح یورپ کی تجارت میں ہر روز لاکھوں کروڑوں کے وارے نیارے
ہوتے ہیں - ہمارے حصے میں کیا آتا ہے کوڑیاں یا خوب گہرے ہو گئے تو پیسے -
یورپ کی اصلی اور حقیقی عظمت - اصلی اور حقیقی ہنرمندی - اصلی اور حقیقی دولت کا
اندازہ بے یورپ گئے نہیں ہو سکتا - ہرگز نہیں ہو سکتا - وہ صدہا ہزار انواع و
اقسام کے کارخانے - وہ صدہا ہزارہا انواع و اقسام کی کلیں وہ صدہا ہزارہا عالیشان

عمارتیں سٹرکیں ۔ پل ۔ ٹنل (سرنگ) انڈرگرونڈ (زیرزمین) ریلوے ۔ ڈاکس ۔ اسٹیمرز ۔ مارکٹس (بازار) پلیسز (ایوان) پارکس گارڈنز (باغ) میوزیمز (عجائب خانے) چرچز (گرجا گہر) اور کیا اور کیا کیونکر ہندوستان میں اوٹھکر آجائیں کہ ہم اونکو دیکھیں مگر جسقدر یہاں ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے اس سے تو اتنا بھی کوڑ مغز سے کوڑ مغز اور متعصب سے متعصب بہی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہم کسی دنیاوی برتری میں انگریزوں کے ساتھہ لگا نہیں کہا سکتی ۔ اچھا اب دوسری بات ہمکو یہ دیکہنی ہے کہ انگریزوں میں یہ ہنرمندی یہ صناعی یہ قوت ایجاد آئی تو کہاں سے آئی اور کیونکر آئی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزوں کے سارے کمالات اِس ایک صفت پر متفرع ہیں کہ سب کے سب بڑی سرگرمی کے ساتھہ واقعات نفس الامری کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں یعنی ان کی طبائع میں قوۃ استقراء بالنسبتہ الی سائر الناس (جزئیات سے کلیہ قاعدہ بنا لینے کی قوت بہ نسبت اوروں کے) غالب ہے اور ہو نہو لوکل سرکمسٹانسز یعنی مقامی حالات نے ان کے اس سنس (حواس) کو تیز کیا ہوگا ۔ نسسٹی از دی مدر آف اِنوِنشن (ضرورت مادر ایجاد) انکی سرزمین ضروریات زندگانی کے مہیا کرنے کے قابل نہ پہلے تہی اور نہ جیسی چاہئے اب ہے آیندہ کسی تدبیر سے ضروریات زندگانی کیسی اگر خود شجرۃ الحیات (درخت زندگی) ہی اِس سرزمین میں پیدا ہونے لگے تو تعجب نہیں ۔ کارخانہ دنیا کا انتظام اِسی قاعدہ پر مبنی ہے کہ مخلوقات میں جسقدر جسکی ضرورتیں کم اوسیقدر ڈل (کاہل) اور ضعیف العقل ۔ اگر انسان گہاس پھوس سے اپنا پیٹ بھر لیا کرتا اور گرمی سردی برسات سے متاذی نہوتا تو ایک گدہے جتنی عقل اسکو کفایت کرتی اور اتنی ہی اسکو ملتی بھی ۔ مگر نیچر (فطرت) نے ایک طرف انسان کو سازوسامان زندگی کے عطا کرنے میں مضایقہ کیا تو دوسری طرف عقل سے اسکی تلافی کر دی ۔ اگر یہ استدلال صحیح ہے تو ایشیاٹک قومیں خلقۃً اہل یورپ کے مقابلہ میں کاہل اور کم عقل ہیں ۔ میں شاید اپنے بیان کے قصور کی وجہ سے اپنا ما فی الضمیر اچھی طرح آپ صاحبوں کے ذہن نشین نہیں کر سکا ۔ فرٹی مور پلین (زیادہ وضاحت کے ساتھہ)

میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ قوم کو ایسی تعلیم دینی چاہتے ہیں کہ اسکے ذریعہ سے قوم کی
حالت درست ہو جیسی کہ اہل یورپ کی ہوئی تو یہ مشکل آپ کی نصیب العین -
(آنکھ کے سامنے) رہنی چاہیئے کہ میری سمجھ کے مطابق قوم کی طبیعت میں اسکا تقاضا
محض نہیں یا اگر ہے تو اسقدر ضعیف ہے کہ اسکو قوی کرنا ویسا ہی دشوار ہے جیسا کہ
نئے تقاضے کا طبیعت میں پیدا کرنا تعلیم مروجہ سے چاہے وہ سرکاری کالجوں کا
ہو یا علی گڈھ محمڈن کالج کی مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مشکل کو اسوقت کی نظر سے
نہیں دیکھا گیا جسکی وہ مستحق ہے - علیگڈھ محمڈن کالج کو سرکاری کالجوں پر کچھ مزیت
ہے بورڈوں کا بڑا اہتمام ہے - مسلمانوں کے تالیف قلوب کی بھی کچھ رعایت کیگئی
ہے - مگر ان باتوں کو نفس تعلیم میں جسپر میں بحث کر رہا ہوں کچھ مدخل نہیں - جہانتک
مجھکو علم ہے علی گڈھ محمڈن کالج کی جماعتوں کا اسٹینڈرڈ اور سرکاری کالج کی جماعتوں کا
اسٹینڈرڈ نہ صرف یکسان بلکہ متحد ہے - پس تعلیم مروجہ تمام برٹش انڈیا میں قریب قریب
ایک ہی طرز کی ہے - اِس طرز پر جتنے لوگوں نے آجتک تعلیم پائی ہے انکا مجموعی شمار
بھی کچھ ایسا کم نہیں - لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ملک کی حالت پر خود تعلیم یافتہ لوگوں کے
مائنڈز (دلوں) پر اس تعلیم کا کیا اثر مفید مترتب ہوا ایک کا جواب ہے نِل (نہیں)
دوسرے کا نن (کچھ نہیں) برٹش انڈیا ماشاء اللہ اتنا بڑا وسیع اور آباد ملک
اور مدتوں سے تعلیم کا چرچا لیکن کوئی صاحب مہربانی فرما کر بتائیں کہ شروع سے لیکر آجتک -
کسی پاس شدہ اسٹوڈنٹ نے کسی قسم کی کوئی کل نکالی ؟ کسی چیز کی کان دریافت کی ؟ -
فلاحت کے پرانے دقیانوسی دستوروں میں کسی دستور کو بدلا - ؟ حیوانات میں سے
کسی حیوان کی نسل کو درست کیا ؟ اپنے بھائی بندوں میں ڈومسٹک اکانومی (خانہ داری
میں کفایت شعاری) پھیلائی ؟ لوگوں سے سینٹری رولز (صفائی کے قاعدے)
کی تعمیل کرائی ؟ تجربہ و استقرا کر کے موالید ثلثہ میں سے کسی ایک چیز کا
کوئی نیا خاصہ تحقیق کیا ؟ کوئی سی دو چیزوں علاقہ علیۃ و معلولیۃ ثابت کر دکھایا ؟ یہ نہ
سہی اپنی ایجوکیشن (تعلیم) سے کسی اور طور پر پبلک کو نفع پہونچایا ہو تو بتاؤ از برائے خدا

بتاؤ کر ذرا ابیرا بھی جی خوش ہو جائے - پبلک کو نفع پہونچانا تو درکنار ابھی سے لوگوں نے
جھینکنا شروع کر دیا ہے اور ابھی سے جھینکنے لگے کہ تعلیم مروجہ سے خود پڑھنے والوں کی
کاربراری نہیں ہوتی اور واقع میں یہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ اونچی دوکان پھیکا
پکوان - سرکاری نوکری کے علاوہ اور ہیں بھی کس مصرف کے - اور اگر انکو
نوکری نہ ملے اور نہ ملنے کے احتمالات زیادہ اور قوی تر ہیں تو یہہ بیچارے
مصیبت کے مارے روٹیوں کو محتاج معاش سے تنگ مرتا کیا نہ کرتا عذاب ہونگے
اپنے حق میں - اپنے خاندان کے حق میں - سوسائٹی کے حق میں - اور بھی گورنمنٹ
کے حق میں -

اَب میں اپنے خیال کے مطابق یہ بات دکھانی چاہتا ہوں کہ تعلیم مروجہ میں کس چیز
کی کسر ہے اس غایت ہی کسر ہے ادھوری نا تمام ہے میں اسوقت کے تعلیم یافتوں کو بڑی عزت
کی نگاہ سے دیکھتا ہوں - اون کو ہر طرح کی تحسین اور توقیر کا مستحق بتاتا ہوں اور ہر چند
ساری عمر میں نے بھی یہی پاپڑ بیلے ہیں - مگر میں صاف دل سے ان کو اپنے اوپر ترجیح
دیتا ہوں - میری طالب العلمی کے زمانے میں تو بی - اے - اور ایم - اے کے کچھ
بکھیڑے تھے نہیں اور خدا نے مجھکو اس دردسری سے بچایا ہے کہ اپنے نام کے
ساتھہ کسی خطاب کا دم چھلا لگاؤں لیکن میں اسکا معترف ہوں کہ اگر مجھہ سے ایسے کڑے
کڑے امتحان لئے گئے ہوتے تو میں ضرور فیل (ناکامیاب) ہوتا - میری طبیعت
ہی خدا نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائی - مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس زمانے
میں میں ڈفرنشل اینڈ انٹگرل کیلکیولس پڑھتا تھا - اقلیدس کے ابتدائی مقالوں کے
سیدھے دعوؤں اور جبر و مقابلے کی مشکل مساواتوں کو حل نہیں کر سکتا تھا کیا یہ بے مناسبتی
اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ میرا دماغ - میرا حافظہ - میرا ذہن یعنی میں پورا اور پکا
مسلمان ہوں - ہاں تو غرض یہ ہے کہ مجھکو تعلیم مروجہ کے نقصان دکھانے منظور ہیں
تعلیم یافتوں کی اہانت مقصود نہیں - تو کوئی تعلیم یافتہ اس سے برا نہ مانے کہ میں قوم آجکل
کے بڑے سے بڑے تعلیم یافتہ کو بھی اس مثل کا مصداق سمجھتا ہوں جیک آف آل ٹریڈ ماسٹر

آف نن (سب کچھ جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے) انسان کے مانند (دل) کا حال
بھی قریب قریب اسکے معدے کا سا ہے اگر کوئی شخص اوپر تلے اناپ شناپ کھانا
ٹھونستا چلا جائے تو نہ معدہ اسکے ہضم پر قادر ہوگا اور نہ کھانا تغذیۂ بدن کرے گا
اسی طرح اگر کوئی طالب العلم پڑھنے میں اوورکریمنگ (طوطے کی طرح سے حفظ کرنا)
کرتا جائے جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے یقیناً وہ اسکو ڈائجیسٹ (ہضم) نہیں کر سکیگا اور
نہیں کر سکتے اور نہ ایسا پڑھنا اسکے لئے مفید ہوگا اور نہیں ہوتا۔ کسی کا کیا اچھا مقولہ
کبھی کا نظر سے گزرا ہوا یاد ہے سم تھنگ آف ایوری تھنگ اینڈ ایوری تھنگ آف
سم تھنگ (یعنے ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا اور کوئی چیز ساری ہی)۔ بس مجھ سے
پوچھتے ہو تو تعلیم میں اس قاعدے کی حرفاً حرفاً تعمیل ہونی چاہئے۔ طریقہ مروجہ میں سم
تھنگ آف ایوری تھنگ (ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا) کا نباہ تو خوب کیا جاتا ہے
مگر ایوری تھنگ آف سم تھنگ (کوئی چیز ساری ہی) کا مطلق خیال نہیں۔ اور یہی وجہ ہے
کہ اس طریقے کے مطابق جتنے لوگوں نے تعلیم پائی ان میں کوئی شخص کسی شعبے کا
کامل فن نہوا۔ جسطرح فی المثل درخت مثمر کی رسیدگی کا ایک وقت ہوتا ہے کہ اس سے
پہلے اوس میں پھل نہیں آتا اس طرح درخت علم کو بے کمال کے رسیدگی نہیں ہوتی
اور نہ اس سے کسی فائدے کی امید کی جاسکتی ہے علم شے بہ از جہل سے شبہ
کے اعتبار سے دیکھو تو ادنے سے ادنے درجہ کی تعلیم بھی خالی از منفعت نہیں مثلاً
گروہ کاشتکاران اگر اتنا لکھنا پڑھنا اور لیکھا کرنا سیکھ لیں کہ پٹواری مغالطہ دہی اور
زمیندار زیادہ ستانی نہ کر سکے تو اس سے کسکو انکار ہے کہ اتنی ہی استعداد علمی
کاشتکار کے لئے مفید نہوگی اور کون کہتا ہے کہ کاشتکاروں کو اسقدر تعلیم جسکی
وہ سخت حاجت مند ہیں نہ دی جائے لیکن گفتگو اس میں ہے کہ اگر ہندوستان کو
یورپ کی طرح ترقی دینا منظور ہے تو آیا ویسی ترقی اور ویسی کیا مذکور ہے اسکی آدہی
پاؤ بھی اس تعلیم کے ذریعہ سے ہو سکے گی یا نہیں۔ مجھکو اسکا کامل اذعان ہے کہ
علوم جدیدہ کے ہر شعبے کے کامل فن تیار نہوں گے۔ ہندوستان حضیض نکبت سے

ایک انچ کی قدر بھی تو اوپر کو نہیں اُبھر سکتا۔ اور جب ہمارے طالب العلم کمال فن کی لذتوں سے آشنا ہونگے تو سمجھیں گے نوکری کتنی ہی بڑی کیوں نہو خسیس ترین منفعت ہے جسکی ایک کامل فن توقع کر سکتا ہے۔ جو لوگ اسوقت علوم جدید کے حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ انکے بزرگ۔ انکے خیرخواہ۔ انکے اوستاد۔ انکے محسن بہتیری نصیحتیں انکو کرتے ہونگے۔ مین ایک اجنبی آدمی ہوں نہ کچھہ غرض نہ مطلب حسبۃً للّٰہ ایک نصیحت میں بھی کئے دیتا ہوں یاد رکھوگے تو یاد کروگے ؎

کسب کمال کن کہ عزیز جہان شوی
کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من

تعلیم مروجہ کا ایک نقصان اور وا تممت علیکم نعمتی نہیں مجھی (اوس دین اپنی محبت مجھپر تمام کرچکا) ہندوستانیوں کی طبیعتیں خلقۃً کانسروٹیو (پرانی باتوں پر قایم رہنے والی) واقع ہوئی ہیں۔ یہ نقال ہیں نہ موجد۔ نواح دہلی میں ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو ہزار برس پہلے کی عمارتیں موجود ہیں۔ اپر چھکڑوں اور رہلوں کی تصویریں بنی ہیں۔ وہ حال کے چھکڑوں اور رہلوں سے اسقدر مشابہ ہیں کہ گویا انہیں کو دیکھکر بنائے گئے ہیں۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے کہ باوجودیکہ چھکڑا اور رہل روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں ہیں مگر کسیکا ذہن منتقل نہیں ہوا کہ ان میں ایک کیل یا ایک کانٹا گھٹاتا بڑھاتا۔ پس بدون پریکٹکل سائنس (علوم عملی) کے ہرگز توقع نہیں کہ ہندوستانی اُنچ کی لیں۔ یہ تو ایسے احدی ہی بندے ہیں کہ لادو لدا دو اور لا دینے والا ساتھہ دو نت کہیں جگہ سے ہیں تو نہیں۔ تعلیم کا ضمیمہ ایک ایک اعتبار سے اوسکا اسقدر مہر زبان ہے۔ علوم جدید جنکا ضروری ہونا اب باجماع قوم مسلم ہو چکا ہے ولایت میں پیدا ہوئے اور وہیں اون کا توالد تناسل جاری ہے۔ انکی مادری زبان انگلش (انہی ملک) کی زبان ہے اور ہونی چاہئے۔ ہم لوگوں کو تو فضول اور لایعنی مباحثات میں بڑا مزہ ملتا ہے۔ مدتوں لوگ اسی بات میں جھگڑتے رہے کہ علوم جدیدہ کو انکی اصلی زبان

میں سیکھا چاہئیے یا ترجمے کے ذریعے سے اپنی بولی میں۔ بہتوں کی یہی راے تھی
بعض کی اب بھی ہے کہ انگریزی اجنبی زبان ہے کہ اسکے سیکھنے میں بڑی دیر لگے
یہ لوگ قومی خیر خواہی کے جوش میں اسقدر مستعجل تھے کہ زبان انگریزی کے سیکھنے تک
صبر نہیں کرسکتے تھے۔ مارے گھبراہٹ کے اونہوں نے ترجمے کی مشکلات پر مطلق
نظر کی۔ انہوں نے دیکھے تھے۔ شمس العلما خان بہادر مولوی محمد
ذکا اللہ صاحب کی اردو کی یوکلڈ (اقلیدس) اردو کا الجبرا (جبر و مقابلہ) کہ
اے کی جگہ الف اور بی کی جگہ ب۔ ایکس کی جگہ لا اور وای کی جگہ ی رکھدینے
سے خاصی طرح کام چلتا ہے۔ سمجھے کہ لوگوں کو انگریزی کے انتظار میں بٹھلانا کیا ضرور۔
باٹنی (علم نباتات) یا کمسٹری (علم کیمیا) کا کوئی چھوٹا سا رسالہ لیکر بیٹھتے اور ایک دو
چیپٹر (باب) کا ترجمہ کرتے تو حقیقت کھلتی کہ علوم جدید کا اردو میں لانا جوئے شیر
کا لانا ہے یہ لوگ اپنی راے کی تائید میں یونانیوں اور اہل عرب اور انگریزوں کے شواہد
پیش کرکے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب جب کسی قوم نے علم میں ترقی کی ہے اپنی ہی
زبان کے پڑھنے سے کی ہے۔ ہم ایسے ڈھکوسلے نہیں سنتے جن قوموں سے استشہاد
کرتے ہو اپنی ترقی کے زمانے میں حکمران بھی رہے ہیں۔ ہمکو ایسی قوم کی نظیر دکھاؤ۔
جو ہماری طرح فارنرس (اقوام اجنبی) کی محکوم رہی ہو۔ میں اسکو تسلیم کرتا ہوں کہ ہندوستانیوں
کو انگریزی کا سیکھنا دشوار ہے اور ہماری اور انگریزی کی کچھ خصوصیت نہیں ہر شخص کو
فارن لینگویج (اجنبی زبان) کا سیکھنا دشوار ہوتا ہے۔ انگریزوں ہی پر نظر کرو۔ کہ
پچیس پچیس۔ تیس تیس برس اس ملک میں آکر رہتے اور ہر وقت گھر پر کچہری میں
اردو کے الفاظ سنتے باایں ہمہ شاذ و نادر کوئی انگریز ہوگا بلکہ تلفظ کے اعتبار سے تو
میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک بھی نہیں جو ہم ہندوستانیوں کیطرح اردو کا ایک چھوٹا سا جملہ
بھی بول سکے۔ میرے ایک بڑے معزز دوست جو ولایت میں رہ آئے ہیں
بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب پنشنر کسی کلب میں اپنے دوستوں سے روبرو بیان
کررہے تھے کہ ہندوستان عجیب ملک ہے اور سب سے زیادہ عجیب اسکی زبان ہے

کر ایک لفظ کے کئی کئی معنے مثلاً "چہا" (لی - چار) "چہا" (فوز - چار) "چہا" (ول - کنواں) "چہا" (ڈزائر - خواہش) "چہا" (اسے کانڈآف بروز - چہا) "چہا" (ٹوکوز - چہانا) "اچھا" وتہہ اسے سلائٹ ڈفرنس (تھوڑے اختلاف سے) (پکل - اچار) انیڈگڈ - اچھا - لیکن فارن لینگوج (اجنبی زبان) میں جو دشواری ہوتی ہے کمال زبان دانی کی ہوتی ہے - جتنی انگریزی علوم کے سمجھنے کو درکار ہے میرے نزدیک چنداں مشکل نہیں - میںنے ترجمے کا کام کیا ہے اور مجھکو اردو کی وسعت معلوم ہے - میری ہمت تو قصور کرتی ہے کہ انگریزی کی کسی علمی کتاب کا ترجمہ کر دوں -

میر انشا اللہ خاں جہاں اور مسخراپن کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اون کے سر میں یہ خبط سمایا کہ لاؤ عربی کے منطق کو اردو کریں تو مصطلحات کے کیسے کیسے ترجمے مغز سے اوتارے ہیں موجبہ کلیہ پورا جوڑ - سالبہ کلیہ - پورا توڑ - عموم و خصوص مطلق اکہری اونچ نیچ عموم خصوص من وجہ دوہری اونچ نیچ وقس علے ھذا میں نہیں سمجہتا کہ انگریزی کے مصطلحات العلوم کا کسی سے ایسا بھی ترجمہ کر سکے - بہلا مصطلحات جوں توں کر کے گہڑ سے بھی تو آلات اور کلوں کے کیل پرزوں اور چیزوں کے ناموں کا کیا علاج - آخر او ن کو تو چار و ناچار ہو ہو کہنا ہی پڑے گا - پھر طرز کتابت ماشاء اللہ ایسا عمدہ کہ انگریزی پرونسی الیشن (تلفظ) کی کسی طرح اوسمیں کھپت ہی نہیں - الغرض جس شخص نے انگریزی علوم کو اردو کرنیکا ارادہ کیا ع

دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست *

میں سمجہتا ہوں کہ ترجمے سے زیادہ تو یہ آسان ہے کہ کہیں سے کوئی میجک وانڈ (جادو کی چھڑی) ہاتھ آ جائے تو لنڈن کو ہی یہاں اوٹھا لائیں - میں ترجمے کا کچھ اسوجہ سے مخالف نہیں ہوں کہ ترجمہ ہو نہیں سکتا - یا بہتر نہیں ہو سکتا - اگر ترجمہ عمدہ سے عمدہ اور بہتر سے بہتر بھی ہو سکتا تاہم میں انگریزی علوم کا انگریزی ہی زبان میں پڑہنا

پسند کرنا - انگریزی ایسی بری طرح پیچھے جہاڑ کر ہمارے پیچھے چمٹی ہے کہ آپ اس سے تحرز ممکن نہیں ہے - ع

درستانی بہ ستم میرسد

دیا سلائی کے بکس پر - چاقو پر - مقراض پر - پنسل پر - قلم کے ہولڈر پر - نبز پر - خط لکھنے کے کاغذ پر - لفافہ پر - کارڈ پر - غرض ہر انگریزی چیز پر - کسی انگریزی آفس مثلاً ریلوے سٹیشن میں جاؤ تو دروازے دروازے پر ریل کی گاڑیوں پر جدہر دیکھو انگریزی منی آرڈر - ٹیلیگرام - ویلیو پے ایبل پارسل - بلٹی - سب کے فارم انگریزی بہلا تو انگریزی عملداری ہے - انگریزی جسقدر پاؤں پہیلائے اسکا گھر ہے تعجب سخت تعجب کی بات تو یہ ہے کہ روم اور فارس کے اخباروں میں اسقدر انگریزی الفاظ ہوتے ہیں یا فرانسیسی کہ وہ بھی انگریزی کے قریب قریب ہے کہ جسکو انگریزی نہیں آتی ان اخباروں کو سمجھہ نہیں سکتا - حضرت شاہنشاہ ایران سیر انگلستان کو تشریف لیگئے تھے - حضرت کا روزنامچہ شاید فارسی کے کورس میں بھی داخل ہے اس کا بھی وہی حال ہے جو خاص طہران کے اخبار فارسی "اختر" اور جو خاص قسطنطنیہ کے اخبار عربی "الجوائب" کا ہے - ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

تو جب ہمکو انگریزی چار و ناچار سیکہنی ہے کیا فائدہ کہ علوم انگریزی کو اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کا قصد کریں - جبکہ اس قصد کا انجام معلوم ہے - ٹوٹل فیلیور (ناکامی محض) -

ہرچند مینے آپ صاحبوں کی سامعہ خراشی بہت کی اور سیکیولر ایجوکیشن (دنیوی تعلیم) کے متعلق جو کچہہ مجہہ کو کہنا تھا کہہ چکا - لیکن مجہکو مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے بارے میں کچھ کہنا چاہئے - اگرچہ تھوڑی ہی کیوں نہو - اگر مذہبی تعلیم محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے پروگرام میں داخل ہے تو میں سمجہتا ہوں سکنڈری کوسچن کے طور پر ہوگی - جیسے طالب العلموں کے کورس میں سکنڈ لینگویج - یعنی کانگریس کا اصلی مطلب تو یہ ہے

کہ مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم کی اصلاح ہو مگر دیکھتے ہیں کہ دنیاوی تعلیم کا پہیہ مذہبی تعلیم کی چکنائی کے بدون آسانی اور تیزی کے ساتھ چل نہیں سکتا - ناچار مذہبی تعلیم کو بھی اپنے نامہ اعمال میں بڑھا لیا - ع

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر *

اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو میرے نزدیک کانگریس کی کارروائی ناقص ہے - اور اسکی تدبیر ناکافی - مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم سے کئی درجے بڑھکر انکی مذہبی تعلیم محتاج اصلاح ہے - مذہب اسلام ایبسٹریکٹ (abstract) ریلیجن ہے کہ اسکو دنیاوی امور سے کچھ سروکار نہو - شارع اسلام اٰتاہ اللہ الفضیلۃ والدرجۃ الرفیعہ (اللہ نے اوسکو بزرگی اور بہت عالی درجہ دیا ہے) ہمکو ایک کوڈ (مجموعہ قوانین) حوالہ کر رہے ہیں کتاب اللہ مدون بین الدفتین (اللہ کی کتاب دو دفتوں کے بیچ میں) جو مشتمل ہے معاش اور معاد - اور اوامر - نواہی اور معتقدات اور عبادات - اور معاملات - اور اخلاق - اور آداب معاشرت و سیاست مدن - اور سیاست منزل - اور تاریخ - اور مواعظ - سب پر ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (کوئی تر و خشک نہیں ہے مگر قرآن میں ہے) اب میں سب سے پہلے ان مسلمانوں سے جنکا روان روان فوارہ حمیت اسلامی ہے پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے فی عمرہم ایک بار کتاب اللہ کو شروع سے آخر تک سمجھ کر پڑھا - تم کہو سو میں ایک - میں کہونگا ہرگز نہیں - تم کہو ہزار میں ایک میں کہونگا ہرگز نہیں تم کہو دس ہزار میں ایک میں کہونگا نہیں - اسی طرح تم بڑھتے جاؤ اور میں نہیں نہیں کہتا جاؤں - یہانتک کہ تم کہو پچاس ہزار میں ایک میں کہونگا شاید - میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد بھی مسلمانوں کی مذہبی تعلیم میں مجھ کو کسی اور نقصان کے بیان کرنے کی ضرورت باقی ہو - کیسی تعلیم اور کہاں کی تلقین جبکہ سرے سے ان کے مذہب کی بنیاد ہی درست نہیں * ع

دامن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریبان سے

خاص خاص لوگوں کا مذکور نہیں ہے - بلکہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کے حالات ہیں

بحث کیجاتی ہے - غور سے دیکھو تو ان کے دین کا ماخذ ہے - رسم و رواج باپ دادوں کی تقلید پیشواؤں کا فرمودہ اور یہ وہی عادتیں ہیں جنپر قرآن میں جگہ جگہ یہود کو ملامت کی گئی ہے - ایک شخص جسکو واقع میں اپنے اسلام پر ناز ہے وہ مسلمان ہے مگر کیوں ؟ اس سبب سے کہ وہ مسلمان کے گھر پیدا ہوا اور مسلمانوں کی سوسائٹی میں رہتے - باوجودیکہ قرآن جیسی کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہتی - اور اوس میں فطرت بشری کے لحاظ سے اخلاق کا اسٹینڈرڈ (درجہ) بہت ہی ہائی (اونچا) رکھا گیا ہے - مگر چونکہ عام مسلمان اسکو سمجھ نہیں سکتے - اسکی عمدہ تعلیم سے متاثر نہیں ہوتے - نیتجہ یہ ہے کہ ان کے معاملات اور عادات بیدین لوگوں کے معاملات اور عادات کی طرح خراب ہیں - اسلام میں بہترین عبادات نماز ہے اور وہ عربی زبان میں ادا کی جاتی ہے - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص تکبیر و تہلیل و تسبیح تک کے معنے نہیں سمجھتا - کیونکر دل کو خدا کی طرف متوجہ کر لیتا ہوگا - اپنا حال تو یہ ہے کہ عربی سمجھنے پر حضور قلب نصیب نہیں ہوتا ؎

تو کے بدولت ایشان رسی زنقو انی

سجز و در کعت و آن ہم بصد پریشانی

علمائے دین تو خدا جانے کیا فتوے دیں - میں ایک دنیا دار آدمی ہوں وما ادری ما یفعل بی ولا بکم (میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جاوے گا اور نہ معلوم کہ تمکو کیا پیش آئیگا) مگر دیکھتا ہوں کہ ادہر قانون مشتہر ہوا اور اوسی وقت سے فرض کر لیا گیا کہ نزدیک و دور - شہری و دیہاتی مقیم و مسافر - خواندہ و ناخواندہ - سب کو اوس سے آگہی ہوگئی - اسی پر قیاس کر کے میری رائے یہ ہے کہ کوئی مسلمان فہم قرآن کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں - بہلا جاہل تو جاہل جو لوگ لکھے پڑھے ہیں وہی کون سے اسکے اہتمام میں لگے ہیں - دنیا کے خسیس اور بے ثبات منفعتوں کی موہوم توقع پہ انگریزی سیکھیں - قانون یاد کریں - اور ایسی ایسی زحمتیں اوٹھائیں کہ جب تک جئیں تندرستی کو روتے رہیں - ذرا تو

اپنے دل میں انصاف کرو کہ کبھی کلام اللہ کو مشغلے کے طور پر چند منٹ کے لئے لیکر
بیٹھتے ہو کہ لاؤ بھائی ہمارا دین ایمان ہے زیادہ نہیں تو ایک ہی دفعہ شروع سے آخر تک
دیکھہ تو لیں کہ اِس میں کیا لکھا ہے ما قدروا اللہ حق قدرہ (انہوں نے
نہیں سمجھا اللہ کو جیسا سمجھنا چاہئے تھا) مجھہ کو مسلمانوں کی بےمبالاتی پر ذرا بھی
تعجب نہیں آتا ہے

ورنہ سزاوار خداوندیش
کس نتواند کہ بجا آورد

مگر جیسا میں اُنکو اپنے اسلام پر ناز بیجا اور دوسرے مسلمانوں کی توہین کرتے سنتا
ہوں بیشک سخت تعجب کرتا ہوں - بھائیو اس زمانے میں کیسا دین اور کہاں کا اسلام
مسلمانان درگور - مسلمانی درکتاب - اب تو اسلام امتیاز قومی رہگیا ہے - اور اتنا بھی ٹھہرا
ہے تو غنیمت ورنہ عام انگریزی خوانوں کی طبیعت کا رجحان دہریت اور لامذہبی کی
طرف ہے نہ تحقیق وتفتیش کی وجہ سے - بلکہ استخفاف و استہزا کے سبب - ہاں
تو غرض یہ ہے کہ قرآن جو اصل دین ہے - بہت ہی تھوڑے مسلمان اسکو سمجھتے
ہیں - اسکا بڑا سبب اور سبب نہیں بلکہ حیلہ جو مسلمانوں نے اپنے نزدیک ٹھہرا
رکھا ہے یہ ہے کہ اسکی زبان عربی ہے اور وہ آسانی سے آ نہیں سکتی - بے شک
مسلمان قرآن کو اتنا عزیز کہتے ہیں کہ جنکو اُور زیادہ علم حاصل کرنا منظور نہیں ہوتا وہ
بھی کم سے کم قرآن ناظراں ضرور پڑہ لیتے ہیں اور علی الاکثر قرآن کا ناظران پڑہنا
شرط اسلام سمجھا جاتا ہے - علاوہ بریں مسلمانوں کو قرآن کے زبانی یاد رکہنے کا اسقدر شوق
ہے کہ کسی دوسری قوم میں اوسکی نظیر نہیں - معتقدات اہل اسلام کی رو سے قرآن
کا زبانی یاد رکہنا فی نفسہٖ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے کاش یہ شوق فہم معنی کی طرف متوجہ
ہو تو مسلمان پکے رجسٹرڈ مسلمان ہو جائیں - دیندار - خداترس - خوش معاملہ - راست باز
نیک دل - خدا کے اچھے بندے - حاکم وقت کی اچھی رعایا - سوسائٹی کے اچھے ممبر
قرآن کا عربی ہونا اسکے نہ سمجھنے والوں کے لئے عذر ہے مگر ضعیف - اگر صرف ونحو

عربی کے صرف سیدھے سادے کثیر الاستعمال مسائل پڑہائے جائیں تو میرے نزدیک جتنے
دنوں میں ایک متوسط الذہن لڑکا قرآن حفظ کرتا ہے اتنے ہی دنوں میں قرآن کے
سلیس عبارتوں کو بتعلق عبارۃ سمجھ لینے پر قادر ہو سکتا ہے - بھلا کوئی اسکو اپنی جگہ آزما کر تو
دیکھو - خدا معقول کو شرمائے آپ تو بگڑے ہی تھے بے موقع بے محل منقولات میں
دخل دیکر انکو بھی غارت کیا - منطقیانہ لا یعنی کٹھ حجتوں کے ڈر کے مارے کوئی صرف
نحو کے پاس نہیں جاتا کہ کون جھمیلے میں پڑے - ہر چند علوم قدیمہ کے مرگ طبعی کا
وقت آ لگا تھا مگر ہم سمجھتے تھے کہ یہ گراں جان کہیں مدتوں میں سسک سسک کر مریگا
اب اسقدر جلد مر گیا تو اسکی یہ وجہ ہوئی کہ احمق نے دروازے پر صرف و نحو کے دو
پاسبان بٹھائے تھے - انکی بے جا روک ٹوک سے کوئی خبر گیر بیمار تک نہ پہنچ سکا
خیر علوم قدیمہ اگر مرے تو انکا ر رفتہ تھے - عذاب ٹلا - یہ کیسی خرابی کی بات ہے
کہ انہی دو پاسبانوں کی سختی کی وجہ سے مسلمان کلام الٰہی کے فیضان سے محروم
ہیں - فہم قرآن کا ایک آسان طریقہ ہے ترجمہ - امام ابو حنیفہ نے تو فارسی میں قرآن
تک کی اجازت دیدی تھی - مگر میرے مذہب میں قرآن کا ترجمہ تک گناہ ہے - کیونکہ
ترجمہ میں معجز بیانی آ نہیں سکتی - اردو فارسی کے ترجمے دیکھے - پھیکے - بدمزہ - بے
رونق - ان میں سے اصلی قرآن کی سی چستی اور برجستگی اور متانت اور قوت اور
فصاحت اور بلاغت اور تاثیر کا کہیں پتہ بھی نہیں ملا اور بجائے اسکے کلام الٰہی کی
عظمت ذہن نشین ہو - ترجموں سے توبہ توبہ اولٹی سخافت ظاہر ہوتی ہے - اسمیں بچارے
ترجموں کا کچھ قصور نہیں - بلکہ ترجمہ ہی فی نفسہ امر محال ہے - دوسری آسمانی کتابوں کے
ترجموں کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں - اگر باب ترجمہ مفتوح ہوا تو قرآن کا بھی وہی انجام ہوتا ہے
کوئی اس سے اتفاق کرے یا نہ کرے اپنا تو مستحکم عقیدہ یہ ہے کہ سحر کہو - معجزہ کہو - تسخیر
کہو - جو کچھ ہے قرآن کے لفظوں میں ہے - جسدن مسلمان ان لفظوں کو بھولے
اور بھولنے سے میری مراد ہے نہ سمجھنا بس جان لینا کہ اسلام کی آب و تاب گئی - ایک
شخص کی طبیعت تھی ناموزون - اسنے مولوی الطاف حسین حالی کے ہم پیشہ کسی شاعر سے

درخواست کی کہ اگر اصلاح دیدیا کرو تو میں بھی شعر کہنا شروع کردوں - شاعر کو اسکی ناموزونی طبیعت کا حال معلوم تھا - کہا پہلے طبع موزون پیدا کرو - اسی طرح جو شخص مسلمان بننا چاہتا ہے پہلے فہم قرآن کی استعداد پیدا کیے اور نہیں کر سکتا تو لا اکراہ فی الدین (دین میں دباؤ ڈالنا نہیں ہے) کبیر پنتھی اور سکھ بھی بڑے گروہ ہیں جن میں انکی زبان کے ذریعہ سے مذہبی تعلیم ہوتی ہے - عربی مشکل بھی لیکن مسلمان ہی اگر اسکی روک تھام نہ کریں گے تو اس دیار اجنبی میں اسکے قیام کی کیا صورت ہے - درس تدریس کے اعتبار سے علم دین کے دو بڑے حصے ہیں - فقہ اور حدیث - سو فقہ جہانتک اسکو معاملات سے تعلق ہے اور وہی مہتم بالشان ہے متفرع تھی سلطنت پر کیونکہ فقہ نہیں ہے مگر قانون اور وضع قانون اختیار لازمی سلطان وقت - سلطنت گئی تو آگے آگے سلطنت پیچھے پیچھے فقہ - اب معاملات کے بڑے بڑے فتاوے عمدہ ویسے ہی بیکار و بنے مصرف ہیں جیسے آب سے دو برس پہلے کی جنتریاں - ہمنے مانا کہ مسلمانوں کے بعض باہمی معاملات مثلاً نکاح اور طلاق اور میراث اور وصیت میں فقہ کی رعایت کیجاتی ہے مگر جب ساری کتاب کو دیمک چاٹ گئی - دو تین ورق بچے تو کیا ان کو دیکھ دیکھ کر اور جی کڑھتا ہے - اور پھر وہ دو تین ورق بچے بھی تو انگریزوں نے میعاد اور شہادت وغیرہ کے قوانین اور پریوی کونسل اور ہائیکورٹ کے نظائر اور کمشنر کشن کے حواشی چڑھا چڑھا کر اصل کو مسخ کر دیا - یہ ہے حقیقت فقہ کی - وہ انتظام دنیا کی تدبیر تھی - اب انتظام دنیا خدا نے دوسروں کے حوالے کیا وہ تمہاری فقہ کی کچھ پروا کرتے نہیں تمکو انتظام دنیا میں دخل نہیں - اسپر بھی تمکو فقہ میں کوئی مفاد دکھائی دیتا ہو تو پڑہو - اب رہی حدیث - مسلمانوں کے سوا سے روے زمین پر کوئی اور قوم نہیں جسنے اپنی مذہبی تاریخ کو ایسی تلاش اور جستجو کے ساتھ جمع کیا ہو - وہ بے انتہا فخر اور عزت اور قدر اور وقعت کی چیز ہے جو لوگ احادیث کے اختلاف کو دیکھ کر لفظ حدیث سے بدعقیدہ ہوتے جاتے ہیں انکو منصب محدث پر نظر نہیں ہوتی - محدث حقیقت میں امانت گزاری ہے کہ پیغمبر صاحب کے نام سے جو کچھ

اسکو جس ذریعے سے پہونچا ہے جوں کا توں دوسرے کو پہونچا دے۔ حدیث کی تنقید محدث ہونے کی حیثیت سے اسکا کام نہیں۔ جمع احادیث میں ہر ایک مصنف نے ایک شان خاص اختیار کی ہے۔ جو شخص تنقید کی مشکلات سے آگاہ ہے وہی سمجھ سکتا ہے کہ متقدمین نے اس کام میں کیسی کیسی زحمتیں اوٹھائی ہیں۔ آج کسی مشہور سے مشہور شخص کی لائف لکھنی چاہو تو ایک عمر صرف کرو تب کہیں ہزار دقت میٹریل (سامان یا مواد) مہیا ہو۔ تو ان لوگوں کی صدہا مختلف الازمنہ۔ مختلف الامکنہ راویوں کی لائف (حالات) کے محقق کرنے میں کیسی کچھ جانفشانی کرنی پڑی ہوگی۔ اگر فلاح عاقبت کی دہن نہوتی تو میں نہیں سمجھتا کوئی دنیا دی بڑی سی بڑی ترغیب بھی اس کام کا سر انجام کرا سکتی۔ بہرکیف جو کچھہ ہے جوہر شناس کی نظر میں بے بہا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ حدیث عہد نبوت کی نہایت عمدہ تاریخ ہے۔ میں اسکو اس وجہ سے اور بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن بمنزلہ متن قانون کے ہے اور حدیث اسکا ضابطہ کارروائی باینہمہ حدیث بیچاری تو ایسی کس مپرسی کی حالت میں ہے کہ مولوی بھی سب نہیں بلکہ معدودے چند جو دین کا پیشہ کرتے ہیں وہی اوسکو پڑھتے پڑھاتے ہیں ورنہ اور کسی مسلمان کو اس سے سروکار نہیں۔ ذرہ مسلمانوں کی مذہبی سرگرمی کو تو دیکھو کلام خدا کے ساتھہ وہ بے اعتنائی۔ قول رسول سے ایسی بے تعلقی ۔۵

بہت شور سنتے تھے سینے میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

پھر ایک بڑی قباحت فن حدیث میں یہ ہے۔ کہ احادیث کے جمع کئے جانے کے میرے نزدیک دو سبب ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ صحابہ کو جناب رسالتمآب کے ساتھہ محبت نہیں بلکہ عشق تھا۔ جبتک پیغمبر صاحب زندہ رہے ہر وقت صحابہ کو ان کو گھیرے رہتے تھے۔ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا۔ صحابہ کو ہر وقت انہی کی یادگار رکھنی۔ دوسرے پیغمبر صاحب کی حیات میں جس صحابی کو دنیا یا دین کی کوئی

ضرورت پیش آتی تھی گیا اور پیغمبر صاحب سے پوچھ آیا - جب پیغمبر صاحب کو خدا نے اسپنے پاس بلا لیا صحابہ کو بڑی مشکل پڑی کیونکہ اپنی ضرورتوں کے علاوہ اب پیغمبر صاحب کے ذمہ کا کام بھی انہی کو کرنا پڑا تو بات بات میں ایک سے ایک پوچھتا - بھلا کوئی ایسا واقعہ پیغمبر صاحب کے روبرو پیش آیا تھا اور حضرت نے کیا فرمایا تھا سلطنت پیغمبر صاحب کے زندگی کے زمانے سے اضعافا مضاعفہ بڑھ گئی تھی اور بڑھتی چلی جارہی تھی - پس پہلے اور شدید ضرورت جو جمع احادیث کا باعث ہوئی ملک داری کی ضرورت تھی - حدیث کی کوئی کتاب اوٹھا کر دیکھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر احادیث احکام فقہی سے متعلق ہیں اور انہی احکام فقہی کے استنباط کی غرض سے انکو جمع کیا گیا ہے - اور چونکہ انقلاب زمانے نے فقہ کو بیکار کر دیا جیسا کہ میں ابھی تھوڑی دیر ہوتی بیان کر چکا ہوں تو جہانتک احادیث کو احکام فقہی سے تعلق ہے وہ بھی ہم مسلمانان ہند کے حق میں بیکار ہیں - حدیث پر اگرچہ میری نظر بہت ہی قاصر و محدود ہے مگر جسقدر ہے اوس سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ حدیث کا ہیڈنگ یا عنوان یا خلاصۂ مضمون جسکو اصطلاح میں ترجمہ کہتے ہیں بدلنے سے بہت سی احادیث جو اسوقت احکام فقہی سے متعلق ہیں ہماری حالت موجودہ کے مطابق بکار آمد کر لی جاسکتی ہیں - مگر کس میں اتنی ہمت ہے کہ تراجم الاحادیث کے بدلنے کا نام لے اور کوئی کرے بھی تو مسلمانوں کے فائدے کی غرض سے سو مسلمان ایسے شکی اور ضدی ہیں کہ ایسی کتاب کو ہاتھ بھی تو نہ لگائیں - عام لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب ایک سانچہ ہی جسمیں دل ڈھالے جاتے ہیں اور میں بالکل اسکے خلاف سمجھتا ہوں میرے نزدیک دلوں کے سانچوں میں مذہب ڈھلتا ہے - ایک اسلام تو اوس شخص کا تھا جسنے درخت بیعۃ الرضوان کو اوکھڑوا کر پھکوا دیا - جسنے یہ کہکر حجر اسود کو ڈانٹا انی اعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول اللہ قبلك ما قبلتك (میں جانتا ہوں کہ ایک پتھر ہے نہ تو نقصان پہونچا سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا)

جنٹے کانتا علیٰ عہد رسول اللہ وانا احرمہما (دونوں تھے رسول خدا کے زمانہ میں اور میں اون کو حرام کرتا ہوں) کا دعوے کرکے متعۃ النکاح - اور متعۃ الحج دونوں کو مناہی کردی - اور ایک اسلام ہمارا ہے کہ زوال سلطنت اسلامیہ کی وجہ سے گویا مذہب کو لقوہ مار گیا ہے - اور آدھے سے زیادہ اسکے دھڑ میں جان نہیں اتنا نہیں کرسکتے کہ بیمار کی کروٹ تو بدلوادیں -

مذہبی تعلیم اور میرے لکچر دونوں کا خاتمہ ہے - حدیث کی سند جسکو اجازت بھی کہتے ہیں - حدیث کی کم سے کم چھہ بڑی ضخیم کتابیں جو صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں حرفاً حرفاً بسم اللہ سے لیکر تمت بالخیر تک ہر دو غایتہً معنیا میں داخل شیخ یعنے اوستاد کو سنائی جاتی ہیں - اکثر یوں ہوتا ہے کہ تلامذہ حلقہ کرکے شیخ کے گرد بیٹھتے ہیں اور شیخ اور دوسرے شاگرد مستمع سبق کا تماشا قابل دید ہوتا ہے - کہ کیا شاگرد کیا اوستاد ایک سے ایک مستعجل کہ جلد سے جلد اور بہت سے بہت ہو ایسی بھاگا بھاگ میں کسے فرصت کہ تصحیح الفاظ یا حل لغات یا تنقید اسناد یا تحقیق مطالب کی طرف متوجہ ہو - پالا چھوا چھٹی پائی - اتنا غنیمت ہے کہ تمام درسی علوم سے فارغ ہونے کے بعد حدیث کی سند لی جاتی ہے اور حدیث کے پڑھنے والے اکثر کامل الاستعداد ہوتے ہیں - اُن کو پڑھنے کی تو حاجت ہوتی نہیں صرف اداے رسم کے لئے سینگ کٹا کر بچھڑا بننا پڑتا ہے - یہ رسم نمونہ ہے مسلمانوں کے (اور مسلمان بھی عالم) مذہبی خیالات کا - مدتوں میری سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ حدیث کی سند کیا چیز - اور ایک شخص جو بے مدد اوستاد حدیث سمجھ سکتا ہے اور کوشش کرے تو بتیر اور اسما الرجال کی کتابوں اور شروح اور حواشی کے سہارے سے حدیث کا کھوٹا کھرا بھی پرکھ سکتا ہے پھر وہ محتاج اجازت کیوں ہے - ڈر کے مارے کسی سے پوچھا تو نہیں آپ ہی غور کرنے کرتے یہ بات خیال میں آئی کہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمہ تن اور ہمہ وقت اُمت کی ہدایت مصروف رہتے تھے - یعنے انکے تمام افعال و اقوال اور حرکات کی علت غائی تھی امت کی ... امت کی تعلیم اس طور پر حدیث جزو ...

ہے اور اسکی روایت میں وجہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خلافت -
احادیث نبوی تو پیغمبر صاحبؐ کے کہیں ڈیڑھ سو برس بعد جاکر لکھی جانی شروع ہوئین -
اسوقت تک روایت سامعاً عن سامعٍ ہوتی رہی اور اَب تک اسی طریقہ کی تقلید ہوتی
جارہی ہے - ماخذ تو سمجھ میں آیا - مگر طریقہ درس اسوقت تک بچوں کا کھیل ہی
معلوم ہوتا ہے -

تمت

مسدس

خود اپنا تصنیف کیا ہوا مشمولۂ قصۂ مبتلا جسکو مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے حسب درخواست جناب خان بہادر سردار محمد حیات خان صاحب صدر انجمن و سر سید احمد خان سکرٹری کے اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانگرس منعقدہ ۲۸ دسمبر ۱۸۸۸ء میں بمقام لاہور اپنے لکچر کے بعد پڑھا۔

دنیا عجیب مرحلۂ بے ثبات ہے   ہر ایک ذی حیات کو آخر ممات ہے
یاں امن ایک لحظہ نہ دن ہے نہ رات ہے   جسکو فنا نہیں ہے وہی ایک ذات ہے
بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں
لیجائیگی یہ کھینچ کے آخر زمین میں

ایسا مکاں بتاؤ کہ بن کر گرا نہ ہو   پیدا ہوا ہے کوئی بشر جو مرا نہ ہو
ہے کوئی حال جس میں تغیر ذرا نہو   حادث نہو تو داخل چون و چرا نہ ہو
فانی ہر ایک چیز ہے فانی جہان ہے
مقصود اس فنا سے مگر امتحان ہے

اعمال نیک ہیں تو زمرد کے ہیں قصور   خدمت کو لونڈیوں کی جگہ دست بستہ حور
ہر طور کا ہے عیش تو ہر طرح کا سرور   یعنی خلاصہ یہ ہے کہ راضی ہوئے حضور

خوشنودیٔ خدا ہی عبادات کا دام ہے
جنت بھی اک رضائے الٰہی کا نام ہے

اور ہیں عمل بُرے تو ہوئی عاقبت خراب — ایذائیں طرح طرح کی اقسام کے عذاب
اور سب سے بڑھ کے خالقِ کونین کا عتاب — گر پوچھنے پر آئے تو کیا بن پڑے جواب

حق کو جو ناپسند ہو تُف ایسے کام پر
مالک ہی خوش نہیں ہے تو لعنت غلام پر

توفیق کار نیک ہمیں اے کریم دے — دل میں صلاح دے ہمیں طبع سلیم دے
شوق سلیم جادۂ مستقیم دے — ایمان درمیانۂ امید و بیم دے

ہمکو نہیں ہے بحث عذاب و ثواب سے
تیری رضا ملے ہمیں تیری جناب سے

اٹھ جائے دل کی آنکھ سے اسباب کا حجاب — دنیا دکھائی دینے لگے نقش سطح آب
ذرے میں رونما ہو حقیقت کا آفتاب — لاریب فیہ[1] ہو خبر ذٰلک الکتاب

کھل جائے اصل راز حیات و ممات کا
ہو ایک حال ماضی و مستقبلات کا

دل لوث حب دولت دنیا سے پاک ہو — دے وہ غنا کہ آنکھ میں اکسیر خاک ہو
لالچ ہو فائدے کا نہ نقصاں کا باک ہو — دین سے شغف[2] ہو دین میں ہی انہماک[3] ہو

فرش نیاز فرش زمیں پر پڑا ہوا
ہمت کا پاؤں عرش بریں پر گڑا ہوا

ہر دم[4] خیال موت کا پیش نظر رہے — جبتک نہ جئے جب اجل آئی مر رہے
رہ رو ہمیشہ چاہئے باندھے کمر رہے — دنیا وطن نہیں ہے کہ آکے بسر رہے

سے ۱ یعنی قرآن میں جو کچھ ہے اسمیں شک و شبہہ نہو ۔

سے ۲ شیفتگی ۱۲ سے ۳ مصروفیت ۱۲

سے ۴ اسمیں اشارہ ہے طرف حدیث شریف کے کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل و عد نفسک فی اہل القبور رواہ البخاری سے ۱۲

آئے ہیں ہم جہاں میں تو جانا ضرور ہے
سارا ہی قافلہ سرِ راہِ مرور ہے

پھر بعد مرگ کیسی بنے کچھ خبر نہیں — یہ وہ خطر ہے جس سے کسیکو مفر نہیں
پر کیا ہی ڈھیٹ ہم ہیں کہ اسکا بھی ڈر نہیں — عقلِ معاد سے ہمیں بہرہ مگر نہیں

ربّ العباد نعمتِ فکرِ معاد دے
شکرِ معاد دے ہمیں ذکرِ معاد دے

کیا جانت[۱] خدا سے ہدایت ہمیں نہیں — یا سوچنے کو عقل و درایت ہمیں نہیں
فی الاصل کچھ ضرورتِ حاجت ہمیں نہیں — پر ہاسے غور کرنے کی عادت ہمیں نہیں

ہم دیکھتے نہیں کبھی فائر نگاہ سے
سنتے نہیں ہیں بات کوئی انتباہ سے

غفلت کرا رہی ہے یہ ساری شرارتیں — ہو رہی ہے رہنے کو پکی عمارتیں
اللہ رے دلیریاں بل بے جسارتیں[۲] — دنیا کمائیں دین کی کرکے خسارتیں[۳]

غفلت کا کر علاج کہ اصل مرض ہے یہ
تیرا ہی کچھ بھلا ہو ہماری غرض ہے یہ

غفلت نہ ہو تو کینہ و بغض و حسد نہ ہو — جھگڑا نہ ہو لڑائی نہ ہو رد و کد نہ ہو
بھائی کی پیٹھ پیچھے کبھی ذکرِ بد نہ ہو — انسان مشارکِ صفتِ دام و دد نہ ہو

غفلت سے اس جہان میں سارا فساد ہے
غفلت کو آؤ مار ہٹائیں جہاد ہے

مخلوقِ ذی شعور ہے تو ہوشیار رہ — مت مستندِ زندگیٔ مستعار رہ
دنیا کا کار و بار کر اور دہیندار رہ — امیدوارِ رحمتِ پروردگار رہ

---

[۱] اسمیں اشارہ ہے طرف کرنا بنی آدم اور بعثت نبی صلعم اور نزول قرآن مجید کے ۱۲

[۲] جسارت بفتح دلیری و بمعنی تجاوز گزشتن ۱۲

[۳] خسر بمعنے زیان و نقصان ۱۲

کس نے کہا ہے تجھ سے کہ دنیا کو چھوڑ بیٹھ
بس ایسی باتیں اپنی طرف سے نہ جوڑ بیٹھ

کیا حال تھا رسول علیہ السلام کا | اصحاب کا ائمۂ عالیمقام کا
سر کردہ ہے اُمّتِ خیرالانام کا | سکّہ بٹھا گئے جو محمدؐ کے نام کا

ان میں سے ایک بھی کبھی راہب ہوا کوئی
دنیا کو کھو کے دین کا طالب ہوا کوئی

دنیا بھی کچھ ہماری طرح کی نہیں ذلیل | گر سو گھروں میں دیکھو تو ننانوے رذیل
روٹی کی با ہزار مشقت ہوئی سبیل | کپڑے کے واسطے وہی ستّار ہو کفیل
گرمی کے دن تو خیر کسی ڈھب گذر گئے
جاڑا جو آیا رات کو سکڑے ٹھٹھر گئے

افلاس سے زیادہ جہاں میں نہیں وبال | افلاس ہے مقدمۂ قہرِ ذی الجلال
افلاس کر ہی دیتا ہے انسان کو پائمال | اور لوگ پست ہمت و سست و دنی خیال
مفلس کہ اوس غریب کی دنیا نہیں درست
مشکل کہ اوسکے ہاتھ سے ہو کارِ دین درست

اور شاذ اگر ہوا کوئی محتاج دل غنی | سمجھا کہ یہ جہان ہے جہانِ گزشتنی
گنتی کے دن کی زندگی کے لئے اتنی سرزنی | اوسکو نہ دوستی ہے کسی سے نہ دشمنی
ایسا بزرگ شک نہیں اسمیں کہ نیک ہے
پر قوم کو ہوا نہ ہوا دونوں ایک ہے

سوچو تو کچھ بھی نیت کو نسبت ہے دست سے | تم چاہتے ہو کام بلندی کا پست سے
کیا خیر ہو سکے گی بھلا تنگدست سے | کوڑی تو ہے ادھار کوئی فاقہ مست سے

---

۵۱ نصاریٰ میں جو لوگ ہندو جوگیوں سنّاسیوں کی طرح ترک دنیا کرتے تھے انکو راہب کہتے تھے اس طرح کی ترکِ دنیا کی اسلام میں سخت ممانعت ہے لا رھبانیۃ فی الاسلام۔

کیا اوس سے فیض ہو کہ نہیں آپ جسکو پاس
دنیا میں چیل سے بھی ملا ہے کیسکو ماس

گر مجھ سے پوچھتا ہے حقیقت میں ہمنشین — ایصال نفع ہے مری نزدیک اصل دین
پر چاہئے ہے اسکے لئے نقد آستین — خرمن بہار خواجہ کہ بسیار خوشہ چین

دین کے درست کرنیکو دنیا ضرور ہے
دنیا نہیں تو دعوی دیں مکروزور ہے

دنیا نہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو — اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو
ایثار و بذل و جود محقق کہاں سے ہو — مصدر ہی جب نہیں ہے تو مشتق کہانسے ہو

دنیا کو جب کسی نے عموماً برا لکھا
میں اوسکے مونہہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا

ممکن نہیں کہ دین میں دنیا نہ ہو دخیل — ایسا خیال کر نہیں سکتا کوئی عقیل
پروردگار جس کا نہیں ہی کوئی عدیل — کیوں چاہئے لگا کہ مسلمان رہیں ذلیل

عزت ہے سب خدا کی خدا کے رسول کی
پھر اوسکی جسنے دعوت ایمان قبول کی

اسواسطے جو معشر[۱] خیر القرون تھے — اور کلہم عمارت دین کے ستون تھے
امت کو کالنجوم[۲] سبھی رہنمون تھے — اور مرجع ضمیر ہُم المہتدون سے تھے

دنیا میں رہ کے دین کا برتنا سکھا گئے
دونوں کے جمع کرنے کا رستا دکھا گئے

راوی نے یوں لکھا ہی جناب عمر کا حال — جن روزوں آپ امیر تھے باہیبت و جلال
اپنے ہی دست خاص سے پاتھا کئی سفال — تاریخ میں دکھائی ایسی کوئی مثال

۱؎ اس حدیث خیر القرون قرنی کی طرف اشارہ ہے معشر بمعنی گروہ - پس معشر خیر القرون سے پیغمبر صلعم کے اصحاب کرام مراد ہیں ۱۲

۲؎ یہ مضمون اوس حدیث مشہور کا ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم ۱۲

شاگرد تھے نبی کے پیمبر کے تھے جلیس
دنیا کو جانتے تھے پرِ پشۂ خسیس

تیسرا اون کا تھا فراغ عبادت کیواسطے — کی سلطنت فلاح رعیت کے واسطے
عزت طلب تھے دین کی عزت کیواسطے — القصہ جو وہ کرتے تھے اُمّت کیواسطے

اون کو کسی طرح طمعِ سیم و زر نہ تھی
ہرگز اُنھیں مفاد پہ اپنے نظر نہ تھی

فیضانِ صحبتِ نبوی سے تھے مستفید — دیکھا اُنھوں نے نورِ رسالت کو چشم دید
پیدا ہوئے سعید جئے اور مرے سعید — تھی اون سے خواستگاریٔ دنیا بہت بعید

لیکن یہ انتظام الٰہی ہے مہربان
چڑھتا ہے بام پر کوئی بے وضع نردبان

زاہد تھے اور ملک ستانی کا اہتمام — دیکھو اگر یقین نہ آئے فتوحِ شام
دنیا میں اون کے دیں کا تھا کالملح فی الطعام[1] — دونوں کا پاس کرتے تھے قصہ ہوا تمام

بدلا اسی سبب سے زمانہ کا طور ہے
اسلام جب کا اور تھا اور اب کا اور ہے

دنیا سے اون کو ہوتی ذرا بھی اگر گریز — اسلام کی تو ہو ہی چکی ہوتی رستخیز
کھا جاتے لوگ گھور کے آنکھوں سے تیز تیز — تب دیکھتے زمانہ کی کج دار اور مریز[2]

پھر کون پوجتا تھا خدائے یگانہ کو
پاتا نہ کوئی زندگیِ جاودانہ کو

اَب بھی جو دیکھتے ہو اُنھیں کا طفیل ہے — کم بیش سب کو جانبِ توحید میل ہے
اعمالِ شرک جون خس و خاشاک و سیل ہے — اتنا بھی گر نہ سمجھے تو انسان بیل ہے

---

[1] جیسے کھانے میں نمک ۱۲

[2] کجدار و مریز سے مراد ہے ۔ تکلیف ما لا یطاق ۔ کیونکہ ٹیڑھا رکھو اور گرنے نہ دے طلب محال ہے ۱۲

مشرک کی کوئی شے نہیں کرتا خدا قبول
اوسکی دعا قبول نہ کچھ التجا قبول

القصہ اک وہ دین تھا دنیا کا دستگار | واعظ ادیب ناصح مشفق صلاح کار
مونس رفیق موجب تسکین غمگسار | ہمدرد بے ریا و ہوا خواہ جاں نثار

وہ کھینچتا تھا بار امیر و فقیر کا
دنیا میں اوس میں ربط تھا شاہ وزیر کا

اب ہم نے اپنے دیں کو بنایا چھوئی موئی | دنیا میں اور دیں میں لگانے لگے دوئی
پھر قاصر اسقدر نظر نا رسا ہوی | شہتیر بنگیا جو حقیقت میں تھی سوئی

دیں کے عوض تعصب اوہام رہ گئے
دیندار اصل مرگئے بدنام رہ گئے

دنیا گئی کہ ہم نہ ہوئے اُسکے خواستگار | اور کیونکہ ہوتے مولوی[1] جنت کا چوبدار
مسجد میں وعظ کہتا تھا منبر پر آشکار | مفلس[2] بہیر مومن و دست از طلب بدار

دنیا و دیں کے ربط کی رسی کو کاٹ کے
دہوبی کے کتے ہو گئے گھر کے نہ گھاٹ کے

ادبار کا یہی تو ہے سب سے بڑا سبب | دنیا میں اور دیں میں ہیں عداوت اور غضب
دنیا بغیر سخت مصیبت ہے روز و شب | لازم ہے دین کا بھی کماحقہٗ ادب

خستہ ہوئے خراب ہوئی مانی سٹ گئے
ان دونوں کی لڑائی میں ہم مفت پٹ گئے

---

[1] یعنی وہ مولوی جو ریا سے وعظ کہتا ہے اور رہبانیت کی تعلیم کرتا ہے اور خود حصول دنیا میں غرق ہے کبھی تعمیر مسجد کو ذریعہ حصول مال کرتا ہے اور کبھی تعمیر مدرسہ کو۔ یہ مولویوں کے کرتوت ہیں جیسا کہ صوفیوں کی ترکیب تہی اور ہر کہ تعمیر خانقاہ وعرس کو ذریعہ حصول مال کرتے ہیں۔ یا ایہا الذین اٰمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ ۱۲۔

[2] ترک دنیا بمردم آموزند ۔ خویشتن سیم و غلہ اندوزند ۱۲

دل بجھ گیا ہے دیکھ کے دنیا کا انقلاب — افسوس کیا تباہ ہوئی قوم انتخاب
دیں سے کے خدا پرست وہ دنیا کی فتحیاب — آپس میں[1] رحم ولطف عدو کے لئے عذاب

مسجد میں سر بہ سجدہ پڑے ہیں زمین پر
میدان میں ڈٹے ہوئے گھوڑوں کے زین پر

لوگوں کو گر مناصب دنیا گناہ ہوں — داخل محرمات میں اعزاز و جاہ ہوں
دنیا کی آبرو سے اگر دیں تباہ ہوں — اُن[2] کا تو دیں یہی تھا کہ ہم بادشاہ ہوں

اگلے بزرگ لوگ تھے خاص امتیاز کے
پیشانیوں پر اونکی تھے گھٹے نماز کے

معمور ہیں خزائن انعام کردگار — بے انتہا وہ بے حد و بے حصر و بیشمار
وہ[3] چھینتا نہیں ہے کبھی دیکے ایکبار — شایاں اوسے نہیں ہے کہ بندوں کو دیکے اودہا

دنیا بدل گئی ہے نعمت بدل گئی
اسواسطے کہ قوم کی ہمت بدل گئی

افسوس قوم میں عصبیت نہیں رہی — ہم میں کسی طرح کی مزیت نہیں رہی
مضبوطی ارادہ و نیت نہیں رہی — جرأت کہاں سے ہو کہ حمیت نہیں رہی

ہم میں ہر اک بشر کے خیالات پست ہیں
پس لاجرم ذلیل ہیں اور تنگدست ہیں

اے قوم یہ تباہی و افلاس چاہئے شرم — اے قوم یہ تعصب و وسواس چاہئے شرم
اس درجہ ضعف قوت احساس چاہئے شرم — تقصیر فی مقابلۃ[4] الناس چاہئے شرم

---

[1] اشارہ ہے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف - محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ۱۲

[2] یعنے اصحاب کا ۱۲ [3] اشارہ ہے طرف آیت ما کان اللہ مغیراً نعمۃً انعمہا علیٰ قوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم کے ۱۲ [4] یعنے لوگوں کے مقابلہ میں ہیٹا ہونا شرم کی بات ہے ۱۲

تم اور تمہاری نسل ہو مشغول کھیل میں
اور لوگ چل رہے ہیں ترقی کی ریل میں

کیا خوب کہہ گیا ہے کوئی شخص خوش خصال   لفظ عرب میں نحن رجال[1] و ہم رجال
اب اے عزیزو تم سے ہمارا ہے یہ سوال   کیوں آگیا ہے قوم کی حالت میں اختلال

اقوام روزگار میں بیٹھے ہو کس لئے
بے وقعتی کی خاک پہ لیٹے ہو کس لئے

کثرت سے تم میں صاحب مقدور کیوں نہیں   لوہا تمہارا مانتے جمہور کیوں نہیں
منہ پر تمہارے حسن و نور کیوں نہیں   دل قوم کے شگفتہ و مسرور کیوں نہیں

آخر تمہاری قوم پہ یہ کیا وبال ہے
جس شخص پر خیال کرو خستہ حال ہے

جبتک ہماری قوم میں تاج و نگین رہا   ہم میں کسی کو فکر معیشت نہیں رہا
کس کس کا نام لیں کہ چناں اور چنیں رہا   ہر فرد عافیت سے غنا سے قرین رہا

ہم مالکِ خزائن روئے زمین تھے
اہل زمانہ قاطبۃً خوشہ چین تھے

ہمکو خراج دیتے تھے دنیا کے بادشاہ   تھی مرجع انام کبھی اپنی بارگاہ
اس میں بقدر ذرہ نہیں شک و اشتباہ   تاریخ ہے ترقی اسلام کی گواہ

جنکو ہمارے ساتھ دریغ التفات ہے
ہم آپ حکمراں تھے ابھی کل کی بات ہے

ہمنے بنایا اہل جہاں کو خدا پرست   ہمنے دلایا یاد انہیں وعدہ الست[2]
ہمنے کیا بتوں کے تئیں سرنگون و پست   ہمنے اتارا نشہ صہبائیان مست

---

[1] ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں ۱۲

[2] اشارہ ہے اسکی طرف کہ خدا نے سب آدمیوں کی روحوں سے پوچھا - کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں ۱۲

شائستگی کی چال بہ ترقی ہے سکھ ساتھ کی
پروا کسی کو ہے نہ دنی موسی اپنے ہاتھ کی

کچھ ایسی اپنی بات بن آئی تھی اُن دِنوں — ساری زمیں پہ اپنی دُہائی تھی اون دِنوں
گر دوستی تھی یا کہ لڑائی تھی اُن دِنوں — ہر حال میں ہماری بڑائی تھی اون دِنوں

کیا فضل کردگار رہا تھا کیا اُسکی شان تھی
اسلام تھا کہ دولت و ثروت کی کان تھی

بس رو فراغ دولت و حشمت ہزار حیف — وہ شوکت اور لوازم شوکت ہزار حیف
عزت ہزار حیف حکومت ہزار حیف — صد حیف فا بکیت نعمت ہزار حیف

گو حور بعد کور[1] اشد العذاب ہے
یاد از قبیل لیت یعود الشباب ہے

کیا فائدہ جو تذکرۂ ماسبق کریں — کیوں یاد رفتگان میں ماتم بپا کریں
بے سود گرچہ تا بہ قیامت بکا کریں — اِک امر اختیار سے خارج ہی کیا کریں

فرہاد[2] وار در صدد جوئے شیر کیا
اب جا چکا ہے سانپ تو پیٹیں لکیر کیا

پھر بھی ہے ایک وجہ تسلی بہت بڑی — قسمت ہمارے ملک کی اچھوں سے جا لڑی
جنکو فلاح خلق ہے منظور ہر گھڑی — لیکن یہ مشکل ایک بڑی سخت آ پڑی

نا واجب اڑ کے بیٹھے ہیں ہم اپنی بات پر
پیاسے تڑپ رہے ہیں کنار فرات پر

---

[1] حدیث ۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور ۔ یعنے ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اس کی کمی سے جو زیادتی کے بعد ہو حور بعد کور بڑا عذاب ہے مگر اوسکا یاد کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی گئی ہوئی جوانی کی پھر تمنا کرتا ہے۔

[2] یہ ایک مشہور قصہ ہے کہ فرہاد اپنی معشوقہ شیریں کی فرمائش سے پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر لانے کی فکر میں تھا۔

دروازہ کونسا ہے جو ہم پر کھلا نہیں ناممکن الحصول کوئی مدعا نہیں
مذہب کا قوم و ملک کا یاں تفرقہ نہیں آزادی اس قدر ہے کہ کچھ انتہا نہیں
بے جوتے بوئے آپ اُگے گا اناج کیا
ہم ہی اگر نہ چاہیں تو اسکا علاج کیا

اِس ضدِّ امتنانہ کو بہت کم کرو شتا جانوں پر اپنی بہر خدا مت ستم کرو
چاہو ہمیں بُرا کہو یا متہم کرو پر روٹیوں کا فکر تو بہر شکم کرو
ہم دیکھتے ہیں قوم کی حالت تباہ ہے
بیمار کو دوا نہ بتائیں گناہ ہے

پھر بھی تم ہی تم ہو اگر دل پہ ٹھان لو وہ وقت اب نہیں ہے کہ سیف و سنان لو
ہے علم پر مدار اسے خوب جان لو اتنی سی ایک بات ہماری بھی مان لو
رکھتی ہے اپنا وقت مناسب ہر ایک شَے
تسولیف تا کجا و پس و پیش تا بکے

لیکن مراد علم سے علم جدید ہے یورپ میں جس سے رونق اہل من یزید ہے
ثروت کی سلطنت کی یہی اک کلید ہے یہ ہو تو پھر تمام زمیں زر خرید ہے
ایسی کلیں چلیں کہ طلسمات کر دیا
اِن کافروں نے سب کے تئیں مات کر دیا

یہ علم گر نہیں ہے تو فضل و کمال ہیچ منشی ادیب شاعر شیریں مقال ہیچ
داب مناظرات و جواب و سوال ہیچ تحقیق میر زاہد و ملا جلال ہیچ
ہمنے تو قیل و قال میں کی عمر رائگان
یورپ نے ہائے لوٹ لیا گنج شائگان

ہم میں سے آج جو علمائے فحول ہیں مخدوم ہیں کہ خادم شرع رسولؐ ہیں
عابد ہیں با خدا ہیں ثقہ ہیں عدول ہیں لیکن معاملات میں ایسے جہول ہیں

سمجھیں نہ وہ حساب کا ادنےٰ سوال بھی
پھر بار وایسے پڑھنے کا کوئی مآل بھی

ان کے سکئے تلافیٔ مافات ہوچکی — درماندہ سے امید شفاعت ہوچکی
بیمار جاں بلب سے مداوات ہوچکی — بس ٹوٹ دو بساط کہ یاں مات ہوچکی

دیندار مدعی تمہیں دنیا سے کھوئیں گے
یہ ناخدا جہاز تمہارا ڈبوئیں گے

واللہ سارے اپنی خرابی کو ڈھنگ ہیں — کل صنعتیں بہ قبضۂ اہل فرنگ ہیں
بیٹھے ہوئے دلوں پہ تعصب کے زنگ ہیں — محتاج ہیں غریب ہیں مفلس ہیں تنگ ہیں

ہم اپنا پیٹ پالتے ہیں پیٹ پیٹ کر
انگریز سارے لیگئے دولت گھسیٹ کر

یورپ اگرچہ لے گیا بازی تو خیر ہے — ہمکو خدانخواستہ کچھ اس سے بیر ہے
وہ صاحب کتاب ہے ہرچند غیر ہے — مسجد نہو تو صومعہ[۱] بہتر ز دیر[۲] ہے

ہندو اوٹھائے بیٹھے ہیں سر آسمان کو
ہم پوچھتے ہیں رو رو کے کس کس کی جان کو

کوشش کرو تو غیب سے ہوں حاجتیں روا — بے جہد کے کسی کو کبھی کچھ نہیں ملا
ہمکو توقعات نہ رکھنے کی وجہ کیا — یورپ نے کچھ خدائی کا ٹھیکہ نہیں لیا

دو تین چار ہاتھ کہ کھسکنا ضرور ہے
مانا کہ ہم سے منزل مقصود دور ہے

قسمت کی خوبی دیکھو کہ اب بھی خبر نہیں — سمجھانے اور کہنے کا مطلق اثر نہیں
جس سے رفاہ قوم ہو ایسا ہنر نہیں — کیوں بھائیو کسیکی توجہ ادھر نہیں

۱؎ مسجد نصاریٰ ۱۲
۲؎ ہندوؤں کا مندر ۱۲

کردار نا صواب پر اصرار کس لئے
آنکھوں سے دیکھتے ہو تو انکار کس لئے

یارب[1] قلوب عُصبتنا بین اصبعیک ۔ الرشد والہدایت والفوز فی یدیک
تشفع[2] النبی باکرامہ لدیک ۔ لمّا قضیت سائر حاجاتنا الیک

ہوں برسر عروج خیالات قوم کے
شایان شان قوم ہوں حالات قوم کے

سب جانتے ہیں عالم اسباب ہے جہان ۔ ہر واقعہ نتیجۂ علت ہے بے گمان
اس قاعدے سے بھاگ کے جائے کوئی کہاں ۔ جاری ہے یہ زمین سے لے تا آسمان

یہ ضابطہ جدید نہیں سرسری نہیں
اسلام بھی عموم سے اسکے بری نہیں

دیں کا عروج بے سبب معتبر نہ تھا ۔ تھا مزد سعی صرف دعا کا اثر نہ تھا
راہ خدا میں جان تلک کا بھی ڈر نہ تھا ۔ مومن نہ تھا کہ جسکا ہتھیلی پہ سر نہ تھا

ان معرکوں میں کتنے عزیزوں کا خوں بہا
اک سلطنت اور اتنے شہیدوں کا خوں بہا

تھی نار شرک سارے زمانہ میں مشتعل ۔ روئے زمیں پہ نور ہدایت تھا مضمحل
اہل کتاب تک اسی آفت میں پا بگل ۔ پس دو طرح کے لوگ تھے یا ضال یا مضل

شیطان کی جہان میں دوہائی پھری ہوئی
یعنی خدا سے ساری خدائی پھری ہوئی

---

[1] اے میرے رب ہماری قوم کے دل تیری دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں سیدھے راستہ پر چلانا اور مطلوب پانا تیرے ہی ہاتھ میں ہے ۱۲

[2] ہم اپنے نبی کو (چونکہ تیرے نزدیک انکی عزت ہے) شفیع لاتے ہیں ہماری تمام حاجتیں جو تجھ سے متعلق ہیں ضرور پوری کرو ۔ ۱۲

اہل[1] عرب کا حال تھا سب میں بہت خراب | جیسے بلا مبالغہ چیونٹی بھرا کباب
بار و دسے زیادہ مزاجوں میں التہاب[2] | گر بات پوچھئے تو ملے جبنیہ[3] جواب
اتنے سے لفظ پر کہ چلو یا ہٹو پرے
لڑنے پہ مستعد ہوئے حتی کہ کٹ مرے

سفاک کینہ توز ستمگر ستیزہ جو | بے رحم سنگدل متمرد و درشت خو
غارت گری کو اہل قوافل کی جستجو | اس لوٹ میں سدا پڑے پھرتے ہیں چارسو
صحرا نورد وحشیٔ و خانہ بدوش تھے
اونٹوں کو پالتے تھے بس اتنی ہی ہوش تھی

اون کو نظر نہ تھی نہ زیاں پر نہ سود پر | گھربار سب لٹادیں گر آجائیں جود پر
جانیں نثار کرتے تھے اپنے وفود[4] پر | مرتے تھے فخر و عزت و نام و نمود پر
برداشت کر نہ سکتے تھے ازبسکہ ہیٹیاں
کمبخت مار ڈالتے تھے اپنی بیٹیاں

محکوم تھے بھی بعض تو صرف از براے نام | کیا جانیں ایسے لوگ سیاسات و انتظام
ایک رنگ میں لگی ہوی چھوٹے بڑے تمام | دادوں کا لیتے پوتوں پڑپوتوں سے انتقام
ہر قوم سے طناب عداوت تنی ہوئی
بارہ مہینے اون میں لڑائی ٹھنی ہوئی

تھے اگرچہ علم و فضل لیاقت سے بے نصیب | لیکن ہر ایک باغ فصاحت کا عندلیب
ترکیب اونکی بولی کی واقع ہوی عجیب | جادو اگر نہیں ہے تو جادو کے ہے قریب
وہ دل کو موہ لیتے تھے طرز بیان سے
باتوں میں پھول جھڑتے تھے اونکی زبان سے

---

۱ یہ حال اہل عرب کا تواریخ سے ظاہر ہے ۱۲
۲ افروختہ شدن آتش ۱۲
۳ جبنیہ ایک آرقل ہے ۱۲ ۴ ایلچی ۱۲

بانکہ شہر مکہ میں تھا کعبۂ خلیل — نالائقوں نے اسکو کیا اسقدر ذلیل
گھر میں خدا کے سیکڑوں بت ہو گئے دخیل — جیسے کہ آن بیٹھے ہما کی جگہ میں چیل

کیا انقلاب گردش چرخ کہن کے ہیں
یہ بُت پرست خلف اُسی بت شکن کے ہیں

غالب صفت تھی انکی خشونت باتی حال — اس طرز میں شریک تھی کیا اہل کیا عیال
وہ خانہ داریاں تھیں بجائے خورش وبال — ایک مرد جتنی عورتیں چاہے کرے حلال

منکوحہ چھوٹ جاتی تھی عذرِ خفیف پر
نزلہ گرا ہی کرتا ہے عضوِ ضعیف پر

ناگفتہ بہ ہے انکا طریقِ معاشرت — شرم و حیا سے انکو تھی کچھ مناسبت
کرتا تھا وارث بیوہ کی ارث و مقاسمت — دو بہنیں اور حقوق زنی میں مشارکت

ظاہر خراب اس سے زبوں تر سریرتیں
انسان ہو کے ان میں بہائم کی سیرتیں

سب اہل روزگار تھے گمراہ یک قلم — مستوجب عذاب الٰہی عرب عجم
پر اسنے عین وقت پر اپنا کیا کرم — پیدا ہوئے نجات دہندۂ امم

بنیاد شرک و کفر ضلالت سے ہل گئی
بھٹکے ہوؤں کو منزلِ مقصود مل گئی

کیا عقل تھی جناب رسالت مآب کی — شرمندہ جسکے آگے ضیا آفتاب کی
تدبیر سوچتے تھے مگر فتحیاب کی — آخر کو راہ ڈھونڈ نکالی صواب کی

ف۱ یعنی اہل عرب حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلعم کی اولاد اور ان کے دین کے مدعی تھے اور پھر کعبہ میں بت رکھکر بت پرستی کرنے لگے ۱۲

ف۲ جبراً ۱۲

ف۳ یعنی خدا تعالے نے ۱۲

ف۴ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲

وہ گم رہی وہ خوے جہالت نکل گئی
تھوڑے دنوں میں ملک کی حالت بدل گئی

ہرچند انکو ذات خدا کی پناہ تھی — پر مقتضاے وقت پہ ہردم نگاہ تھی
تدبیر صلح و جنگ کی شام و پگاہ تھی — جو دوسروں کی راہ ہے وہ انکی راہ تھی

تقدیر کب درست ہے تدبیر کار بیں
ہم اُن کے سامنے ہیں بھلا کس شمار میں

جاگو کہ شرط بندگی مردوں سی سو چکے — خارِ قنوط راہ ہمتؔ میں بو چکے
جو کچھ تمہیں خدا نے دیا تھا سو کھو چکے — سُن لینا ایک دن کہ مسلمان ہو چکے

قسمت میں قوم کی ہے لکھی صبح و شام موت
بے حمیتی کے جینے سے بہتر حرام موت

جو لوگ ہیں سعادت عظمیٰ سے بہرہ مند — کرتے ہیں بات بات سے وہ اکتساب پند
پرواز کو خیال کے رکھو ذرا بلند — مت ہو لذائذِ حیوانی کے پائے بند

میری اگر سنو نہیں سمع قبول کر
غفلت کبھی نہ کیجیو زنہار بھول کر

تمت

لکچر نمبر ۳

جو جناب ممدوح نے

انجمن حمایت اسلام لاہور

کے

چوتھے سالانہ جلسے میں دیا

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم صلعم

ابر و باران کی وجہ سے پچھلے دو دن موسم ناسازگار رہا کہ جس قدر اژدہام کی توقع کی جا سکتی تھی شاید اس میں کسی قدر کمی ہوئی ہے - لیکن یہ کمی ممبران انجمن حمایت اسلام کی دل شکنی کا موجب نہیں ہونی چاہئے -

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

حمایت اسلام ایسا دلکش اور پیارا لفظ ہے کہ جس کے دل میں اسلام کی ذرا سی بھی گدگدی ہے - ممکن نہیں کہ یہ آواز اُسکے کان میں پڑے اور اس کے شوق کو تحریک نہو - چاہئے تھا کہ مسلمان اس انجمن پر ایسے گرتے جیسے شہد پر مکھیاں یا شمع پر پروانے لیکن اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج انجمن کے ممبروں کی فہرست کتاب ہفت قلزم کے حجم سے کم نہوتی - اچھا پھر اس مجلس کی شرکت - اعانت - سرپرستی میں مسلمانوں کی طرف سے

وہ سرگرمی کیوں نہیں ظاہر ہوئی جسکی توقع کی جاتی تھی - کیا لوگوں کو اس انجمن کی خبر نہیں یا اسلام محتاج حمایت نہیں یا جسقدر ہو چکا ہے اسلام کی ضرورتوں کو کافی ہے - یا انجمن کی کارروائی اصلاح طلب ہے - یہ ہیں چند سوالات جو انجمن کے اس جلسے میں شریک ہونے کے قصد کے ساتھ میرے ذہن میں گذرے - اون کے جوابات بہم پہونچانا - اُنپر غور کرنا - سوچنا - موانعات کو دفع کرنا میرا نہیں بلکہ انجمن کے اُن ممبروں کا کام ہے جو انتظام کو اُٹھائے ہوئے ہیں - میں تو صرف نفس حمایت اسلام پر چند ریمارکس کرونگا - مجھہ کو صرف اتنی بات کا ظاہر کرنا منظور ہے کہ ہندوستان میں اسلام کو کسطرح حمایت درکار ہے -

شروع میں اسلام کو ایسے نا ملائم اتفاقات پیش آئے کہ جناب پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چار و ناچار بیزبو آزمائی کرنی پڑی - حضرت نے بڑے صبر بڑے تحمل اور بڑے استقلال کے ساتھہ بارہ برس تک اس پہلو کو بچایا - اور صرف خدا کے واسطے تمام دنیاوی ایذاؤں کو برداشت کیا - مگر عرب کے لوگ لاتوں کے بھوت باتوں سے کیوں سیدھے ہونے لگے تھے - عرب کے لوگوں کو حضرت کے ساتھہ صرف اسوجہ سے عداوت تھی کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک خدا کی پرستش کو قائم کرنا چاہتے تھے وہ لوگ دینی دشمنی کے سبب طرح طرح پر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو زبانی ایذائیں دیتے اور کہتے و نعوذباللہ یہ جھوٹا ہے - شاعر ہے - ہیں کہیں مرزا ارشد یا الطاف حسین حالی - اِن صاحبوں کے واسطے شاعری مایۂ ناز ہو - مگر پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واسطے یہ خطاب باعث عزت نہ تھا - بلکہ اون کو تو عالم ہونا بھی موجب عار و منقصت تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُمی تھے اگر وہ ڈگری ایم - اے یا ایل ایل ڈی کی ڈگری رکھتے ہوتے تو لوگ کہتے کہ پڑھا ہوا اپنے خیالات ظاہر کرتا ہے - زبانی تکلیفوں کے سوا گستاخی - بیہودگی - بے ادبی اس درجے کی تھی کہ کفار نے ایک دفعہ سجدہ کی حالت میں اونٹ کا اوجھ گردن مبارک پر ڈالدیا - بوجھ سے اُٹھہ نہ سکے - حضرت فاطمۃ الزہرا نے آنکر اوٹھایا - کافران بیدین راہ میں

کانٹے بچھا دیئے کہ آہستہ جاتے تھے تو پائے مبارک میں چبھتے تھے۔ آتش عداوت یہانتک بھڑکی
کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہلاک کرنے کے درپے ہو کر قتل کی
تدبیریں کرنے لگے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے رفقا و انصار
پر عرصۂ زیست کو تنگ کر دیا۔ ناچار سب نے گھربار جائداد سب کچھ چھوڑ کر جلا وطنی
اختیار کی جسکو ہجرت کہتے ہیں۔ لڑائی کی آگ کا قاعدہ ہے کہ لگی اور بھڑکی اور
بھڑکی اور پھیلی۔ اسطرح پر اسلام کو معرکے پیش آئے۔ اسلام کو اگر درخت سے
تشبیہ دیں تو وہ ایسا درخت ہے کہ تلواروں کی چھاؤں میں اُسکا نشوونما ہوا اور
آدمیوں کے خون نے اُسکے لئے پانی کا کام دیا۔ اسلام خدا کی خالص اور
بے لاگ ولپیٹ توحید کی وجہ سے یوں بھی بت پرستوں اور مشرکوں یعنے دنیا
کے تمام لوگوں کی نظروں میں کھٹکتا تھا۔ لڑائیوں کی وجہ سے اور بھی مبغوض ہوگیا
سلطنت اسلام کے قائم ہو جانے کے بعد مسلمان بادشاہوں نے اشاعت اسلام
کو توسیع ملک کا حیلہ ٹھہرایا۔ یہ رو داد مخالفین اسلام کے لئے حجت ہوگئی اور حجت
ہونے کی بات تھی کہ بھلا یہ بھی کوئی مذہب ہے جو ہیکڑی اور زبردستی اور دھینگا مشتی
سے لوگوں کے دلوں میں اسطرح اوتارا گیا جیسے کڑوی دوا بچوں کے گلے میں۔ جو
شخص واقعات تاریخی کی تکذیب پر دلیر ہو۔ ہو اپنا مسلک تو یہ ہے کہ بیشک جہانتک
اسلام کو ہندوستان کے ساتھ تعلق ہے وہ ایسا ہی مذہب ہے بلکہ یوں کہو کہ
تھا جیسا کہ اوس کے مخالف کہتے ہیں کہ جبر و اکراہ کے ساتھ اسکی اشاعت ہوئی
مگر اس سے نفس اسلام پر کوئی الزام کیوں آنے لگا۔ الزام اگر ہے تو اُن لوگوں پر ہے
جنہوں نے جبر و اکراہ کے ساتھ اسکی اشاعت کی۔ اگر کسی مدرسے کا ایک احمق لڑکا
ایسی بدیہی بات نہ سمجھے کہ مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہے
لیکن جب پوچھا جاوے تو ماسٹر کے ڈر سے کہدیا کرے کہ ہاں ہوتا تو ہے۔ اس
صورت میں ماسٹر قصوروار ہے کہ اسنے لڑکوں پر اپنی ہیبت ناواجب حد تک بٹھا رکھی
ہے۔ یا لڑکا قصوروار ہے کہ وہ ڈرپوک اور دل کا بودا ہے کہ نہیں سمجھتا اور مانتا ہے

کہاں سمجھہ گیا - لیکن اصل مسئلہ کہ مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہے ہر حالت میں صحیح ہے - بعینہ یہی حال ہے اسلام کا - کسی نے اسکو طوعاً تسلیم کیا تو اور کرہاً تسلیم کیا تو - وہ فی حد ذاتہ مذہب صحیح تھا اور ہے اور رہیگا - ہاں تو میں اس بات کو مانتا ہوں ولا یختلج فی صدری منہ شئی کہ اسلام کو متقدمین مسلمانوں نے زبردستی سے ہندوستان میں پھیلایا - مسلمان ہرگز ہندوستان میں مہمان نہ تھے - جیسا کہ الطاف حسین - حالی نے شکوہ ہند میں لکھا ہے - بلکہ غاصب اور دخیل بیجا سمجھے جاتے تھے - ہندوستان کے باشندوں یعنی ہندؤں نے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی سوسائٹی میں اڈمٹ نہیں کیا اور نہ انہیں اپنا مہمان سمجھا - نہ ان کے ہاتھ کا چھوا کھانا کھایا نہ پانی پیا - شادی بیاہ کا تو کیا مذکور ہے - پس مسلمان اگر مہمان تھے بھی تو مہمان ناخواندہ - غرض ہندو مسلمانوں میں جو بگاڑ شروع شروع میں پیدا ہوگیا تھا کسی زمانے میں کم نہوا - اکبر نے ہندو مسلمانوں میں ربط وضبط پیدا کرنے کی کچھہ کوشش کی تھی مگر فریقین کی طرف سے وہ ایک شخصی سی بات تھی نہ کہ ثبات - شاید اوسکی تدبیر کے مرہم سے زخم اختلاف کچھہ بھر چلا ہو تو اوس کے بعد ٹانکے ٹوٹ ٹاٹ کر وہ گھاؤ پہلے سے بھی بدتر ہوگیا - اور جب فساد زخم تمام جسد ہندوستان میں پھیل گیا تو پولیٹیکل سرجری کے قاعدے سے قطع عضو فاسد لازم آیا یعنی انتزاع سلطنت - میں جہاں تک خیال کرتا ہوں اصول اسلام ایسی عمدہ اور سلیس اور عام فہم اور ہر دل عزیز اصول ہیں کہ ان کے ماننے والے یعنے مسلمان دنیا میں بہت زیادہ ہونے چاہئیں سب سے بڑی خوبی جو اسلام میں ہے یہ ہے کہ اسمیں تکلف نہیں - تصنع نہیں - دھا نہیں - طلب محال نہیں - تکلیف مالا یطاق نہیں - کسی طرح کا اشکال نہیں -

بڑے اصول مذہب کے تین ہیں -

لہ میرے سینے میں اسکی طرف سے کچھہ بھی نہیں کھٹکتا -

اوّل ۔ توحید

دوم ۔ رسالت

سیوم ۔ احکام یعنے اوامر ونواہی ۔

جن وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہونا ضروری ہے انہیں وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں
کہ وہ ایک ہے ۔ قرآن شریف میں حضرت خلیل اللہ کا ذکر ہے کہ کس طرح سے
اونہوں نے توحید کا سراغ لگایا ۔ موجودات میں سے اولی قسم جمادات ہیں کہ جو حرکت
بالارادہ نہیں کرسکتے ۔ اس سے آگے نباتات کا درجہ ہے ۔ مثل گھاس و روئیدگی و
درخت ۔ انمیں نمو ہے ۔ مگر حرکت پر قادر نہیں ۔ ہوا کا جھکولا آیا تو ہل گئے ورنہ
کھڑے ہیں ان میں اور جمادات میں صرف بالیدگی کا فرق ہے ۔ بعدہ حیوانات
جو اپنے ارادے سے نقل و حرکت کرتے ہیں جنمیں سب سے اعلے درجہ انسان کا
ہے ۔ انسان میں سب باتیں مثل دوسرے جانوروں کے ہیں مگر اسکو فضیلت
ہے بسبب عقل کے ۔ جسکی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے ۔ ہندوؤں کو
ہم افسوس کے ساتھہ دیکھتے ہیں کہ جانور ۔ آگ ۔ تلسی ۔ پیپل کے سامنے سر جھکاتے ہیں
گویا انسان سب سے بدتر ہے ۔ اسلام انسان کو کیا سکھاتا ہے کہ دنیا میں سب
چیزیں مجھہ سے کم ہیں ۔ اگر خدا دنیا میں ہوتا تو میں ہی ہوتا ۔ انسان اشرف المخلوقات
تھا اور اسکی حالت اس شرافت کی متقضی تھی لیکن اس شرافت پر انسان کو اسلام نے
جمایا اور اس اعتبار سے تمام بنی نوع انسان کی گردن پر اسلام کا بڑا حق ہے مگر ہندو
دھرم نے انسان کو سب سے بدتر بنایا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں
علم نجوم کو بڑی ترقی تھی اور تمام تصرفات نجوم کی طرف منسوب کئے جاتے تھے ۔
ایسے گھر میں پیدا ہوئے جہاں بت بنائے جاتے ۔ اور پوجے جاتے تھے ۔ مگر چونکہ
فطرت وحدانیت کی طرف پوری پوری توجہ تھی آنہوں نے خیال کیا کہ وہ خدا کیا
کہ جسمیں ہم خود تصرف کرسکتے ہیں ۔ یعنی بُت کہ اون کا بنانا بگاڑنا ہمارے اختیار
میں ہے اس زمانے کے تقاضے وقت سے آپ نے اجرام فلکی کی طرف خیال

گیا۔ جنگل میں کھڑے ہوکر کہا کہ خدا کہاں ہے۔ اتنے میں ایک چمکتا ہوا ستارہ
عرصۂ فلک پہ نمایاں ہوا۔ آپ نے خیال کیا شاید یہی خدا ہوگا۔ کواکب کی تاثیرات کو
سب لوگ مانتے ہیں۔ مگر دیکھا کہ ستارہ طلوع ہوا پھر ترقی ہوئی بعدہ تنزل۔ معلوم
ہوا کہ یہ خود مجبور ہے خدا کیونکر مجبور ہوسکتا ہے۔[1] حتیٰ اذا رای کوکبا قال
ھذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین تھوڑی دیر کے بعد چاند کو دیکھا
اوسکا بھی انجام ویسا ہی ہوا پھر ناامید ہوکر فرمایا کہ میری کوشش یہی ہے۔ کہ میں
تلاش کروں۔ آفتاب نکلا۔ کہا کہ اسکے سامنے سب ماند پڑگئے یہ خدا ہے۔ مگر
وہ بھی آخر کو غروب ہوا تو بے اختیار بول اُٹھے افسوس میری غلطی ہے خدا وہ ہے
جسکو میں نہیں دیکھ سکتا۔ جسکے دیکھنے کے واسطے چشم بصارت اور بصیرت دونو
کافی نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ ہندؤں کی بڑی غلطی ظاہر کرتا ہے۔ اب
عیسائیوں کو لو یہ لوگ بھی گمراہ ہوگئے۔ ان کے یہاں دس احکام ہے۔ ایک حکم یہ ہے
کل کے واسطے بالکل فکر مت کرو۔ ایک حکم یہ ہے کہ اپنے دشمن کے واسطے دل
سے بہتری چاہو۔ جیسے اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے۔ ایک حکم یہ ہے کہ اگر کوئی
تمہاری دائیں گال پہ تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی پھیر دو۔ مگر آدمی کے لئے یہ احکام
ممکن التعمیل نہیں ہیں۔ کہ کوئی اسپر ظلم کرکے تھپڑ مارے اور وہ کہے کہ اور مار۔ یا
جانی دشمن کے ساتھ محبت کرے مثل اپنی اولاد کے یا فکر فردا سے فارغ ہو بیٹھے۔
احکام ہیں از قسم محالات۔ احکام اسلام ایسے ہیں کہ جن پر ہم عمل کرسکتے ہیں بدی
کی جزا اسی طرح کی سزا۔ اگر کوئی معاف کرے اسکی مزدوری اللہ پر[2] وجزاء سیئة
سیئة مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ یہ ہے وہ حکم جو فطرت

---

[1] یہاں تک جب دیکھا ستارے کو کہا یہ ہے رب میرا جب وہ غروب ہوگیا۔ کہا میں غروب
ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

[2] دیکھو سورۂ حم

انسانی سے ملتا ہے اور جسکو دل مان لیتا اور جو مقدور بشر ہے۔

عیسائی مذہب عیسوی کا ایک مسئلہ کفارہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا میں دو صفتیں متناقض کیونکر جمع ہو سکتی ہیں۔ عدل اور رحم۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا مجبور ہو گیا ہے اگر کسیکو معاف کرے نہیں کر سکتا۔ مگر فطرت انسانی کیا گواہی دیتی ہے۔ اگر بندے سے کوئی گناہ ہو جاوے تو سوا توبہ اور استغفار کے کیا کرتا ہے۔ عیسائی ذات میں عدالت اور نصفت کو یوں جمع کرتے ہیں کہ خدا اسنے حضرت مسیح بن کر ذلتیں اور مصیبتیں جھیلیں اور یوں گناہگاروں کی سزا کو خود بھگت کر عدل اور رحم دونوں کو پورا کیا جیسے ہمارے معزز دوست **محمد برکت علی خان صاحب** کسی مجرم پر جرمانہ کریں اور اپنے پاس سے بھر دیں۔ اسکو تو بہے لا کر دیکھو اب میں رسالت کے لحاظ سے دکھانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیونکر عرب کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ انسان کے تمام کام معلل بالغرض ہوتے ہیں۔ کوئی سفر کو جاتا ہے۔ کسی سے ملنے کے واسطے۔ کھیت جوتتا ہے اناج کے واسطے۔ اگر پیغمبر صاحب نے دعوے رسالت کیا تو کوئی مطلب تو ہوگا آیا وہ غرض یہ تھی کہ میں بادشاہ ہوں۔ میں بھی احد من الملوک ہو جاؤں۔ یہ احتمال بالکل غلط ہے اسکے برخلاف آپ نہایت متواضع۔ نہایت منکسر المزاج تھے۔ ایک دفعہ صحابہ جمع ہوئے۔ حضرت کو دیکھا کہ کھرّے بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں اور تیلیوں کے نشان پسلیوں پر نمایاں ہیں اصحاب نے عرض کی یا حضرت اگر آپ بوریئے پر کپڑا ڈال لیا کریں تو کیا اس میں کچھ حرج ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تنعم نہیں چاہتا۔ دعوے رسالت کا دوسرا باعث شاید یہ ہو کہ مجھکو لوگ مقدس سمجھیں۔ جیسے بعض شیوخ اور ریاکار عالموں کا حال ہوتا ہے لیکن آپ نے فرمایا انا بشر مثلکم میں بھی تمہیں جیسا آدمی ہوں تم میں اور مجھ میں اگر فرق ہے تو صرف اسقدر ہے کہ یوحی الیّ مجھ پر خدا کی وحی آتی ہے جو میرے اختیار کی چیز نہیں۔ پھر فرماتے تھے لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسّنی السوء

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائی سمیٹ لیتا اور مجھے کوئی اتفاق بد
پیش نہ آتا۔

کوئی شخص پیشوایان دین میں سے ہے جو اسطرح کہے۔ پھر اس سیدھے سادے
منکسر متواضع نبی کے اس کہنے کو دیکھو ما ادری ما یفعل بی و لا بکم۔ مجھ کو
کچھ خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور نہ یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا کفار کے
جواب میں فرماتے۔ نشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ کفار کہتے چشمہ بہاؤ یا کوئی
انگور کا باغ لگاؤ جیسے یہاں مٹی لگاتے ہیں اوس میں نہریں بہاؤ۔ ایک سونے
چاندی کا محل بناؤ۔ کوئی عجب بات ہمکو دکھاؤ اور تم تو ہمکو ڈرایا کرتے تھے کہ
آسمان پھٹ پڑیگا۔ اب آسمان سے پتھر برساؤ یا اللہ اور اوسکا لشکر لاکر دکھاؤ۔
ان سب باتوں کا آپ جواب دیتے کہ میں کسی اختیار اور تصرف کا دعوے ہی
نہیں کرتا۔ پھر پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نسل کے لئے آمدنی کا
کوئی ذریعہ قایم نہیں ہونے دیا اونہوں نے آمدنی کے تمام ابواب اپنی نسل پر بند
کئے آل ہاشم پر صدقہ اور خیرات اور زکوۃ کو ابداً حرام کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر مال تقسیم کر رہے تھے۔ امام حسین
علیہ السلام ان دنوں بچے تھے ایک کھجور لے کر مونہہ میں ڈال لی آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے انگلی سے نکالکر پھینک دی اور فرمایا کہ یہ صدقات لوگوں کے
دل کا میل ہے جن کو خدا نے میری اولاد پر حرام کیا ہے۔ غرض سب سے بڑی خوبی
اسلام میں یہ ہے کہ اوس میں تکلیف نہیں طلب محال نہیں تصنع نہیں اس مطلب کو
اگرچہ میں زیادہ نہ بیان کر سکا تاہم مختصراً بیان کر دیا۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں۔ کہ
اسلام آہن دل انسانی کے لئے مقناطیس ہے حقیقت میں سخت حیرت ہوتی ہے
تیرہ سو برس ہو چکے دنیا کے لوگ سارے نہیں تو اکثر مسلمان کیوں نہیں ہو گئے۔
میں نے اپنے ذہن میں اسکا یہی سبب قرار دے رکھا ہے کہ اسلام کو دوستی و
خیر خواہی اور ہمدردی کے پیرایہ پر لوگوں میں عرض کئے جانے کا موقعہ نہیں ملا۔ ورنہ

جس طرح سے پادری لوگ بہلا کر پھسلا کر لالچ دکھا کر رفق ولینت سے۔ خاطرداری و دلجوئی سے۔ منت وخوشامد سے۔ سمجھا کر پرچا کر سینکڑوں برس سے انجیل کی منادی کر رہے ہیں۔ زیادہ نہیں پچاس برس بھی اس طرح لگ لپٹ کر قرآن مجید کی منادی کی جائے تو مسلمان دن دونے اور رات چوگنے میرا ذمہ۔

ان پادریوں کی چالیں کیا ہیں۔ ان کے ہتکھنڈے تو دیکھو سینکڑوں۔ ہزاروں مدرسے کھول رکھے ہیں۔ دھڑلے سے دنیوی علوم پڑھائے جا رہے ہیں مگر ہومیوپیتھک دوا کے ایک قطرہ کی طرح قلیل المقدار قوی الاثر ایک آدہ سبق مذہب کا بھی ہے اور کیوں نہو وہی تو مشن کی تعلیم کے پرسکرپشن یعنے نسخے کا جزو اعظم ہے۔ رہی دنیوی علوم کی تعلیم بیش برین نیست کہ بمنزلہ شربت کے ہے جیسے شربت کی چاٹ سے طبیعت دوا کو گوارا کر لیتی ہے ویسے ہی دنیوی علوم کے لالچ سے لوگ پادریوں کی مذہبی تعلیم کو قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔ پھر ہزاروں لاکھوں کتابیں ملکی زبانوں میں مفت پڑی تقسیم ہو رہی ہیں۔ کاغذ عمدہ سے عمدہ۔ چھاپہ عمدہ سے عمدہ۔ جلد عمدہ سے عمدہ۔ کیا پادری نہیں جانتے کہ شب برات میں اُن کی کتابوں کے پٹاخے بنائے جاتے اور عطار ان کو پڑیوں میں صرف کرتے۔ لوگ جلدیں اکھاڑ کر اوراق ردی کی طرح پھینک دیتے یا پنکھے کے کام میں لاتے ہیں۔ مگر دھن اسکو کہتے ہیں کہ صرف اتنی توقع موہوم پر کہ شاید کوئی کتاب دستبرد سے بچ جائے۔ تو شاید اسپر کسی کی نظر پڑے۔ شاید وہ متاثر ہو۔ یہ بیدریغ خرچ ہیں اور یہ سب بے منت زحمتیں ہیں۔ منجملہ تدابیر اشاعت مذہب ایک تدبیر وعظ کی ہے کوئی میلہ۔ کوئی بازار۔ لوگوں کا کوئی مجمع نہوگا جہاں ایک پادری کھڑا ہوا مذہب کی منادی نہ کر رہا ہو۔ ع

بہر زمیں کہ رسیدیم آسمان پیداست

لوگ ہیں کہ بیہودہ کٹھ حجتاں کر رہے ہیں سخت و درشت کہتے ہیں۔ تمسخر و استہزا سے بھی پیش آتے ہیں۔ مگر یہ پیچر ہے کہ نہ ملول ہوتا نہ برا مانتا نہ گالی کا جواب گالی

دیکھا ہے کیا کوئی پادریوں کی ریس کریگا یہ لوگ جان پر کھیل کر افریقہ اور چین اور تبت
اور ہزارہا دور دست جیسے وحشی و جنگلی اور نامنتظم و خطرناک مقامات میں جانیکی
بھی پروا نہیں کرتے - گرفتار ہوتے - مارے جاتے - ناموافقت آب و ہوا سے
ہلاک ہوتے ہیں مگر ہمت نہیں ہارتے - غرض مذہب کے پھیلانے اور رواج دینے
میں کسی وضع خاص کے پابند نہیں - جس ڈھنگ سے سینگ سماتے دیکھے گھس
پڑے - جیسے کہ ایک شکاری شکار کو گیا اونٹ بھی تھا اور راوٹی بھی تھی - ترشح
ہونے لگا لوگ راوٹی میں گھس بیٹھے - اونٹ نے بھی راوٹی میں سر رکھ لینے کو ذرا
جگہ مانگی اور آخر کار ساری راوٹی میں وہی وہی تھا - وہ کسی شان میں ہوں دلجوئی -
استمالت و تالیف قلوب ہر پیرایہ میں ضرور - ڈاکٹر بن کر بیماروں کو دوا دیں -
علاج کریں - سوداگروں کے بھیس میں مال تجارت ہلکے داموں پر بیچدیں وحشیوں
کو آئینہ اور جھوٹے موتی اور کھلونے دکھا کر خوش کریں - اور زنانہ خانوں میں عورتوں
کو پڑھنا لکھنا سینا پرونا سکھائیں دائیوں کی طرح بچے جنوائیں - یہ ہیں چند
نمونے ان لوگوں کی کوششوں کے جنکو اپنی قومی سلطنت کے ہوتے کسی کوشش
کی ضرورت نہیں - اب ہمکو اپنی جگہ آپ سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام کے لئے بھی کبھی
کوئی اس قسم کی تدبیر کیگئی ہے ہرگز نہیں یہ سچ ہے کہ ہمارے ہاں وعظ کا دستور
ابتدا سے ہے مگر جس طرح ہمارے اور پادریوں کے وعظ کے طریقے مختلف ہیں
اغراض بھی مختلف ہیں - ہمارے ہاں کے عالم اکثر اپنی مسجدوں میں وعظ کہتے ہیں
اور انکی اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو احکام مذہب سے آگاہ کیا جائے -
جبکہ پادری دوسروں کو کنورٹ کرنے کے لئے گلی گلی کوچہ کوچہ وعظ کہتے پھرتے ہیں
پادریوں کی دیکھا دیکھی چند روز سے مسلمانوں نے بھی کہیں کہیں سر بازار کھڑے
ہو کر وعظ کہنے کا طریقہ اختیار کیا ہے - مگر نام و نمود کے سوا ہی اس طرز کو موجب کسر
شان سمجھتے ہیں - حیلے تو بہت سے بنائیں گے کہ ہمکو اپنے ہی گھر درس و ہدایت سے
فرصت نہیں کیا کریں پڑھنے والے آگھیرتے ہیں مستفتی دم نہیں لینے دیتے - لیکن

شاید اصلی سبب ہے کبر نفس - پھر ایک بہت بڑا نقص ہمارے ہاں یہ ہے کہ مولوی
احکام ظاہر کا بہت بڑا اہتمام رکھتے ہیں - جہاں تک میں خیال کرسکتا ہوں - ہمارے
مولویوں کی تعلیم کا خلاصہ ہے زہد اور احکام ظاہر کی پابندی - شریعت طب روحانی
ہے - جس طرح طب ابدان میں ہر طرح کے علاج ہر قسم کی دوائیں دیکھتے ہو کہ کہیں
فصد اور حجامت اور تنقیہ اور پرہیز اور فاقہ ہے کہ یہ سب تدبیریں ضعیف کرنے کی
ہیں کہیں ادویہ مہیج اور مقوی بھی ہیں - کیونکہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں کوئی حد
اعتدال سے بڑھ گیا ہے اسکو گھٹانے اور نیچے اتارنے کی ضرورت ہے کوئی گر گیا
ہے اسکو اچکانا اور ابھارنا ہے - بعینہ اسی طرح مذہب میں زہد بھی ہے کہ بمنزلہ تنقیہ
ہے مگر وہ کس حالت کے مناسب تھا کہ مسلمانوں میں اس طرح کی دولت پھٹ پڑی
تھی کہ مدینہ منورہ میں لوگ زکوٰۃ کا روپیہ جھولی میں بھرے ہوئے لئے پھرتے تھے
اور کوئی زکوٰۃ کے لینے کی حامی نہیں بھرتا تھا کیونکہ ہر شخص خدا کے فضل سے بجائے خود
صاحب نصاب تھا - اور اب بھی خدا مسلمانوں کے ویسے ہی دن پھیرے تو سب سے
پہلا شخص جو تعلیم زہد کی رائے دے میں ہوں مگر مسلمانوں کی حالت موجودہ تعلیم زہد
سے ویسا ہی اباء رکھتی ہے جیسا کہ ایک بیمار ناتوان کی تنقیہ سے - تمول کے لیے
ایک درجہ معتدل اپنے ذہن میں قرار دو - پھر مسلمانوں کے تمول کا اوسط نکالو تو ماو
و نسبت جو عدد صحیح اور کسور اعشاریہ میں ہوتی ہے - بھلا یہ بات سمجھنے میں آسکتی
ہے کہ احکام زہد کے مخاطب صحیح لوگ ہوں جنکے پیٹ کو روٹی اور تن کو کپڑا نہیں -
کیا پیغمبر صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانے میں سب کو اصحاب صفہ
کی طرح مفلس محتاج [illegible] تنگ بنانا چاہا سبحانک هذا بہتان عظیم
[illegible] نہیں - بلکہ مفلسوں کو غنی - محکوموں کو حاکم - رعایا کو بادشاہ - وحشیوں کو
[illegible] ترغیب دی [illegible] کر دیا اور [illegible] - میں ایک
جانتا ہوں کہ ہمارے زمانے کے مولوی جنکو طبیب روحانی ہونے کا دعویٰ ہے
[illegible] تنقیہ کا علاج کرتے ہیں مگر بالکل الٹا علاج [illegible]

ضعیف ہو رہے ہیں اور ان کو زندہ کا جلاب دیا جاتا ہے کہ پرسوں کے مرتے کل مریں اور کل کے مرتے آج - اصلی بات یہ ہے کہ اسلام کے لئے تکثیر جماعت کے خیالات کو سر سے نکال ڈالو - ہمارے یہاں اسلام کی ایسی حالت نہیں کہ وہ اپنے گروہ کو بڑھا سکے اب ہماری ہمت اسمیں مقصور و محصور ہونی چاہیئے کہ جماعت اسلام کو گھٹنے نہ دیا جائے - یعنی مسلمان ترک اسلام کر کے دوسرا مذہب (اور چھپانے کی کیا ضرورت ہے صاف کیوں نہ کہا جائے عیسائیت) اختیار نہ کرنے پائیں میرا ایسا خیال ہے کہ مذہب بھی علی الاکثر[1] الا ما شاء اللہ ایک متوارث چیز ہے - ایک مسلمان کا بچہ یقیناً بڑا ہو کر مسلمان ہوگا - اسی طرح ہندو کا ہندو - عیسائی کا عیسائی - کیونکہ ہر شخص جس سوسائٹی میں پیدا ہوا اور جس سوسائٹی میں اُسنے پرورش پائی طفولیت سے اُس سوسائٹی کے مذہبی خیالات اس کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں ایک مسلمان عورت اپنے بچہ کو اللہ اللہ کہکر سُلاتی اور اللہ کی مہربانی اور اوسی کے غضب سے دعا دیتی یا کوستی ہے پس وہ بچہ مسلمان تھا ماں کے پیٹ میں فطرةً اور مسلمان ہے ماں کی گود میں تلقیناً - اور ساری عمر مسلمان رہیگا تقلیداً - یہ ہیں معنے[2] کُلّ مولودٍ یولد علٰی فطرة الاسلام ثم ابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کے ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہندو کسی وجہ سے مسلمان ہوا اور اسکو تمام عمر گوشت نہ پچا کیونکہ بچپن سے اسکو گوشت سے نفرت دلائی گئی تھی - آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ایسا ہوا تھا کہ جو یہود اسلام لاتے - وہ اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتے اس وجہ سے کہ یہود کے یہاں اونٹ کا گوشت حرام ہے - چنانچہ اسپر یہ آیت نازل ہوئی -

---

[1] اکثر مگر جس کو اللہ چاہے

[2] ہر بچّہ اسلام کی فطرت (دین) پر پیدا کیا جاتا ہے - پھر ماں باپ اس کے یہودی کریں اُسکو - نصرانی کریں اُسکو - یا مجوسی کریں اُس کو -

یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین[1] - میرے ایک دوست شیعہ سے سنی ہوگئے اور انہوں نے اپنے خاندان کے لوگوں کو مباحثہ و مناظرہ سے سنی ہونے کی ترغیب دی ایک بی بی کو سب طرف سے بند کیا تو انہوں نے کہا تو کیا کہا کہ بیٹا میں سنی تو ہو جاؤں مگر مجھ کو ان موؤں کے یعنی اصحاب ثلثہ کے نام ہی بُرے لگتے ہیں - ان تو غرض یہ ہے کہ میں مذہب کو شوارث سمجھتا ہوں پھر انسان کے معاملات میں سب سے زیادہ عجیب مذہب ہے اس سے بڑھکر عجیب بات اور کیا ہوگی کہ منزل مقصود سب کی ایک اور رستے دیکھو تو پورب پچھم کا اختلاف - اسپر طرہ یہ کہ سرگرمی اور اس بات کا اذعان کہ جس رستے پر میں چل رہا ہوں بس وہی ٹھیک ہے اور دل کی تسلی تمام اہل مذاہب میں یکساں - کل حزب بما لدیھم فرحون[2] ع

بگوش گل چہ ندا کردہ کہ خندان است

بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالان است

دنیا کے اعتبار سے دیکھو تو کسی فرقے کو فی شیئ من الاشیاء[3] نہ مزیت ہے نہ فوقیت - نہ فضیلت - نہ خصوصیت - توالد تناسل صحت و مرض - تونگری و افلاس - رنج اور خوشی - نیکی اور بدی - موت و حیات - کیا چیز ہے - جو ایک مذہب والوں میں ہے - اور دوسروں میں نہیں - اور واقع میں یہی بے خصوصیتی اختلاف مذاہب کو رفع نہیں ہونے دیتی - جیسا کہ اللہ تعالے جل شانہ خود فرماتا ہے -

---

[1] اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے -

[2] ہر ایک گروہ اپنے حال میں خوش ہے -

[3] تمام چیزوں سے کسی چیز میں -

ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتہم سقفا من فضۃ ومعارج علیہا یظہرون و لبیوتہم ابوابا وسررا علیہا یتکؤن و زخرفا وان کل ذالک لما متاع الحیوٰۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربک للمتقین[1] ہر مذہب میں لوگوں کا ایک ہی طرح کا حال ہے اکثر تو دنیا میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ دین مذہب کی طرف مطلقاً ملتفت ہی نہیں ہوتے۔ قدرے قلیل پابند مذہب ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر اور اکثر بھی ترتیب کل اس خیال کے ہوتے ہیں[2] انا وجدنا آباءنا کذالک یفعلون انا وجدنا آباءنا علیٰ امۃ و انا علیٰ آثارہم مقتدون۔ مقتدون غرض شاذ ہیں وہ لوگ جو تحقیق کے ساتھ کسی خاص مذہب کو اختیار کرتے ہیں مگر تحقیقات کا نتیجہ ہنسے تو اکثر یہی دیکھا ہے کہ آدمی جس مذہب میں پیدا ہوا اور جسکی خوبی بچپن سے اُسکے ذہن میں بیٹھ چکی ہے تحقیقات کے بعد بھی اسی پر قائم رہتا ہے وہ اگر اس مذہب کے معتقدات میں کہیں پانی مرتا ہوا دیکھتا ہے تو اسمیں تاویلات گھڑ گھڑا کر من سمجھوتی کر لیا کرتا ہے یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا کے دن گئے اب کوئی اکا دُکا تبدیل مذہب کرتا بھی سنتے ہے تو اسکی مثال ایسی ہے کہ مثلاً دو بڑے تالابوں میں سے چند قطرے ایک تالاب میں سے لیکر دوسرے میں ڈال دو تو اس سے نہ وہ تالاب خشک ہوگا جس میں سے دو بوندیں نکل گئیں اور نہ وہ تالاب

---

[1] اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سارے آدمی ایک امت ہو جائینگے تو ہم رحمان کے ساتھ کفر کرنے والے کی گھر کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں چاندی کی کہ آسمان پر چڑھیں اور اون کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت کہ اون پر تکیہ لگا کر بیٹھیں اور سونا اور نہیں یہ سب کچھ۔ مگر دنیا کی زندگی کا سامان۔ اور آخرت تیرے ربّ کے پاس ڈرنے والوں کے واسطے ہے۔

[2] ہمنے پایا اپنے باپوں کو اسی طرح کرتے ہیں۔ ہمنے پایا اپنے باپوں کو ایک راہ پر۔ اور ہم ان کی پیروی کرتے ہیں۔

اہل پڑیگا جس میں دو لونڈیں اور آئیں - خلاصہ مقصود یہ ہے کہ ہمکو تکثیر گروہ مسلمانان
کے فکر سے فارغ رہنا چاہئے - اس سے کہیں زیادہ بکار آمد اور مفید اور عند اللہ
عند رسول مقبول یہ ہے کہ ہم عام مسلمانوں کی اصلاح پر متوجہ ہوں - اور عجب نہیں کہ
یہ تدبیر آخرکار تکثیر جماعت اسلام کا بھی موجب ہو - غیر زمانہ کاپٹیشن کا ہے - یوں سمجھنا
چاہئے کہ جتنے اہل مذاہب ہیں سب ایک قسم کے دوکاندار ہیں - اور ہر دوکان دار
خریداروں کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے - کاپٹیشن کی صورت میں جو تدبیر ایک
دوکان دار اپنی دوکان کی رونق کے لئے اختیار کرتا ہے ویسی ہی تدبیر ہمکو کرنی
ہوگی کہ ہمارے پاس خریدار کی ضرورت کی سب چیزیں مہیا ہوں - سوہیں ۱ مال بھی
عمدہ ہو وہ بھی نہ ہے ۲ ارزان ہو - ارزان بھی ہے ۳ چیزیں عمدہ طرح سجائی گئی ہوں
خریداروں کے ساتھ ہمارا برتاؤ رفق و نرمی کے ساتھ ہو - بس ان دو باتوں میں
کمی ہے اور انہی دو باتوں کی طرف میں عام مسلمانوں کو اور خاص کر ممبران انجمن حمایت
اسلام کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں - ہمارے مذہبی احکام جنکو میں نے مال تجارت سے تشبیہ
دی فی حد ذاتہا نہایت عمدہ ہیں مگر ہم مسلمان ان کو ایسے طور پر عمل میں نہیں لاتے کہ انکی
عمدگی ظاہر ہو - اور لوگ اسلام کو نظر استحسان سے دیکھیں - آپ صاحب مجھہ کو
اس بات کے کہنے سے معاف رکھیں گے کہ انجمن حمایت اسلام اپنے پندار میں
ایسا خیال کرتی ہے کہ اسلام پر خارج کی طرف سے خطر ہے وہ ڈر رہی ہے کہ
ایسا نہو جس طرح عیسائیوں نے مسلمانوں کی سلطنت دبالی - کہیں مذہب پر بھی
دست درازی نہ کریں - اور میرا یہ حال ہے کہ میں خارج کی طرف سے بالکل مطمئن
ہوں - اس سے کہ پادریوں نے دو چار لاوارث بچے لے جاکر عیسائی کر ڈالے
اسلام کا انشاءاللہ بال بھی بیکا نہیں ہوتا - میں آپ صاحبوں سے سچ کہتا ہوں
کہ اسلام کو جو کچھ خطر ہے ہم ہی مسلمانوں سے ہے جو اس کے نام لیوا ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اسلام کوئی شے منفرد موجود فی الخارج نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کے اطوار و عادات و معاملات
و معتقدات و اقوال و افعال کا نام ہے۔ اسلام کی حمایت حفاظت تائید ہمدردی
یا جو کچھ کہو سب کا بہترین پیرایہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی جائے۔ سب سے
زیادہ ضروری اور سب پر مقدم تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں صلح کاری اور سازگاری
کی صفت پیدا کی جاوے نہ صرف آپس میں بلکہ دوسری قوموں کے ساتھ مسلمانوں
کی پچھلی کارروائیوں نے دوسری قوموں کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ مسلمان
دوسری قوموں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رکھ نہیں سکتے جیسا کہ میں نے شروع میں
کہا تھا جیسے مثل اور فرمان روا قوموں کے استمالت قلوب کی پروا نہیں کی
جب تک گھر کی حکومت رہی اس غلطی کا کوئی گزند نہ ہوا۔ زوال سلطنت کے بعد سے
مسلمانوں کا قریب قریب ایسا ہی حال ہے جیسے دانتوں میں زبان روئے زمین پر
سوائے خدا کے کوئی ان کا دوست نہیں اور نہ صرف یہ کہ دوست نہیں بلکہ لوگ
پچھلی کہانیاں یاد کر کے درپے انتقام رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر خدانخواستہ
ہندوستان پر انگریز مسلط نہ ہوتے یا ہوتے اور خدانخواستہ ان کی طبیعت
دوسروں کی طرح کینہ کش واقع ہوئی ہوتی تو آج ہم مسلمانوں کی کیسی گت ہوئی ہوتی۔
ہرچند واقعات جو صفحات تاریخ پر ثبت ہو چکے کسی کے میٹے نہیں مٹ سکتے۔
لیکن اگر ہم تلافی مافات کرنی چاہیں تو گو دوسری قوموں کو دوست نہ بنا سکیں
مگر ان کی شورش عداوت کو تو ضرور فرو کر سکیں گے کیا اسلام کے لئے سلطنت
کا ہونا شرط ہے۔ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پیغمبری کے پہلے گیارہ
برس کس طرح کفار مکہ میں گزارے تھے۔ یاد رکھو کہ ہندوستان میں وہ ابتلا
نہیں بلکہ سچ پوچھو تو مطلق ابتلا نہیں ہم ہی دوسروں کو نہ دیکھ سکیں تو اور بات ہے
ورنہ کوئی ہمارے مذہب سے مزاحم نہیں۔ متعرض نہیں پھر یہ تمام واویلا کیوں
اور فریاد کس لئے۔ بات صاف صاف یہ ہے کہ ہم اس ملک میں محکوم ہیں مغلوب
ہیں۔ ضعیف ہیں اور اپنی حالت پیش نظر رکھ کر مذہب کو نباہنا ہے۔ نہ اسنے

ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کو مسلمان تمام روئے زمین پر سلطنت کریں گے
بلکہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اسلام کے بارے میں پیشگوئی کی بھی
تو یہ کی بدا غریبا وسیعود غریبا بے شک سلطنت بھی ایک رحمت
الٰہی ہے اور وہ ان کو ملتی ہے جو اسکی صلاحیت رکھتے ہوں[1] ولقد کتبنا
فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون - ہم
میں جب تک صلاحیت رہی سلطنت رہی - اب جو لوگ عند اللہ صلاحیت والے ہیں
سلطنت پر مسلط ہیں کسی کے دل میں یہ وسوسہ نہ گذرے کہ سلطنت دنیا مذہب
کے مقبول و نامقبول ہونے کی کسوٹی ہے - یہ انتظام الٰہی ہیں دوسری مصالح
پر مبنی[2] تلک الایام ندا ولھا بین الناس - یہ میرا خیال ہے کہ پیغمبر صاحب
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو دو متناقض حالتیں مغلوبیت و غلبہ اور عسر و یسر کی
گذریں ہونہ ہو اس میں یہ حکمت مضمر رہی ہوگی کہ مسلمانوں کو ملائم و نا ملائم ہر طرح کی
صورت میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ دکھا دیا جائے - مسلمانوں کو دوسری قوموں پر
کسی طرح کی تعدی کرنے کی قدرت تو باقی نہیں - لیکن ان کے برتاؤ میں جتنی اور
جیسی چاہیئے سازگاری بھی نہیں جو لوگ ہم میں کے عوام ہیں انکو ہندوؤں سے
لڑ بھڑنے کے لئے ایک ادنے سا بہانہ بس کرتا ہے رہے عیسائی معلوم ہے کہ وقت
کے حاکم دولت اور عزت کے منبع ہیں اور کچھ نہیں تو اُن کے ساتھ مذہبی مباحثات
میں وہ احتیاط جسکا پاس ایک قوم مغلوب کو ہمہ وقت ہونا چاہیئے ضرور فوت ہو جاتی
ہے یا اُن کے فوت ہونے کا ضرور خطرہ ہے جن کے لئے خدا نے ہمکو عیسائیوں کا
دست نگر بنا دیا ہے - کوئی ہے ایسا ضابطہ کہ مذہبی مخالفت کو پرخاش اور عقیدہ کو
بے اعتقادی کی حد تک منجر ہونے دے - ذرا اپنے نفوس کا احتساب کرو اور خدا

---

[1] ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے بعد کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے -

[2] ان دنوں کو ہم لوگوں میں پھیراتے ہیں -

سکے لئے دریا میں رہکر مگرمچھ کو مت دشمن بناؤ - چمن دنیا میں بہ رہ دو رن خار بن کر رہ چکو
اب گل ہو کر رہو - تم کو یقین آنے پائے آئے اگر یقین کرو گے تو مجھے کیا بخش
دوگے فما آتانی اللہ خیر مما آتاکم اور اگر یقین نہ کرو گے تو مجھ سے کیا
چھین لوگے - میں سچے دل سے تم سب کے روبرو کہتا ہوں کہ میں خدا کے
فضل سے مسلمان ہوں بلکہ کسیقدر متعصب مسلمان - یہاں تک کہ میں نے انگریزی
پوشاک کا پہننا بھی پسند نہیں کرتا - ہرچند جانتا ہوں کہ لباس کو مذہب میں کچھ دخل
نہیں مگر میں نے کہا نہ کہ مجھ میں تھوڑا سا تعصب ہے میرا مزاج خلقت کا ضد ویسا
واقع ہوا ہے باایں ہمہ میں مسلمانوں کے فائدے کی نظر سے باصرار کہتا ہوں - کہ
مسلمانوں کو جتنی اجنبیت اور وحشت اور نفرت نصاریٰ سے ہے مصلحت وقت کے
خلاف ہے اس زمانے کے نصارے وہی نصارے ہیں جو پیغمبر صاحب صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھے وہی عقائد ہیں وہی مسئلے ہیں اور انہیں کی
نسبت خدا فرماتا ہے لتجدن[2] اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا
الیہود والذین اشرکوا ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا
الذین قالوا انا نصارے یہ تو خدا کا فرمودہ ہے اون وقتوں کا کہ اسلام
برسر عروج تھا اور دوسری قوموں کی دوستی اور دشمنی دونوں سے مستغنی -
اب ہمارے برتاؤ کو دیکھو تو ہم نے اباعد کو اقارب بنا رکھا ہے اور اقارب کو اباعد
اور کس حال میں کہ ہم محتاج ہیں اور نصارے محتاج الیہ ہم محکوم ہیں اور نصاریٰ حاکم -
عقل رکھتے ہو - شعور رکھتے ہو - سود و زیان میں تمیز کرنے کی سمجھ رکھتے ہو سے

من نگویم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بیں و کار آسان کن

---

[1] جو کچھ مجھکو اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمکو دیا ہے -

[2] تو سخت دشمن مومنوں کا یہودیوں اور مشرکوں کو پاوے گا دوستی میں بہت قریب ایمان والوں کا ان کو پاویگا
جو اپنے آپکو نصارے کہتے ہیں -

اگر ہمکو سوسائٹی کی ضرورت ہے تو اسکی بھی ضرورت ہے کہ ہم اوس سوسائٹی سے جہاں تک ممکن ہو پورا پورا فائدہ حاصل کریں - لیکن جب سوسائٹی کے خیالات ہماری نسبت یہ ہوں کہ ہم کوڈ پیٹنگئے - مغرور بر خود غلط - سرکش - تڑے - ہیکڑی باز - لڑنے کو موجود - جھگڑنے کو تیار خیال کرتے ہوں تو بس معلوم ہوا کہ ہمکو سوسائٹی کی منفعتیں بتامہا حاصل نہیں - میرے خاندان میں دکانیں اور مکانات کی قسم سے کچھ جائداد ہے - ہم لوگ ہمیشہ ہندو کرایہ دار کو ترجیح دیتے ہیں - کیونکہ اوس سے کرایہ بآسانی اور پورا اور فی الوقت وصول ہوجاتا ہے - مجھے ایک بندوبست کے مسلمان ڈپٹی کلکٹر کا حال معلوم ہے کہ ان کی کچہری میں اوسنے درجہ کی محرری خالی ہوتی تو اوپر اگر ہندو کو رکھتے اس خیال سے کہ ہندو ڈر کر کام کرتا ہے محنت سے جان نہیں چراتا - میں نے بجائے خود آزمایا تو اون کا خیال صحیح تھا - مہاجن لوگ تقاضے کے لئے اکثر مسلمان پیادوں کو رکھتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ مسلمان سخت گیر ہوتے ہیں - حد خودداری تک تو ان باتوں کا مضائقہ نہیں - اس سے زیادہ میرے نزدیک داخل عیب ہے اور من حیث المعاشرۃ خود مسلمانوں کے حق میں مضر سخت مضر - غرض جہاں تک مسلمان دوسری قوموں کو نظرِ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اگرچہ وہ حقارت مذہبی ہی اعتبار سے کیوں نہو - مسلمانوں کے اس طرز مزاج سے میں ہرگز راضی نہیں - دوسروں کو برسر غلط سمجھو اور بے شک وہ برسر غلط ہیں لیکن غلطی کی وجہ سے وہ لوگ قابل رحم ہیں نہ لائق نفرت - میں جانتا ہوں کہ انجمن حمایت اسلام کا یہ مقصد نہیں لیکن مذہبی رد و کد میں خواہی نخواہی دوسرے کے عیوب پر نظر پڑنے لگتی ہے - اس سے کہ ہم دوسروں کے عیب نکالیں بہت زیادہ مفید ہوگا کہ ہم اپنے ہی عیوب کی تفتیش میں مصروف ہوں - میرا منصب وعظ کا نہیں - لیکن اگر میں اپنے نفس پر دوسرے مسلمانوں کو قیاس کروں تو ہمارا حال سخت افسوس کے قابل ہے ؎

گر مسلمانی ہمین است کہ حافظ دارد

وائے اگر در پس امروز بود فردائے

زیادہ کہنے کی فرصت نہیں اور شاید موقع و محل بھی نہیں - مگر آؤ ذرا اپنے ایمان کو تو
جانچیں کہ یہ بھی ٹھیک ہے یا نہیں اسلام کا لب لباب یا اوسکی غرض وغایت جو کچھ
کہو خدا کی توحید ہے - یہی چیز اصل دین تھی اور اسی کو ساری دنیا نے یہاں تک کہ
اہل کتاب نے مشتبہ اور متزلزل کر رکھا تھا اور اسی کو صرف اور خالص اور پاک
اور منقح اور مضبوط اور مستحکم اور شدید کرنے کو ہمارے پیغمبر صاحب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے سارا قرآن من اولہ الی آخرہ توحید میں سرشار ہے -
جملے جملے سے توحید پڑی ٹپک رہی ہے - پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
مزاج میں چشم پوشی اور درگذر اور تالیف قلوب اور آسانی کی کچھ انتہا نہ تھی صرف
دنیاوی امور میں نہیں بلکہ مذہبی امور میں بھی حجۃ الوداع میں کوئی کہتا مجھ سے فلان
رکن فوت ہوگیا آپ فرماتے لا باس - کوئی عرض کرتا یا حضرت ارکان میں بے
ترتیبی ہوگئی ارشاد ہوتا لا باس - مسجد نبوی میں ایک بے تمیز بول کرنے لگا - لوگ
مارنے دوڑے فرمایا اسکو اطمینان سے فارغ ہو لینے دو پھر نرمی سے سمجھا دیا مسجد
عبادت کے لئے ہے - اسارائے بدر کے بارے میں باوجودیکہ اصحاب نے قتل
کی رائے دی حضرت نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا - ایک منافق مرا اوس کے بیٹے نے
التماس کیا کہ حضرت اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں - آپ منع کرتے کرتے راضی
ہوگئے - جب کبھی حضرت کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا آپ ہمیشہ سہولت کا پہلو
اختیار کرتے - حضرت انس کہتے ہیں میں نے دس برس خدمت کی کبھی کسی بات پر مجھکو ملامت
کی ہی نہیں - گھر میں جو کچھ پکتا خوشی سے کھا لیتے اور نہ بھاتا تو مونہہ سے کھانے کو برا
نہ کہتے حطیم کعبہ کو صرف اسوجہ سے داخل کعبہ نہ کیا کہ ایسا نہو لوگ نئی بات سمجھ کر تکرار
کریں غرض سب باتوں میں نرمی تھی اور نہیں تھی تو توحید کے بارے میں - فتح بدر کے
بعد لڑکیاں شادیانے گانے لگیں آپ خاموش لیٹے ہوئے سنا کئے جب اُنہوں نے
کہا کہ ہم میں پیغمبر غیب دان ہے جھٹ آپ نے روکا - صحابہ نے چاہا کہ فارس کے
قاعدے کے مطابق تعظیماً سجدہ کریں منع فرمایا بلکہ لوگوں کے کھڑے ہونے سے بھی

ناخوش ہوتے تھے۔ اس خیال سے کہ مبادا میرے پیچھے لوگ پرستش کرنے لگیں۔ وصیت کی کہ میری قبر زمین دوز بنانا۔ خلاصہ یہ کہ جبتک زندہ رہے توحید کی رخنہ بندیوں میں لگے رہے اب انہی خدا پرست پیغمبر کی اُمت کو دیکھتے ہیں۔ قبر پرست۔ پیر پرست۔ تعزیہ پرست۔ رسم پرست۔ اوہام پرست۔ تدبیر پرست خواہش پرست۔ یعنی روزمرہ کی حاجتوں میں تو ہمکو اسکی ضرورت پڑتی نہیں۔ کہ بیٹھے بٹھائے خدا کو تکلیف دیں۔ اولاد۔ نوکری۔ تندرستی۔ دوستی۔ دشمنی ہر جیت میں نہیں سمجھتا کون سا مطلب ہے جو خدا کے بدون اٹکا رہے اور اسکو کوئی نہ کوئی زندہ یا مردہ سالک یا مجذوب فقیر پورا نہ کر سکے۔ یوں تو اپنے دہی کو اپنے موہنہ سے کوئی کیوں کھٹا کہنے لگا۔ لیکن غیر ملک سے کسی ناواقف محض شخص کو آنے دو وہ ہندؤں اور مسلمانوں میں اگر فرق پائے گا تو اسی قدر کہ ہندو اپنے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں اور مسلمان اپنے بزرگوں کی۔ مسلمانوں کو توحید کے بارے میں متزلزل دیکھ کر میں ذرا بھی تعجب نہیں کرتا۔ یہ مرحلہ ہی ہے مزلة[۵۱] الاقدام وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ لیکن البتہ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہی یا اوسی قسم کے افعال دوسری قوموں کا آدمی کرے تو مشرک اور مسلمان اس سے بدتر سے بدتر بھی کرے پھر موحد کا موحد۔ توحید کیا ہے بی بی تمیز کا وضو ہے کہ کبھی طرح ٹوٹتا ہی نہیں تاویلیں جو مسلمانوں کے موہنہ سے سُنی ہیں وہ اوس قسم کی ہیں جو دوسرے لوگ کیا کرتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔[۵۲] ھٰؤلاء شفعاءنا عند اللہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰے۔

---

[۵۱] قدموں کے پھسلنے کی جگہ۔ اور بہت سے ان میں اللہ کو نہیں مانتے اور وہ شرک کرنے والے ہیں۔

[۵۲] یہ ہیں ہمارے شفیع اللہ کے پاس انکو ہم صرف اسواسطے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔

یہاں کچھ لڑائی نہیں ۔ جھگڑا نہیں ۔ مباحثہ نہیں آپس کی بات ہے ۔ بحث کرنے پر آؤ تو کوئی بھی مجھ کو بند کر دے گا وکان الانسان اکثر شئی جدلا[1] ۔ لیکن معاملہ خدا کا ہے یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور[2] ۔

زور بت ار پیش سے رود باما

باخدا وند غیب دان نرود

تھوڑی دیر کے لئے تعصب کو دور کر کے نظر انصاف سے دیکھو کہ عموماً مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں یا نہیں ۔ تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اپنے ایمان کو تو ٹھیک کر لو تب ہی دوسروں کے پیچھے پڑنا ؂

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو ٭

مسلمان کہلانے بلکہ ہونے سے آدمی مومن نہیں ہو جاتا اور مومن ہوئی بدون نجات نہیں ۔ یہ اوسی طرح کی بات ہے ؂

بسکہ دشوار ہے ہر چیز کا آسان ہونا

آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے اسلام و ایمان کا فرق ظاہر ہوگا[3] قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئاً ان اللہ غفور الرحیم

---

[1] اور انسان اکثر باتوں میں جھگڑالو ہے ۔

[2] آنکھوں کے خفیف سے اشارے اور سینے کی چھپی باتوں کو جانتا ہے ۔

[3] گنوار عرب کہتے ایمان لائے ہم کہ نہیں ایمان لائے تم بلکہ کہو کہ اسلام لائے ہم اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کریگا اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

پھر آپ ہی مومن کی شناخت بتلاتے ہیں [۱]انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون یہ ایمان اور اس میں شک وشبہ کا خطور نہ کرنا فعل قلب ہے اور اگرچہ اسکے آثار بھی آدمی کے افعال واقوال حرکات وسکنات پر مترتب ہوتے ہیں تاہم کوئی دوسرا شخص کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہو نہیں سکتا مگر یہ کہ وہی شخص بجائے خود اپنے نفس کا احتساب کرکے دیکھے کہ کہاں تک آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا کا مصداق ہے۔ ہاں جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ یعنی جان ومال سے اللہ کی راہ میں کوشش کرنا ایک ایسا امر ہے جسکو ہر کوئی دیکھ سکتا ہے سو خدا کی راہ کے بہت سے رستے ہیں سب سے بہتر اور زمانہ کی ضرورتوں کے ٹھیک مطابق وہ ہے جو انجمن حمایت اسلام نے اختیار کر رکھا ہے۔ پس اس انجمن کو معمولی اور سرسری طور کی انجمن نہ سمجھو۔ یہ انجمن کسوٹی ہے۔ کاہے کی؟ ایمان کی۔ میں تو اس انجمن کے بارے میں دو ٹوک رائے رکھتا ہوں یا تو سب مسلمان ملکر اسکو بالکل مٹا دو یا رکھتے ہو تو اسکو اسلام کی شان کے مطابق بنا کر رکھو۔ یہ اونچی دوکان اور پھیکا پکوان تو بڑی شرم کی بات ہے۔ انجمن حمایت اسلام اور گھر گھر چٹکی چٹکی آٹا مانگی چار چار آنے کے پیسوں پر وہ بھی ماہواری یا سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے دھیلے روز کی کوڑیوں پر اسکی ممبری مارے مارے پھرتے جنکو مقدور نہیں [۲]الذین لا یجدون الا جھدھم اون کی تو آٹے کی چٹکی بھی اکسیر کی چٹکی ہے۔ مگر مال ودولت والے۔ عزت وحکومت والے۔ نام ونمود والے۔ شان وشوکت والے

---

[۱] ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اور رسول اللہ پر ایمان لائے۔ پھر کسی قسم کا شک نہیں کیا۔ اور اللہ کے رستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے کوشش کی۔ سچے ایماندار وہی ہیں۔

[۲] جنکو اپنی مشقت کی مزدوری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

ساز و سامان والے کس خواب غفلت میں ہیں ان پر حجت الٰہی تمام ہو چکی اگر اسلام سچا ہے تو ضرور باز خواست ہونی ہے - مانا کہ مسلمانوں میں اگلی سی فراغت نہیں رہی - مگر کرنے پر آؤ تو سب کچھ کر سکتے ہو قطرہ قطرہ جمع ہو کر دریا بن جاتا ہے - کون کہتا ہے کہ پیٹ کاٹ کر دو - اپنی اپنی جگہ سوچو - ایک متنفس ایسا نہیں جسکی آمدنی کا بڑا حصہ لغو اور فضول اور ناشروع طور پر ضائع نہ جاتا ہو - بندگان خدا حامیان اسلام کی فہرست میں اپنا نام تو لکھوا رکھو - داشتہ آید بکار - اب یہ وقت ہے کہ مانگا جاتا ہے اور تمہارے دل سے نہیں نکلتا والذی نفسی بیدہ ایک دن ہوگا کہ زبردستی سر پڑ کر ہاڑے کھا کر دینا چاہو گے اور نہیں لیا جائیگا[۱] یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیہ وصاحبتہ واخیہ وفصیلتہ التی تؤویہ ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیہ کلا مگر لیں کہو کہ عاقبت اور عاقبت کی باتیں ہمکو افسانہ معلوم ہوتی ہیں اور ہم اگر مسلمان ہیں تو ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے اعراب کہ وہ کہتے تھے آمنا اور خدا فرماتا تھا[۲] لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم خیر عاقبت سے قطع نظر کرو تو دنیا ہی میں ہمکو کون سی بہتری ہو رہی ہے زوال سلطنت کا تو مجھے کبھی خیال بھی نہیں آتا اوس بیہودہ بے تمیز نا منتظم سلطنت سے تو ہم انگریزی عملداری میں بڑے ہی امن چین سے ہیں مجھکو جس بات کا قلق ہے وہ یہ ہے کہ ہم دوسری رعایا سے لیاقت میں - خوشحالی میں - عزت میں - قرب حکام میں بہتر نہ ہوں تو پھسڈی اور پس ماندہ اور بدتر بھی نہ ہوں - وہ بھی تو مسلمان ہی تھے - جنہوں نے

---

[۱] پسند کریگا مجرم کہ کاش آج کے عذاب کے بدلے اپنے بیٹے - بیوی - بھائی - اپنے کنبے (جنکو وہ پناہ دیتا تھا) اور جو کچھ زمین میں ہیں سب کو فدیے میں دے دے اور چھوٹ جائے ہرگز نہ چھوٹیگا -

[۲] تم ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا -

اسلام کے بل بوتے پر ایک سلطنت بنا کھڑی کی اور ایک مسلمان ہم ہیں کہ سب کچھ کھو
کھوا کر اب روٹیوں کے لالے پڑے ہیں سوچنے کی بات ہے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جو
اون وقتوں کے مسلمانوں میں تھی اور ہم آج کل مسلمانوں میں نہیں - میں بتاؤں
وہ ہمدردی اور اخوت اسلامی تھی - ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ کفار کے ہاتھوں سے
تنگ آکر جو مسلمان پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مکے سے ہجرت
کر کے مدینے میں آبسے مہاجرین کہلاتے تھے یہ لوگ نہایت بے سروسامان تھے -
کیونکہ بھاگ کر اور چھپ کر آئے تھے یہاں تک کہ بعض کے تو رہنے اور کھانے تک کا
ٹھکانا نہ تھا اگر مدینے کے لوگ جو انصار کہلاتے ہیں اسوجہ سے کہ انہوں نے مصیبت
کے وقت پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور دوسرے مہاجرین کی ہر طرح کی مدد
کی تھی - خدانخواستہ ہم جیسے تنہا خور - تنگ چشم - خود غرض مسلمان رہے ہوتے
تو بیچارے مہاجرین پردیس میں فقر و فاقہ سے ہلاک ہو گئے ہوتے - لیکن انصار نے
انہیں رہنے کو مکان دیئے - اپنے یہاں مہمان رکھا - مہمان نوازی کے قاعدے
سے خاطر و مدارات کی - یہاں تک کہ انصار میں سے ایک شخص کے پاس جاہلیت کے
دستور کے مطابق متعدد بیبیاں تھیں - اونہوں نے ایک بی بی کو طلاق دیکر
اپنے بھائی مہاجر کا گھر آباد کرا دیا - پھر تمام انصار نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے بھائی مہاجر ٹھیرے پردیسی - یہاں انکی
کوئی معاش نہیں ہمارے باغات ہیں اون میں اور ہم میں بانٹ دیجئے - حضرت
نے فرمایا - نہیں تمہارے باغ تمکو مبارک - بس اتنا کافی ہے کہ ہم غریب الوطنوں
کو محنت و مشقت میں شریک کر لو اور پیداوار میں سے حصہ بانٹ دیا کرو - ایک بار
مال غنیمت میں سے مہاجرین کو حاجتمند دیکھ کر حضرت نے کچھ زیادہ حصہ دے دیا - انصار
میں سے بعض نوجوان آدمی اپنی جگہ کچھ ناخوش سے ہوئے - حضرت کو خبر پہونچی -
آپ نے انصار کو جمع کر کے اسکی وجہ سمجھائی اور فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں کہ
اللہ اور اللہ کا رسول تمہارے حصے میں ہوں تمام انصار یکزبان ہو کر بول اوٹھے

یاحضرت ہم بخوشی اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے تمغے کامل بھی مہاجرین کو دیجئے بھائیو میں تمکو تو کچھ نہیں کہتا اللہ علم بما فی انفسکم مگر میں اپنے ایمان کو اون لوگوں کے ایمان سے ملاتا ہوں - تو خدا کی قسم اسلام کا نام لیتے ہوئے مجھ کو شرم آتی ہے ٥

واے برمن واے بر انجام من

عار دارد کفر از اسلام من

غرض ان لوگوں میں اس درجہ کی اخوت اور یکجہتی تھی جس کے بہتے پر انہوں نے اسلامی سلطنت قائم کی اب اخوت کی جگہ لڑائی ہے - جھگڑا ہے - عداوت ہے - حسد ہے پھوٹ ہے - بدخواہی ہے ایک کو ایک نہیں دیکھ سکتا اگر زید کو پیٹ بھر کر روٹی مل گئی تو اس کے پڑوس والے فاقہ کریں تو اس کی بلا سے اور بھوکے مریں تو اس کی بلا سے اس کے پاس اگر موقع بر دکا سامان ہے تو پھر اسکے ذہن میں نہیں گذرتا کہ اسکے ابنائے جنس کو بھی سردی کا احساس ہوتا ہے اور ان کو اگر کپڑا میسر نہیں آتا تو آگ اور دھوپ کے سہارے سے زندگی بسر کرتے ہیں - رات کو آگ اور دن کو دھوپ بھاڑ میں جائیں ایسے لیل ونہار دھوپ کی تابش آگ کی گرمی وقنا ربنا عذاب النار قرون اولے کے لوگوں میں بھی باہمی اختلاف تھے لیکن ان اختلافات کی وجہ سے ان کی اخوت اسلامی میں خلل نہیں آتا تھا - جیسے انگریزوں کی ولایت میں پولیٹکل گروہ کنسرویٹو لیبرل یونینسٹ سپرٹسٹ گلیڈسٹونین پارنلائٹ کہ ایک کی کاٹ میں ایک لگا رہتا ہے مگر نفس سلطنت پر سب جان دے دیتے ہیں بعینہ ایسا ہی حال قرون اولے کے مسلمانوں کا تھا لڑتے بھی تھے اور جھگڑتے بھی تھے - مگر سلطنت اسلامی کی خیرخواہی میں سعی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے تھے - اب ہم لوگوں میں بھی رچا ایا پہلا اسلام تو ہے مگر کامن کاز - یعنی غرض مشترک تک میں نہیں جسکو دیکھو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد بنانے کی فکر میں ہے - مذہبی گروہ استنے کل پڑے ہیں اور نکلتے چلے آتے ہیں کہ یہی اختلاف اسلام کے ضعیف کر دینے کو کافی ہے - دو مولوی کسی جزوی مسئلے

میں مختلف تھے اور دو پارٹی بنتے اور لگا ایک دوسرے کی تکفیر کرنے تو کس تہذیب کے ساتھ کہ جوتا اور لٹھ اور کتاب اور قبقاب اور نشتر تفقیر ورگ امیر عجیب عجیب ناموں کی کتابیں تصنیف ہو رہی ہیں اور اس کشمکش میں اسلام ہے کہ ادس کی مٹی خوار ہے ۔ یہی دیکھکر سینے تھوڑی سی دیر ہوئی کہا تھا اسلام کو خارج سے خوف نہیں جو کچھ خطرہ ہے داخل ہی ہے پہلے تو لوگ کہا کرتے تھے ۔ انگریزی پڑھنے سے آدمی عیسائی ہو جاتا ہے اب عیسائیت کا خدشہ تو جاتا رہا اسکی جگہ عام خیال یہ ہے کہ انگریزی تعلیم لامذہبی سکھاتی ہے ۔ یہ خیال پہلے خیال سے کہیں زیادہ بے اصل ہے ۔ میں اسلام اور عیسائیت اور انگریزی تینوں سے واقف ہوں اور بڑے وثوق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ اگر فی الواقع انگریزی تعلیم سے اسلام کو مثلاً روپے میں ۲ر خدشہ ہے تو عیسائیت کو اٹھارہ آنے ۔ تو کردں معجزات ۔ ہزارہا تعجبات ۔ آسمان ۔ فرشتے ۔ جنات ۔ دوزخ ۔ بہشت کیا ہے جو عیسائیوں میں نہیں ۔ تو اگر تعلیم انگریزی مذہب سے آزادی سکھاتی ہوتی خود پادری کب اوسکو جائز رکھتے انگریزوں میں مذہبی تعصب اس درجہ کا ہے کہ رومن کیتھلک عقیدے کے لارڈ رپن گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے تو ایک غل سا مچگیا ۔ مسٹر بارڈلا نے انجیل پر حلف لینے سے انکار کیا تو سب کے سب مارنے کو چلے ۔ یوں مذہبی باتوں میں غفلت اور سہل انگاری یہی سے ہوتی ہے ۔ مگر اس سے لامذہبی کا الزام عائد حال نہیں ہوتا ۔ یہ بات البتہ غور کرنے کی ہے کہ اگر انگریزی تعلیم لامذہبی کی محرک نہیں تو انگریزی خوان متزلزل العقیدہ کیوں ہوتے ہیں مذبذبین بین ذٰلک لا الیٰ ھٰؤلاءِ ولا الیٰ ھٰؤلاء اس بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی کا قصور ہے اگر ہمارے گھروں میں مرد اور عورت مذہب کے پابند ہوں اور بچے ماں باپ اور رشتہ داروں کو دیندارانہ زندگی کہتے ہوئے دیکھیں تو یہ بجائے خود سب سے زیادہ موثر تعلیم ہے انگریزی ہمارے بچوں کو لامذہب نہیں بناتی بلکہ ان کو لامذہب بناتے ہیں ہم اور ہمارے برے نمونے اور مذہب کے بارے میں ہماری بے اعتنائی ۔ ہماری بے مبالاتی ۔ دنیادی علوم کے علاوہ علوم مذہبی کا بوجھ بچوں پر ڈالو گے

تو یقیناً ہندؤں سے بازی نہیں لیجا سکوگے ۔ میری قطعی رائے یہ تھی کہ تعلیم کے
سلسلہ سے تو مذہب کو رکھو خارج اور سوسائٹی کی اصلاح کو بناؤ قائم مقام ۔ مگر
کیا کریں رونا تو یہی ہے سوسائٹی ہی کام کی نہیں جب تک ایمان دار ماں باپ
نہوں اولاد کا سدھرنا معلوم ۔ اسی غرض سے انجمن حمایت اسلام نے مجبور بچوں
کو دینی، دنیوی دونوں طرح کی تعلیم شروع کی ہے ۔ امید ہے اس تدبیر سے ہمارے
لڑکوں کے دین کی بھی پوری پوری حفاظت ہوگی اور دنیاوی علوم میں بھی
بھروسہ ہے کے ساتھ دوسری قوموں کا مقابلہ کر سکیں گے ۔ میں جانتا ہوں کہ بعض
لوگ میری اس رائے سے اختلاف کریں گے ۔ مگر سوچو غور کرو ۔ اہل الرائے سے
صلاح لو ۔ اس کے بعد بھی اگر یہ رائے ناپسند ٹھیرے مت مانو ۔ لیکن خدا کے لئے
کہیں ایسا نہ کرنا کہ کسی مولوی سے جا لگاؤ ۔ میرے نامۂ اعمال میں کفر کے فتووں
کی گنجائش نہیں ۔ حقیقت میں میری بھی عجیب رائے ہے ۔ سارے جہان سے
نرالی ۔ جدھر دیکھو تعلیم تعلیم کا غل ہو رہا ہے اور میں یہ سوچا کرتا ہوں کہ جس قدر تعلیم
اسوقت تک ہو چکی ہے وہ بھی ضرورت سے بہت زیادہ ہے ۔ بات یہ ہے
کہ ابھی تک میرے نزدیک تعلیم کے اصول ہی ٹھیک نہیں ہوئے ۔ کچھ اس طرح
کا خلط مبحث ہو رہا ہے کہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی اسوقت ساری تعلیم کا ماحصل
ہے نوکری ۔ دیکھتا ہوں کہ ایک عالم نوکری کے خبط میں گرفتار ہے جن کا پیشہ نوکری ہی ہے
وہ اور جنکا پیشہ نوکری نہیں وہ جنکو ضرورت ہے وہ اور جنکو ضرورت نہیں وہ اور جو اہل قلم کے خاندان سے
ہیں وہ اور جو اہل قلم کے خاندان سے نہیں وہ جو سوسائٹی میں شریف سمجھے جاتے ہیں وہ اور جو شریف نہیں سمجھے
جاتے وہ جسکو دیکھو نوکری کے لئے تیار ہو رہا ہے ۔ الٰہی کیا نوکریاں آسمان سے برسیں
گی ۔ یا زمین سے ابلیں گی ۔ اور نہیں برسیں گی اور نہیں ابلیں گی تو یہ اتنی ساری
مخلوقات جنہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسی آرزو میں صرف کر دیا کیا کرکے کھائینگے
پس میرے نزدیک ۔ تعلیم کی رفتار حد سے زیادہ تیز ہو گئی ہے ۔ اسکو ذرا ادھم کیا جائے
جو لوگ دوسرے دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کر سکتے ہیں اُن کو تعلیم کی ترغیب دینا

ہرگز قرین مصلحت نہیں - پھر اس تعلیم کی نسبت یہ خیال کرنا کہ بس یہی ہے وہ چیز جو ہمکو درکار ہے بڑی مکروہ غلطی ہے - انگریزی عملداری میں ہمکو ایک سخت مشکل درپیش ہے کہ ہم کو چار و ناچار ہاتھیوں کے ساتھ گنّے کھانے پڑتے ہیں - اہل یوروپ کی ہنرمندی اور صناعی اور ایجاد ہمکو پنپنے نہیں دیتی - معاش کے جتنے کسب ہمکو یاد تھے مٹ گئے اور رہے سہے مٹتے چلے جاتے ہیں - بس امید میں اتنی جان باقی ہے کہ اہل یورپ سب کچھ کر سکتے ہیں - ہندوستان کی زمین کو اٹھا کر ولایت نہیں لے جا سکتے - ان کے ساتھ کمپیٹ کرنا تو محال عقل ہے ہے اتنا بھی ہو جاے کہ ہم انکی نقل و تقلید کرنے لگیں تو جانو کہ سب کچھ پایا - یہ ہونی چاہیئے غرض و غایت تعلیم کی - تعلیم مروجہ سے تو یہ نتیجہ نہ حاصل ہوا ہے اور نہ حاصل ہوگا - اس کے لئے خاص گروہ لوگ منتخب ہونے چاہئیں - جن کی طبیعتوں میں ان علوم و فنون کے اخذ کرنے کی مناسبت پائی جائے - لیکن بہت باتیں بنانے سے کام نہیں نکلتا - منصوبے سوچنے والے تو میری طرح سینکڑوں ہیں کوئی کر نیوالا بھی ہے - جانتے ہو کہ کرنا کیا چیز ہے - کرنے کے معنے ہیں کچھ دینا - فنڈ ہوں تو سب کچھ ہو - ایسے ایسے فنڈوں کی اوس سے جیسے تمہاری انجمن حمایت اسلام کے پاس ہیں قوم کی پیاس بجھ چکی - ولایت سے اوستاد بلواؤ کلیں منگواؤ - ہونہار نوجوانوں کو ولایت بھیجا کرو کہ وہاں طرح طرح کے کام سیکھ کر آئیں اور یہاں آکر اون کاموں کو پھیلائیں تب جانا کہ قوم کے کچھ دن پھرے - انجمن حمایت اسلام نے اگر ڈیڑھ دو درجن یتیموں کی پرورش کی یا آدھی درجن رانڈوں کی تو خوب کیا بہت اچھا کیا - ممبر قابل مدح ہیں اور چندہ دینے والے مستحق شکر گزاری - لیکن قوم کی حالت اسقدر خستہ ہو رہی ہے کہ مجھے لاہور کا تو حال ٹھیک معلوم نہیں دہلی میں ہزارہا عورتیں ہیں شوہر موجود اور وہ بیوہ سے بدتر ہزارہا بچے ہیں ماباپ دونوں زندہ اور وہ یتیم سے بڑھکر خوار - مسلمانوں میں سینکڑوں طرح کے عیب ہیں بیدینی ہے - بدعقلی ہے - ناعاقبت اندیشی ہے - تعصب ہے - بے ہنری ہے - جہالت ہے - کاہلی ہے - شیخی ہے - نا اتفاقی ہے - بے تمیزی ہے اور فضول خرچی و اسراف ہے - لیکن ہمارے عیب ایک طرف اور اکیلی نفسی نفسی ایک طرف - جب تک

نفسی نفسی نہیں نکلیگی قوم نہ درست ہوئی ہے اور نہ درست ہوگی بلکہ میں دیکھتا ہوں تو قومیت
اوٹھتی چلی جاتی ہے - سعدی علیہ الرحمۃ نے ہمدردی کے مضمون کو کس عمدگی سے
ادا کیا ہے ؎

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند — کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار

بھلا یہ تو اعلے درجہ کی ہمدردی ہے کہ آدمی آدمی کا درد کرے - ہمکو یہ رتبہ کہاں نصیب
یہاں تو اسلامی ہمدردی بھی اسقدر ضعیف اور مضمحل ہے کہ گویا نہیں - ہم میں سے اگر
کیکو فکر ہے بھی تو اپنی پرداخت کی اسکو کوئی نہیں سمجھتا کہ جب تک قوم کی حالت
درست نہو شخصی حالت جیسی چاہیے کبھی درست ہو نہیں سکتی - اسکی بہت سی مثالیں ہر جگہ موجود
ہیں کہ ادنی درجہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص صاحب مقدور ہو بھی جاتا ہے تاہم قومی حقارت کو
واقع کوئی اسی حال سے نہیں ہوسکتا - اسکے رہنے کی کوٹھی آراستہ اور شاندار ہوگی اسکا لباس فاخرہ
اور قیمتی ہوگا اسکے خدمتگار وردی پوش ہونگے - اسکے پاس متعدد سواریاں ہونگی اسکا خرچ وافر
اور اُجلا ہوگا شاید وہ کچھ سعی کر کے میونسپل کمشنر بھی بن گیا ہوگا مگر کہلاویگا موچی کا موچی - خدا
وہ دن نہ لائے کہ مسلمان ہونا موجب عار و منقصت سمجھا جائے - لیکن اگر مسلمان زمانے کا رخ
نہ دیکھیں جیسا کہ دیکھتے ہو کہ نہیں دیکھتے اور ان کے قبضے سے دولت نکلتی چلی جائے - جیسا کہ
دیکھتے ہو کہ نکلتی چلی جارہی ہے تو بھائیو بکرے کی ماں کبتک خیر منائیگی وہ روز بد تو آکر رہے گا
پھر رہیگا - گھر میں بیٹھ کر ع پدرم امیر خان بودہ است کہ لینے سے عزت نہیں بنتی اس
زمانے میں عزت کی شناخت ہے لیاقت اور لیاقت بھی وہ لیاقت نہیں جسکو تم نے لیاقت
سمجھ رکھا ہے بلکہ وہ لیاقت جسکو وقت کے بادشاہ انگریز مانتے اور پسند کرتے اور جس لیاقت کے
بل پر اہل یورپ کود رہے ہیں اس سے شاید کوئی شخص بھی انکار نہیں کریگا کہ جو لیاقت اس زمانے
میں درکار ہے اُسکا حاصل ہونا تو ہنوز دلی دور اس کے حاصل کرنے کا جیسا چاہیے اور جتنا
چاہیے شوق بھی نہیں ہم کیونکر سمجھیں کہ قوم نے لیاقت کی ضرورت کو سمجھا اگر کچھ ہوا بھی ہے
تو اسکا کریڈٹ تمام و کمال گورنمنٹ کا حق ہے - لیکن نہ گورنمنٹ پر انصافاً لازم ہے اور نہ گورنمنٹ

اتنا بھاری بوجھ اٹھا سکتی ہے کہ ہمکو ہماری حاجت کی قدر تعلیم دے۔ مانا کہ ہم مفلس ہیں محتاج
ہیں بے مقدور ہیں لیکن ایسے گئے گذرے بھی نہیں ہیں کہ سب کے سب کرنے پر آئیں تو
خدا جانے کیا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دے سکتے ہیں بار بار نہیں۔ جی مضبوط
کرکے ساری عمر میں ایک دفعہ سچے دل سے روپے پیچھے ایک ایک پیسہ بھی دے نکلیں
تو مسلمانوں کا بیڑا پار ہے۔ یہ کچھ کم خوشی کی بات نہیں کہ چند روز سے مسلمانوں
میں تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ وہ پہلے غافل پڑے سوتے تھے کہ سر پر ڈھول بجاؤ خبر نہیں
اب کلبلاتے اور کروٹیں بدلتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند ہوشیار ہو چلی ہے
اب اتنی ہی بات کی کسر ہے کہ کوئی شاباش ہے میرے شیر کہے اور ذرا سہارا بھی لگا دے تو
جھٹ سے اٹھ کھڑے ہوں۔ چونکہ خدا نے اتفاق میں بڑی قوت دی ہے۔ سب سے
بہتر تو یہ تدبیر تھی کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک جگہ کوشش ہوتی۔
یعنی سارے ہندوستان کے لئے ایک فنڈ ایک انجمن۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہو سکا اور نہیں
ہو سکتا تو خیر ہر صوبے پیچھے ایک فنڈ ایک انجمن سہی اس سے کہ ایک ہی شہر میں کئی کئی
انجمنیں ہوں کوئی فائدہ معتدبہ مترتب ہونیوالا نہیں افتراق کا ضروری نتیجہ ہے کشمکش اور
کشمکش کا ضروری نتیجہ ہے ضعف جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے ولا تنازعوا فتفشلوا
وتذهب ريحكم اور اگر فی الواقع بتقاضائے اخوت اسلامی یا بامید ثواب عاقبت یعنی
خالصتہً للہ مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح میں کوشش کیجاتی جیسا کہ ہر ایک انجمن کے ممبر کہہ سکتے
ہیں تو تعجب ہے کہ سب کے سب ایک کیوں نہیں ہو جاتے الجنس یمیل الی الجنس
یہ تمام کوششیں جدید العہد ہیں اور ابھی سے ان میں مغایرت کا ہونا میری راے میں کچھ ٹھیک
سی بات نہیں۔ ہمکو بہت کچھ کرنا ہے پہلے ہم صلاح ہو کر کاموں کی فہرست بناؤ اور پھر
الاقدم فالاقدم کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے سب کے سب ایک ایک کام کر چلو۔ اسلام
کی مثال ایک وسیع عمارت کی سی ہے تمامتر بوسیدہ شکستہ مرمت طلب۔ آیا یہ بہتر ہوگا کہ ہم
ہر طرف کام جاری کر دیں جیسا کہ ہو رہا ہے یا یہ کہ ایک قطعے کی درستی کر لیں جیسا کہ میں نے آپ
صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا۔ دل تو یہ چاہتا تھا کہ جتنی دیر مجھکو دلی سے یہاں آنے میں

لگی اتنی ہی دیر تک میں آپ صاحبوں کو باتوں میں لگائے رہوں - لیکن جو کچھ میں نے کہا -
اس غرض سے نہیں کہا کہ آپ صاحب ایک کان سے سنیں اور دوسرے کان سے نکال دیں
بلکہ اس غرض سے کہا کہ اس پر آپ غور اور غور کے بعد عمل کریں سننے اور سوچنے اور عمل
کرنے میں یقیناً اس سے زیادہ وقت صرف ہوگا جو میں نے یہاں کے آنے میں صرف کیا ہے
بلکہ اس سے بھی زیادہ جو میں واپس جانے میں صرف کروں گا - بہرکیف میں آپ سب
صاحبوں کا نہایت شکرگزار ہوں کہ آپ صاحبوں نے میرے بیان کو متوجہ ہو کر سماعت
فرمانے سے عزت دی اگرچہ وہ اس عزت کا کسی طرح مستحق نہ تھا - اور اب کہ میری آمد و رفت
کا سلسلہ شروع ہوا ہے - امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ اگلے سال پھر انہیں دنوں یا شاید کوئی
تقریب پیش آئے تو اس سے بھی پہلے مجکو پھر آپ صاحبوں کی ملاقات کی خوشی حاصل
ہوگی - خدا کرے ایسا ہو - والسلام -

لکچر نمبر ۴

مسلمانوں کی حالت پر

جو

جناب ممدوح نے محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے چوتھے سالانہ جلسہ منعقدہ علیگڈہ
میں ۲۸ دسمبر ۱۸۸۹ء کو دیا

مہر خاموشی تھی مدت سے مری موہنہ پر لگی — پھر یہ لکچر کے دینے کی یہ کیسی کر[1] لگی

سید احمد خان کی خاطر سے وگرنہ میں کہاں — اور کہاں یہ بھیڑ جو ہے اندر اور باہر لگی

پھر خدا جانے ملے کب موقع اظہار حال — بات اب کوئی نہ رکھیو اے دل مضطر لگی[2]

رحم کر یارب کہ اب امت ترے محبوب[3] کی — اسکی حالت دمبدم ہونے بہت ابتر لگی

نسل شاہان سلف عبرت کی جا ہے دوستو — بھیک کے ٹکڑے پہ گذر کرنے لگے در در لگی

کیا پنپ سکتے ہیں بے امداد غیبی یہ غریب — مفلسی کی جن کو ایسی بھاری اک ٹکر لگی

بچ گیا ہے کوئی جس پر قہر کی بجلی گری؟ — کوئی سنبھلا ہے کہ جسکو دہر کی ٹھوکر لگی

علم ہے بالخاصہ گرچہ علاج درد قوم — لیکن اس میں بھی تنزل کی ہے اک پچر لگی

[1] کر کہتے ہیں خراج کو مراد یہ کہ لکچر کا دینا کر کی طرح لازم ہو گیا ہے۔

[2] بات کو لگا رکہنا یعنی اوٹھا رکھنا ۱۲

[3] جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۱۲

کچھ نہو تو بھی کتابوں کی تو قیمت چاہئے
پڑھ چکا مفلس کبھی لی تھی میں اُسنے کتاب
علم سے دولت ہے اور دولت سے ہے سب علم و فضل

اوس سے پہلے نہیں جو اکثر سے ہے اکثر لگی[1]
قل ہو اللہ[2] پڑھنے انتڑی پیٹ کی از بر لگی
کشتی تقدیر کھانے دور کے چکر لگی

جو قوم سلطنت جیسی نعمت اور رحمت کو اپنی نالائقی کی وجہ سے کھو بیٹھی ہو - جو تمام اقوام معاصر[3] کے مقابلہ میں دولت اور عزت اور لیاقت اور اقتدار اور اعتبار سب باتوں میں پیچھے رہی ہوا ور جسکے اکثر افراد کے دلوں میں دللاکثر حکم الکل[4] منافست[5] کی ذرا سی گدگدی بھی نہو - میں نہیں سمجھتا کہ ایسی قوم کا کوئی شخص کسی بات پر بھی فخر کر سکتا ہے - یہ سچ ہے کہ ہم مسلمانوں میں بالنسبۃ الی اقوام آخر[6] شخصی عزتیں کم بہت کم ہیں - مگر ہیں - لیکن چونکہ قوم سے عزت سلب ہوگئی ہے - شخصی عزت والے اس شعر کا مصداق ہیں ؎

طاؤس را بہ نقش و نگارے کہ ہست خلق
تحسین کنند و او خجل از پائے زشت خویش

کوئی اسکو یقین کرے یا نہ کرے میں نے اپنے لئے روپیہ کمانے کی تو کوشش کی وہ بھی تعزز کی نظر سے نہیں بلکہ فارغ البالی کی غرض سے - شخصی عزت کی طرف سے میرا دل کچھ ہمیشہ سے ایسا بجھا ہوا سا ہے کہ میں نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی اوسکا خیال نہیں کیا - کیونکہ میں قومی عزت کے بدون شخصی عزت کو اصلی عزت نہیں بلکہ عزت کا ملمع سمجھتا ہوں -

---

[1] زیادہ سے زیادہ ۱۲
[2] خالی پیٹ میں جو قراقر ہو اوسکو انتڑی کا قل ہو اللہ پڑھنا کہتے ہیں ۱۲
[3] ہم عصر - ہم عہد ۱۲
[4] جب اکثر لوگوں کا ایک حال ہو تو کہا جاتا ہے کہ سب کا وہی حال ہے ۱۲
[5] سب سے آگے بڑھ جانے کی خواہش ۱۲
[6] دوسری قوموں کے مقابلے میں ۱۲

شخصی عزت تو درکنار مجھ کو تو روپیہ سے بھی وہ خوشی نصیب نہیں جو ایک معزز قوم کے آدمی کو ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ اس سے کیا متمتع ہو سکتا ہے وہ بدبخت جسکے بعض مصیبت مند رشتہ دار وتی میں دستکاری سے اور مجبور ہیں کاشتکاری سے اپنا پیٹ پالتے ہیں — ان سب کی دستگیری کروں اتنی توفیق نہیں۔ انکی مصیبت کا مطلقاً احساس نہو ایسا دل نہیں۔ میں تو خیر ایک متوسط الحالت آدمی ہوں۔ جو لوگ بڑی لمبی چوڑی شخصی عزتیں رکھتے ہیں میں تو اونکے عیش کو بھی ایسی کدورتوں سے صاف نہیں پاتا کچھ اس طرح کا ٹیڑھا وقت آگیا ہے کہ اس زمانہ کے اسلام اور خوشدلی میں مانعۃ الجمع[1] کی سی نسبت قائم ہو گئی ہے بعض و قلیل ما ھم[2] جنکو خوش ہونے کا موقع ہے خدا اکا فرمودہ انما المومنون اخوۃ[3] انکو بھی چین سے نہیں رہنے دیتا۔ لیکن دنیا کا کارخانہ اسی طرح چل رہا ہے کہ دنیا خوشی کی جگہ نہیں۔ خاص کر اس زمانہ کے ہم مسلمانوں کے لئے الدنیا سجن المؤمن[4] لیکن اسی میں لوگ خوشی بھی منا لیا کرتے ہیں مگر میری طبیعت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ خوشی سے بہت ہی کم متاثر ہوتی ہے ؎

جہاں میں ہوں غم و شادی بہم۔ ہمیں کیا کام
دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل۔ کہ شاد نہیں

"تاہم جیسی ناتمام۔ ناقص۔ ادھوری۔ ادعائی۔ مصنوعی خوشی کسی مسلمان کو ہونی ممکن ہے۔ مجھ کو اسوقت حاصل ہے۔ کیونکہ میں اس عالی شان و دلکش ہال میں ایسے معزز اور لایق اور باوقار آڈینس (حاضرین) سے خطاب کر رہا ہوں جو دانگ ہندوستان میں اس سے کہیں زیادہ نمود اور تیاری کی اور بہت یادگار دین مسلمانوں کی ہیں ؎

[1] منطق کی اصطلاح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام اور خوشدلی یکجا نہیں ہو سکتی ۱۲

[2] ایسے کم ہیں ۱۲

[3] مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ۱۲

[4] دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ ہے ۱۲

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنا دید عجم را

لیکن یہ عمارتیں ہمکو یاد دلاتی ہیں برسے یا بھلے شخصی ولولے ۔ شخصی تقاضے ۔ مسلمانوں
کی ایسی شاندار قومی عمارت سارے ہندوستان میں شاید یہی ایک عمارت ہی جسمیں
اسوقت ہم لوگ جمع ہیں ۔ ملک کو فائدہ پہونچانے کے اور بھی طریقے ہیں ۔ مگر جس غرض
سے یہ عمارت بنائی گئی ہے ۔ قومی بہبود اور قومی ترقی کا اصل الاصول ہے ۔ میں سنے
متعدد آدمیوں کے مونہہ سے سنا ہے کہ علی گڈہ محمڈن کالج جسکا اسقدر ڈھنڈورا پیٹا جا
رہا ہے ۔ بیش برین نیست کہ ایک کالج ہے اور بس ۔ بیشک علی گڈہ محمڈن کالج
ایک کالج ہے اور بس ۔ لیکن ہمارا اپنا مسلمانوں کا جو فرق مملوک و مستعار اور جو
تفاوت خویش و بیگانہ میں ہوتا ہو وہی اس کالج اور دوسرے کالجوں میں ہی ع

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائے مروی ہمسایہ در بہشت

جسکو اسلام کے ساتھہ محبت ہے اس کالج کا نام ہی اوسکے گرویدہ کرنے کے لئے کافی
ہے ومن شیمتی[1] حب الدیار لاھلھا وللناس فیما یعشقون مذاھب ۔ یہ
بالکل صحیح ہے کہ محمڈن کالج کو اشیٹی[2] یا کوالیٹی[3]
کسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے درد کی کافی دوا نہیں ۔ لیکن کوئی کافی نہیں ہو
اسلئے کہ فنڈ[4] نہیں ۔ فنڈ کیوں نہیں ؟ تو اسلئے کہ مسلمانوں میں مقدور نہیں ۔ اس
گئی گذری ہوئی حالت میں بھی اگر کرنے پر آئیں تو بہت کچھ بلکہ سب کچھ کر سکتے ہیں ۔ مگر

---

[1] میری عادت یوں ہے کہ جن لوگوں کو دوست رکھتا ہوں اونکی وجہ سے اونکے شہروں کو بھی دوست
رکھنے لگتا ہوں ۔ عشق میں اپنا اپنا شیوہ ہی تو ہے ۱۲

[2] مقدار ۱۲

[3] صفت ۱۲

[4] رقم ۱۲

مگر دلی زبان سے کہنا کیا ضرور ہے - سیدھی اور صاف اور سچی بات یہ ہے کہ فنڈ کا توڑا اس وجہ سے ہے کہ مسلمان نہیں - میرا یہ کہنا آپ سب صاحبوں کو ناگوار معلوم ہوگا بلکہ جو مسلمان سُنے گا اوسپر ضرور گران گذرے گا - اور مینے بھی بڑی ہی مجبوری سے یہ الفاظ موہنہ سے نکالے ہیں لیکن انشاءالله تعالےٰ پانچ منٹ نہیں گذرنے پائیں گے کہ میں آپ لوگوں کے موہنہ سے نہیں تو دل سے ضرور اس بات کو تسلیم کرالونگا - اس کہنے سے کہ مسلمان نہیں خدانخواستہ میرا یہ مطلب نہیں کہ کسی کی تکفیر کروں - میرے مذہب میں کسی کی تکفیر خود کفر ہے - اور کلیہ مسلمان نہیں - میں سے - میں اپنے تیئں بھی مستثنیٰ نہیں کرتا - مجھ کو معلوم ہے کہ اس ہندوستان میں ہم پانچ کروڑ سے زیادہ ہی زیادہ مسلمان ہیں اور ان پانچ کروڑ میں ہزاروں نہیں تو سیکڑوں رنگ ہیں - شیعہ ہیں - جنکی عزاداری سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں نسل پیغمبر صلے الله علیہ وآلہ وسلم میں سے چھوٹوں کسی کا پسینہ گرے وہاں سچوں بیدریغ اپنا خون بہانے کو موجود ہیں - سُنّی ہیں - اُنمیں مشائخ ہیں - دوالّین[1] ہیں - ذوالّین ہیں - مقلد ہیں - غیر مقلد ہیں - اور ڈی لاسٹ[2] دوناٹ دی لیسٹ

بڑے غل غپاڑے - بڑے شور وشغب - بڑے دم دعوے - اور بڑے جوش و خروش کے نئی قسم کے مسلمان نیچری ہیں سید احمد خان کی اُمت - لیکن جو جس شان میں ہے[3] فی زعمہ اسلام پر فدا ہے کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ[4] مگر محال عقل ہے کہ اتنے آدمی حقیقت میں سچے مسلمان ہوں بلکہ ان کی آدھی تہائی چوتھائی کیا مذکور ہے - ان میں سے ایک چھوٹی سی کسر اعشاری کی برابر بھی سچے مسلمان ہوں جیسا کہ موہنہ سے کہتے ہیں اور اسلام یوں ٹھوکریں کھاتا پھرے - یہ ایک مسلمان کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دوسرے ملکوں کا

---

[1] ضالّین کے پڑھنے کے دو طریقوں کی طرف اشارہ ہے ۱۲

[2] سب کے بعد گو وقعت میں کسی سے کم نہیں ۱۲

[3] اپنی پندار میں ۱۲

[4] ہر شخص اپنے خیال میں مست ہے ۱۲

ذکر نہیں اس کفرستان ہند میں پانچ کروڑ آدمی اونکا کلمہ بھرتے ہیں اور تا قیام قیامت بھرتے رہیں گے [۱] ولو کرہ الکافرون مگر وہ مسلمانوں میں فرد اکمل تھے نہ اون جیسا ہوا اور نہ ہوگا ما کان[۲] محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین - اونہوں نے اپنی سچائی کے بل بوتے پر معدودے چند کو اپنا ہم خیال بنایا - پس اگر مسلمان پوچھتے ہو تو وہ تھے خیر القرون[۳] قرنی جو نہ ہماری طرح صرف زبان سے اسلام پر فدا تھے بلکہ اونہوں نے اسلام کے لئے گھر چھوڑے - مال و اسباب چھوڑے - عیش و آرام چھوڑے - دنیا کے کام کاج چھوڑے - میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ مسلمان کی کیا پرکھ ہے - قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم - واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا - احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین اللہ اللہ کیا بیان ہے کیا جامعیت ہے - کیا احاطہ ہے کہ ان چند لفظوں میں دنیا و ما فیہا سب کو سمیٹ لیا ہے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ اگر تمکو خدا اور اوس کے رسول اور خدا کی راہ میں جان لڑا دینے سے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیبیاں اور کنبے قبیلے کے لوگ اور کمال جو تمنے کمائے ہیں اور سوداگری جسکے مندا پڑ جانے کا ڈر ہے اور گھر جنکو تم پسند کرتے ہو - غرض یہ چیزیں تمکو خدا اور رسول سے زیادہ پیاری ہیں تو اچھا ٹھہرے رہو اور خدا کے حکم کا انتظار کرو - یا - و موہنہ سے کہنے کی سند نہیں معاملہ خدا کی ساتھ ہے یعلم[۴] خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور - کوئی ایک تو بول اوٹھو - کہ اس جانچ میں پورا

---

[۱] اگرچہ کافروں کو بُرا لگے ۱۲

[۲] محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں - وہ تو خدا کے رسول ہیں - جنپر رسالت کا خاتمہ ہوگیا ۱۲

[۳] اہل زمانہ میں سب سے بہتر میرے ہمعصر ۱۲

[۴] آنکھوں کی چوری اور دلوں کے راز اوسکو سب معلوم ہیں ۱۲

اتر سکتا ہے - اگر یہ اسلام ہے (اور اگر کا کیا محل ہے حقیقت میں اسلام اسی کا نام ہے) تو میں اپنی نسبت پکارسے کہتا ہوں کہ مجھکو اسلام کے ساتھ ادنیٰ ملابست بھی نہیں اور ہونے کی امید بھی نہیں - میں کسی دوسرے کے دل کا حال نہیں جانتا اور نہ کوئی کسی کے دل کا حال جانتا ہے - مگر جہان تک ظاہری اعمال وافعال کی بنا پر تحری اور قیاس کی جاسکتی ہے میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں کہ کبریت احمر ملے تو ملے - عنقا کا پتہ لگے تو لگے - کیمیا کا نسخہ دستیاب ہو تو ہو مگر قرن اول بلکہ ثانی بلکہ ثالث بلکہ رابع کے سے مسلمان خدا پیدا ہی نہیں کرتا - ہوں تو کہاں سے ہوں - جیسے قرون اولیٰ کے سچے پکے مسلمان تھے - جیسے پاک اون کے دل تھے - ویسا ہی اون کے وقت کا اسلام تھا جملہ ادیان پر غالب معزز - موقر - محترم - غنی - جیسے ہم دودے متزلزل العقیدہ نام کے مسلمان ہیں - جیسے ناپاک ہمارے دل ہیں ویسا ہی ہمارے زمانہ کا اسلام ہی مغلوب ذلیل - خوار - محتاج ہے

جنکو اسوقت میں اسلام کا دعویٰ ہی کمال ؎ دیکھتا ہوں میں اب ای ذوق یہ اونکا احوال
جطرح سے ہنسا دینے کو بیدیوں کے ؎ نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

اسلام ایک مفہوم کلی ہے - کوئی چیز منفرد مستقل بالذات موجود فی الخارج نہیں - وہ ہم میں ہے اور ہمارے ساتھ قائم ہے - ہماری ہی عزت اوسکی عزت ہے - اور ہماری ہی ذلت اوسکی ذلت - اور اسمیں بھی شک نہیں کہ عزت اور ذلت سے دنیاوی عزت اور ذلت مراد ہے - وہ دنیاوی ہی عزت تھی جسپر قرون اولیٰ کے مسلمان مرتے تھے - جسکے لئے تمام زحمتیں اوٹھاتے تھے - یہود پر خدا کا قہر نازل ہوا - تو وہ دنیاوی ہی عزت تھی جو اون سے ہمیشہ کے لئے سلب کر لیگئی ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ[1] وباؤ بغضب من اللہ اب پرانے فیشن کے مولوی ہمکو سمجھاتے ہیں کہ وللہ العزۃ[2] ولرسولہ

---

[1] لادی گئی انپر ذلت اور مفلسی اور نازل ہوا انپر خدا کا غضب ۱۲

[2] عزت خدا کی اور اوسکے رسول کی اور مسلمانوں کی ۱۲

وللمؤمنین سے اخروی عزت مراد ہے - اسطرح کی تعلیم نے دوڑتے ہوتے مسلمانوں کو
کھڑا کردیا - کھڑے ہوؤں کو بٹھا دیا - بیٹھے ہوؤں کو لٹا دیا - لیٹے ہوؤں کو سُلا دیا - سوای
ان مولویوں کے اور سواے چند سادہ لوح مسلمانوں کے جو ان کٹھ ملاؤں کے دام تزویر
میں ایسی بُری طرح پھنستے ہیں - جیسے دلدل میں گدھا - کہ اس گروہ کے نزدیک اسلام
نہ کبھی ضعیف ہوا ہے نہ ہوگا - باقی ساری دنیا اپنے اور پرائے دوست اور دشمن - سب
جانتے ہیں کہ ضعف اسلام حد غائیت کو پہونچگیا ہے - ابتدائی شیوع میں بھی اسلام ضعیف
تھا - مگر اوسوقت ضعف قلت تھا اور اب ضعف علت ہے اوسوقت مسلمان کم تھے - اور جو
تھے یا پہلے سے بے مقدور تھے - یا اسلام کی وجہ سے اون کو بڑے مالی نقصان پہونچے تھے
غرض نہ تو ایوان ونہ انصار تھے اور نہ کچھ ایسے مالدار تھے - نتیجہ اس خستہ حالی کا یہ تھا کہ جو
ضعفا تھے اون کی مصیبت کی کچھ انتہا نہ تھی - حضرت بلال رض کے حال میں لکھا ہے کہ یہ
امیہ بن خلف کے غلام تھے - وہ ظالم صرف اسلام کی وجہ سے اُن کو گرمی کے دنوں (اور
گرمی بھی مکہ کی گرمی) جلتے ہوئے کنکروں پر لٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھدیتا اور سارے
سارے دن اسی طرح اُن کو دھوپ میں لٹائے رکھتا - مگر اللہ رے صبر - اور اللہ رے استقلال
کہ شام کو رہائی پاتے تو اپنا وہی احد[1] احد کا راگ گاتے - بعض اِن نومسلوں میں ایسے
تھے جنکو اونکی مقدرت - وجاہت - رعایت یا حمایت کی وجہ سے کفار زیادہ ایذا نہیں
دے سکتے تھے - بس اِن ہی کسی قدر مطمئن سمجھ لو - جب پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امن نہیں - مجھ کو مقاومت کفار کی قدرت نہیں - تو آپ نے
ہجرت اولیٰ کی اجازت دی - اور جس جس سے نکلتے بن پڑا - نجاشی کی عملداری میں چلا
گیا - قرن اوّل کے مسلمانوں کے ساتھ ہمکو اور کسی طرح کی مماثلت نہیں تو یہی ایک بات
سہی کہ اونہوں نے بھی ایک نصرانی بادشاہ کے پاس پناہ لی تھی اور ہم بھی امپریس وکٹوریا
کے مستامن ہیں ؎

گرچہ خردیم نسبتی است بزرگ ذرّۂ آفتاب تابانیم

---

[1] یعنی ایک خدا ہے کوئی اوس کا شریک نہیں ۱۲

ترکِ وطن کچھ آسان کام نہیں۔ ہجرت اوسکے پر بھی بہتیرے مسلمان تھے جو نہ نکل سکے اور کفارِ مکّہ کے ہاتھ سے بدستور ایذائیں اوٹھاتے رہے۔ یہاں تک کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے مشورے ہونے لگے [1] وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ آخرکار مجبور ہو کر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مکّہ چھوڑنا پڑا۔ تو کسطرح کہ رات کے وقت چھپکر بے سروسامان حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے رستہ کتراتے ہوئے مدینے جا پہونچے۔ جب مکّہ سے پیغمبر صاحبؐ کے پاؤں اُکھڑے تو اونہوں نے بہت چاہا کہ مکّے کے آس پاس ہی لگا رہوں۔ کیونکہ مکّہ بڑی مشہور زیارت گاہ ہے۔ اس کے قرب میں اسلام کی منادی کا خوب موقع ملتا ہے اور اسی غرض سے پہلے طائف گئے وہاں کے لوگوں نے بیحرمتی کی اور مار کر نکالدیا مدینے کے لوگ دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے مکّے آتے جاتے ہی رہتے تھے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواعظ سُنکر پہلے سے ایمان لاچکے تھے اونہوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مہاجرین حبش پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آملے۔ اب پیغمبر صاحبؐ کو کفار کی ایذاؤں سے پوری پوری تو نہیں مگر پھر بھی بہت نجات ملی۔ پوری پوری نجات کیونکر ہوسکتی تھی۔ اودھر تو ضعفائے مسلمین جن میں عورتیں اور بچّے بھی تھے مکّے میں گرفتارِ عذاب تھے۔ اِدھر ہرچند انصار یعنی اہل مدینہ نے مہاجرین کی خاطرداری اور مدارات میں کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ مگر اس خدائی لشکر کو خدا کے سوا کون سنبھال سکتا تھا۔ انصار کی حالت مہاجرین سے بہتر تھی مگر اسی قدر کہ مہاجرین کے پاس رہنے کو جھونپڑا تک نہ تھا اور انصار غریبانہ گھر کے مکان رکھتے تھے۔ مہاجرین بے معاش محض تھے۔ انصار بعض کھیتی کرتے تھے بعض کو باغوں کی آمدنی تھی مہاجرین گھر سے بے گھر اہل و عیال سے بچھڑے ہوئے پردیس میں آکر پڑے تھے۔ انصار وطن اور

[1] اور یاد کر وہ وقت کہ کافر تیرے لئے تدبیریں کررہے تھے کہ تجھکو پکڑ رکھیں یا مار ڈالیں یا نکالدیں وہ بھی تدبیر میں لگ رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر میں لگا تھا۔ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کا کرنیوالا ہے ۱۲

کس وکو میں تھے - ہم اپنے ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ جوگیوں اور سناسیوں کے
گروہ کے گروہ دیہات میں دورہ کرتے پھرتے ہیں - جس گاؤں میں دو دن کو ئے
بھی ٹھہر جاتے ہیں اونکی بزرگ یادداشت میں گاؤں والوں کا جگر کس نکلجاتا ہے - کیا حال
ہوا ہوگا انصار کا جنکے سر پر سیکڑوں مہاجر ڈہئی دیئے پڑے رہے - دو دن چار دن
نہیں - مہینوں برسوں - غرض کچھ عجب طرح کا ابتلا و آزمائش کا وقت تھا کہ جو مسلمان
جہاں تھا مصیبت میں تھا - کچھ تو مکے میں گہرے ہوئے تھے جنکی تکلیف کی حد و
غایت نہ تھی کچھ مدینے میں تھے - جو مہاجر تھے اون میں اکثر کا یہ حال تھا کہ پیٹ کو
روٹی نہیں - تن کو کپڑا نہیں - رہنے کو گھر نہیں - جی بہلانے کو زن و فرزند نہیں -
غمگساری کو یگانہ و قرابت مند نہیں عن[۱] ابی هريرة قال لقد رايت سبعين
عن اصحاب الصفة ما منهم رجل الا و عليه اما ازار و اما كساء قد
ربطوا فى اعناقهم فمنها ما تبلغ نصف الساقين و منها ما تبلغ الكعبين
فيجمعه بيده كراهية ان ترى عورته - رہے انصار اونکی یہ کیفیت تھی کہ سمائی
ہے دو کی اور مہاجرین ملاکر آ بھرے دس - اون سے نہیں ہو سکتا تھا کہ مسلمان کہلائیں
اور دینی بھائیوں یعنے مہاجروں سے آنکھیں چرائیں - پس کھاتے تو سب ملکر کھاتے
ورنہ آپ بھی بھوکوں رہ جاتے - لیکن اسلام ان ہی مصیبتوں - ان ہی تکلیفوں
ان ہی مزاحمتوں - ان ہی مخالفتوں میں جڑ پکڑ چکا تھا - میں چاہتا ہوں
کہ جس تدریج کے ساتھ اسلام نے ترقی کی ہے - اوس کی کوئی مثال
بیان کروں - خلق انسان سے بہتر کوئی مثال سمجھ میں نہ آئی - جس تدریج کے ساتھ
انسان بنا ہے -

---

[۱] ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ مینے اصحاب صفہ میں سے ستر آدمیونکو اس حال میں دیکھا کہ یا ایک چادر اوڑھی ہے یا ایک
کملی اور اوسکو گردن میں باندھ رکھا ہے سو بعض کی تو آدہی پنڈلیوں تک اور بعض کے ٹخنوں تک اور ستر عورت کیوجہ سے
اوسکو دونوں ہاتھوں سے روکے ہوئے تھے ۱۲

سورہ مومنون میں مذکور ہے ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشأناہ خلقا اٰخر فتبارک اللہ احسن الخالقین - اس آیت میں خلق انسان کے سات درجے بتائے ہیں - اگر اسلام کو جنین سے تشبیہ دی جائے تو میں ایسا سمجھتا ہوں کہ شروع سے بدر کی لڑائی تک وہ پہلے پانچ درجے طے کر چکا تھا - غرض اسکی فارمیشن یعنے بناوٹ کا اکثر اور ضروری حصہ ضعف اور مغلوبیت کے زمانے میں واقع ہوا جیسے اور بہ سینے کی ایک چھوڑ دوہری دوہری ہجرتیں جسکا دوسرا نام جلا وطنی ہے - طائف کا واقعہ مسلمانوں کا عموماً اور ضعفا مسلمین کا خصوصاً کفار مکہ کے ہاتھوں سے انواع و اقسام کی اذیتیں اوٹھانا - مہاجرین میں سے اوس گروہ کا جو اصحاب صفہ کہلاتے تھے نہایت درجہ کو فقر و فاقے کے ساتھ زندگی بسر کرنا - انصار کی زیرباری - یہ سب واقعات تاریخی ہیں - اسپر کہا جاتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا سبحانک ھذا بہتان عظیم[1]

اب ہم اوسوقت کے اسلام کو اسوقت کے اسلام سے یعنی اوسوقت کے مسلمانوں کی حالت کو اسوقت کے مسلمانوں کی حالت سے مقابلہ کرتے ہیں - ممکن نہیں کہ ہم اون جیسے مسلمان ہوسکیں - اونہوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنکھوں سے دیکھا - ہمنے کانوں سے سُنا ؎

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یوں آنکھ اور کان میں چند انگل کا فاصلہ ہے مگر دیکھے اور سنے ہوئے میں گزوں کا تو ضرور اور کبھی کوسوں کا بھی - عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جس روز پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اوّل بار مدینے میں تشریف لائے تو سارے مدینے میں غل تھا اور لوگ حضرت کے دیکھنے کو جوق جوق اُمڈے ہوئے چلے جاتے تھے - میں اُسوقت تک

---

[1] سبحان اللہ اس سے بڑھکر بھی اور کوئی بہتان ہوگا ۱۲

مسلمان نہیں ہوا تھا (عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں - میں نہیں کہتا - کبھی مجھکو سمجھ جاؤ) اپنی کہا کر چلوں دیکھوں تو سہی کیسے پیغمبر ہیں - جا کر دیکھا تو بے اختیار میرے دل میں آیا واللہ ماھذا بوجہ کذاب ؎

در دل ہر امتے کز حق مزہ است

روی و آواز پیمبر معجزہ است

یہ اور ایسی اور چند در چند خصوصیتیں ہیں جو ہمکو نصیب نہیں ہو سکتیں - بس یہی ایک بات ہے اختیار سے خارج جسمیں ہم قرون اولی کے مسلمانوں سے ہیٹے ہیں لیکن نیچے ہم قرون اولی میں ہونے کی نعمت سے محروم رہے ویسے آفت ابتلا سے بچے - کیا اوسوقت کا اسلام آجکل کیطرح بچوں کا کھیل تھا کہ کلمہ پڑھ لیا - اولٹی سیدھی چار ٹکریں مار لیں لگے فردوس بریں کے خواب دیکھنے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ اس سے بھی قوی تر اس مضمون کی ایک آیت اور ہے احسب الناس ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین - بڑے شکر کا مقام ہے کہ ہم ایسے امتحانوں میں نہیں پکڑے گئے ورنہ خدا کی قسم سٹے کا فر ہو گئے ہوتے - اس مقام پر مجھ کو ایک بات یاد آئی کہ میں ایک شہر میں ڈپٹی کلکٹر تھا -

ؔ خدا کی قسم اس شخص کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جھوٹ کہنے والا نہیں ۱۲

ؔ کیا تمکو یہ خیال ہے کہ جنت میں جا داخل ہو گے اور تمکو اگلے لوگوں کا سا معاملہ پیش نہیں آیا کہ اونکو تکلیفیں اور مصیبتیں پہونچیں اور لڑکھڑا کر اوٹھے یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول پڑے کہ دیکھیں خدا کب مدد بھیجے ۱۲

ؔ کیا لوگوں کو یہ خیال ہے کہ منہ سے اتنا کہنا کافی ہے اور اون کو آزمایا نہ جاتے گا - اگلوں کی تو آزمایش ہم نے لی پر لی تو ضرور ہے کہ خدا سچوں کو جان کر رہے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہیگا ۱۲

اور وہاں شیعہ کسی قدر زیادہ تھے - آیا محرم - تو شیعہ عزاداری کی بڑی بڑی تیاریاں کرنے لگے - میں بھی مجالس میں بلایا جاتا تھا - اور یہ سمجھکر بے عذر شریک ہوتا تھا کہ گھر پر میرا وقت کون سے نیک کاموں میں صرف ہوتا ہے - یہی ذکر ان مجلسوں میں رُلانے کیلئے اکثر جھوٹی اور ضعیف روایتیں بیان کی جاتی ہیں - مگر آخر ایک مذہبی رنگ تو ہے - ایکدن ایک مجلس میں خوب ہی رقت ہوئی میرے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے تھے وہ سب سے زیادہ روتے تھے اور بار بار کہتے تھے[۱] یالیتنی کنت معہم - یالیتنی کنت معہم - مجھکو یاد ان کا یالیتنی کنت معہم کا رٹنا بہت ہی بُرا معلوم ہوتا تھا - کیونکہ اوس سے استماع میں خلل واقع ہوتا تھا - اور چونکہ وہ ضمیر ھُم کا مرجع معین نہیں کرتے تھے - میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا بیہودہ آرزو ہے - کون جان سکتا ہے کہ تم اوسوقت ہوتے تو کیا کرتے آخر فریق مقابل بھی تو اپنے تئیں مسلمان ہی کہتا تھا ؎

اترجو امۃ قتلت حسینا[۲] شفاعۃ جدہ یوم الحساب

فلا واللہ لیس لھم شفیع[۳] وھم یوم القیمۃ فی العذاب

جب دوسرے ذاکر صاحب (یعنی لکچرار کیونکہ نئی روشنی والے تعلیم یافتہ ذاکر کو کیا جانیں) ممبر پر تشریف فرما ہوئے تو رات گئی تھی زیادہ میں اُٹھ آیا - میرا آنا تھا کہ وہاں مارکٹائی ہوئی - پولیس نے بہت سے لوگوں کا چالان کیا اون میں وہ یالیتنی کنت معہم بھی تھے - اونھوں نے لکھوایا کہ میں اس مجلس میں گیا ہی نہیں - مینے سنکر کہا کہ اسی برتے پر آپ کو معرکۂ کربلا میں ہونے کی آرزو تھی - الغرض خدا کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں - جیسے ہمارے دل بودے - ہماری ہمتیں پست - ہمارے ارادے متزلزل - ہمارے ایمان ضعیف ہیں - ویسے ہی زمانہ میں ہمکو پیدا بھی کیا گیا ہے کہ پردہ ڈھکا چلا جاتا ہے جیسے اوس وقت کے مسلمانوں کے اجر بڑے تھے ویسی ہی اون کی ذمہ واریاں

---

[۱] ای کاش میں اون کے ساتھ ہوتا ۱۲

[۲] جن لوگوں نے حسین ع کو قتل کیا کیا اسکے امیدوار ہیں کہ اُن کے نانا قیامت کے دن اونکی شفاعت کرینگے ۱۲

[۳] بخدا وہ اونکی شفاعت کرنیوالے نہیں اور اون کو قیامت کے دن عذاب ہوگا پڑا ہوگا ۱۲

بھی سخت تھیں ع

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

میں نے جو قرون اولے کے مسلمانوں کا تذکرہ کیا تو اس غرض سے کہ باوجودیکہ انکی دشواریاں بہت سخت تھیں مگر وہ لوگ کچھ ایسے مضبوط ارادوں کے تھے کہ کڑے سے کڑے (مولوی **فرید الدین** صاحب پریزیڈنٹ ساکن گڑہ نانک پور کی طرف مخاطب ہوکر) آپکا وطن گڑہ مراد نہیں اوٹمیرٹن کی ٹوپی کا گڑہ ع

کڑے سے کڑے کو بجا تی چپلی

بابا میری مراد ہے سخت سے سخت امتحان میں بھی کامل العیار نکلتے تھے - اون کے مقابلہ میں بہت سی باتوں میں ہماری ہی جیت ہے ہم اون سے شمار میں بے انتہا زیادہ ہیں امن وعافیت سے اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں - کامل آزادی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی کو ادا کرسکتے ہیں - مہاجرین کا کوئی لشکر ہمارے سر پر نہیں پڑا کہ ہمکو لوٹے کھاتا ہے - کسی جیش کی تجہیز ہمارے ذمہ نہیں - پشتیں گذر گیئں کسی کی تکبیر تک نہیں پھوٹی ہم اگر مفلس ومحتاج ہیں تو یہ ایک امر اضافی ہے - دوسری قومیں ہمسے بہت زیادہ مالدار ہیں - زندگی کے مصارف بڑہ گئے ہیں - مگر پھر بھی قرون اولے کے مسلمانوں سے ہمارا غنا کہیں بڑہ چڑہکر ہے - نصاب زکواۃ سے ہم اونکے تمول کا اندازہ بخوبی کرسکتے ہیں - اون میں چالیس روپیہ کسی کے پلے ہوئے تو غنی سمجھا جاتا تھا - اب چار چار پانچ پانچ چالیس والے کو بھی کوئی نہیں پوچھتا - خلاصہ یہ کہ نہ معذوری ہے نہ مجبوری ہے - نہ بے مقدوری ہے وہی ایک چیز کا ٹوٹا ہے کہ وہ اسلام نہیں - اون سے کچھ بحث نہیں جو نہیں سمجھتے یا نہیں کرسکتے - معارضہ تو اون سے ہے جو سمجھتے ہیں اور کربھی سکتے ہیں اور پھر کچھ نہیں کرتے یا کرنا چاہئے مثل اور کرتے ہیں چھٹانک وہ بھی بہزار مشکل کانما[۱] یساقون الی الموت وھم ینظرون - قرون اولی کے مسلمان جو اعلاے کلمۃ اللہ کے پیچھے اپنی جانیں کھپاتے تھے - آخر وہ کلمۃ اللہ تھی کیا چیز - کیا اہرام مصر کی طرح کا کوئی مینار تھا جسکے بلند کرنے کی

[۱] یعنی گویا موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں ۱۲

فکر میں تھے ۔ جیسے ان دنوں فرانس اور امریکہ کے لوگ ۔ یا کوئی جھنڈا اٹھا ۔ اعلائے کلمۃ اللہ ۔ سوا اسکے کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کا بول بالا ہو ۔ حکومت ہو تو انکی ہو ۔ دولت ہو تو انکی ہو ۔ عزت ہو تو ان کی ہو ۔ شان ہو تو انکی ہو ۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو اب حکومت اور دولت اور عزت اور شان درکار نہیں ۔ کیا واقع میں جیسا وہی اولڈ فیشن کے مولوی سکھاتے سمجھاتے ہیں ۔ ان چیزوں کے لئے کوشش کرنے سے ایمان جاتا رہتا ہے ۔ دنیا ان ہی چیزوں سے عبارت ہے اور جب تک دنیا میں رہنا ہے ہم کیا کوئی بھی ان چیزوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ۔

اس سے بڑھکر بھی کوئی تعجب کی اور بات ہوگی کہ ان چیزوں کے لئے کوشش کرنا قرون اولیٰ میں اعلے درجہ کا ایمان سمجھا جائے اور ہمارے زمانہ میں کفر یا گناہ نہیں معلوم مولویوں کی تعلیم کا اثر ہے یا خود نفوس میں دنارت آگئی ہے کہ اسوقت کے مسلمان سبیل اللہ کلمۃ اللہ اور اسلام عمومی سے کچھ غرض ہی نہیں رکھتے اور ایسے فارغ اور بے فکر ہو کر بیٹھے ہیں کہ گویا اس باب میں انکو کچھ کرنا ہی نہیں ۔ جسکو دیکھو اپنی ہنڈیا کی خیر منا رہا ہے اور دوسرے مسلمانوں کی طرف سے اوسکے کان پر جوں نہیں چلتی ۔ یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آنے کی نہیں ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں سمجھتا الا ماشاء اللہ[1] کہ قومی ترقی ایسی برکت ہے جس سے اوس قوم کا کوئی فرد محروم نہیں رہ سکتا ۔ قوم بھی ایک مجموعہ اشخاص کا نام ہے ۔ یہ تو نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے ۔ کہ کسی قوم کے تمام اشخاص کی حالت کسی ایک بات میں بھی یکساں ہو جاوے ۔ تفاوت حالات منجانب اللہ ہے اور دنیا اور دین دونوں کا مدار کار اسی پر ہے پس جب ہم قوم پر من حیث القوم کسی بات کا حکم لگائیں تو اوس کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ دوسری قوموں کے مقابلے میں اوس قوم کے اکثر افراد کا یہ حال ہے ۔ انگریز جنکے تمول کی مثالیں دیکھ دیکھ کر اور سن سنکر (مسلمان تو ایسے کیوں ہونے لگے تھے) ایک بنگالی یا پارسی ملو پر اپنے لکھ پتی کی بھی آنکھیں پھٹی کی پھٹی اور موہنہ کھلا کا کھلا رہ جائے ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اون میں غریب نہیں ۔ ایک وہ نہیں

---

[1] مگر جسکو خدا چاہے ۱۲

کہ سلطنتوں کو مول لیکر چھوڑ دیں اور اوسی شہر میں بلکہ اون کے پڑوس میں وہ بھی ہیں جنکی
مصیبت ہمکو اپنے ہی دکھڑے سے فرصت نہیں۔ کون بیان کرے۔ ہاں تو میرے کہنے
کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان سب نہیں (اور سب تو ہو بھی نہیں سکتے) بلکہ اون میں سے
آتنوں کی حالت بھی درست ہو جاتی کہ اونکی وجہ سے قوم پر وقعت کی نگاہ پڑنے لگتی (اے
خدا! کب وہ دن ہوگا۔ پس از سر من کن فیکون شد شدہ باشد) تو جو لوگ خستہ حال
رہ جاتے وہ بھی سر برآوردگان قوم کی شان و حالی سے ڈرکٹلی Reflection (بلا واسطہ
یا ان ڈرکٹلی Reflection (بواسطہ) فائدہ اوٹھاتے پر اوٹھاتے۔ ہندوستان
میں کوئی انگریز اگر لوفر بلکہ گدا بھی ہے تو کہلائیگا صاحب ہی۔ یہ ہے تعزز قومی۔ کہ انگریز
اور صاحب دو لفظ ہو گئے ہیں مترادف ہمدگر۔ ہماری گئی گذری قومی عزت کی یادگار بھی
ابھی تک گفتگو میں باقی چلی جاتی ہے کہ ہندو ہم مسلمانوں کو میاں لوگ پکارتے ہیں لیکن
جب مسلمان اپنی عزت کو خود نہیں سنبھالنا چاہتے تو بزرگوں کی حاصل کی ہوئی عزت
بزرگوں کے ساتھ گئی گذری۔ اب اس بات کا خیال کرنا بھی داخل بے عزتی ہے۔ ہمارے
رفارمر جہاں اور تدبیریں کرتے ہیں اون میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو اون کے
بزرگوں کی عظمت یاد دلائی جاتی ہے۔ بیشک غیرت کے مشتعل کرنے کو یہ دلاسلائی
بہت ہی مناسب تھی مگر میں دیکھتا ہوں تو بزرگوں کے کارنامے سنکر مسلمان بجائے
اسکے کہ اپنے تئیں خیر الخلاف بعد الاسلاف ۔ وردی آف دیر فورفا درز بنانے[1]
کی کوشش کریں۔ اولٹے شیخی میں آجاتے ہیں۔ اور شیخی ایسی بڑی بلا ہے کہ جتنے
رفارمر اب ہیں وہ اور عشر امثالہم معہم سب ملکر ایک انچھ بھی تو مسلمانوں کو ترقی کیطرف
نہیں کھسکا سکیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے ناتوے اس مہلک بیماری کے
اخذ کرنے کو تیار ہیں۔ پھر انگریزی تعلیم جو شرط معاشش شرط آبرو تو اب ہے۔ کوئی
دن جاتا ہے کہ شرط زندگی ہونے والی ہے۔ خدا جانے کیا آفت ہے۔ جس کو
چھو گئی۔ اپنے آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بقولات کے کھانے والے ہندو

[1] اگلوں سے بعد بہترین پس ماندے ۱۲

دیکھو تو کیا اندر[1] و مچا رہے ہیں - ہر ایک خیرخواہ اسلام کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو اس پہلو پر نہ
آنے دے - اور اُن کو سمجھائے کہ ساری برتری اور فوقیت تو سلطنت کی ہے وہ تو گئی
اور ایسی گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ - اب اوسکی یادگار تازہ رکھنے سے ہم کو
کوئی نفع نہیں - ہمکو اور ہماری نسلوں کو محکوم ہوکر رہنا ہے - انگریزوں نے بزور شمشیر
ہمسے ملک لیا ہے - ہمارا کوئی حق اونپر نہیں - اگر انگریز ہمارے ساتھ ویسی مدارات
کریں جیسی فرعون بنی اسرائیل کے ساتھ کرتا تھا یذبح[2] ابناءھم ویستحی نساءھم تو ہم اُنکا
کیا کر سکتے ہیں - مگر نہیں جیسا خدا تعالیٰ اپنی نسبت فرماتا ہے کتب[3] علی نفسہ الرحمة
اوسکی رحمت کا پرتو ہے کہ انگریزوں کو انصاف و مہربانی کی توفیق دے رکھی ہے -
ہماری دینی اور دنیاوی مفاد اسی میں ہے کہ ھل جزاء[4] الاحسان الا الاحسان -
کے مطابق - خوشدلی اور شکرگذاری کے ساتھ ادب حکومت ملحوظ رکھکر اپنی حالت کو درست
کریں - وہ زمانے گئے کہ ساری دنیاوی برکتیں اور منفعتیں سلطنت میں محصور تھیں -
اور اسی وجہ سے سلطنت بڑی چیز سمجھی جاتی تھی - اب علم کا فروغ ہے اِسنے وہ زور
پکڑا ہے کہ سلطنت بھی اسی کی دست نگر ہے - میں ذرا مطلب سے دور ہوگیا - میں یہ
کہنے کو تھا کہ بزرگوں نے کیونکر عزت حاصل کی تھی اور ہمنے اوسکو کیونکر کھویا - اگر کوئی
بیمار طبیب کی طرف رجوع کرے وہ اوسکو کسی نہ کسی طرحکا سوء مزاج بتائیگا - عامل
پاس جائے تو ارواح خبیثہ یا جنات سے ڈرائیگا - نجومی دمن یا تلھم من الرمالین و
الجفارین والمتقیفین ہر ایک اپنا اپنا راگ گائیگا ؎

پس از صد سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ بورانی است بادنجان و بادنجان ست بورانی

---

[1] فساد ۱۲

[2] اُنکے بیٹوں کو حلال کرتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا ۱۲

[3] اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ۱۲

[4] احسان کا بدلا احسان کے سوا کچھ اور بھی ہے ۱۲

انگریزی عملداری سوبرس کی بڑھیا ہوتے آئی کہیں اب جاکر مسلمانوں کو (وہ بھی سب کو نہیں)
معلوم ہوا کہ ہماری قوم کی قوم بیمار ہے - جن کو بیماری کا اذعان ہے - وہ بھی اکثر تعیین
سبب میں غلطی کرتے ہیں اور تعیین سبب میں غلطی ہوئی تو علاج میں لطریق اولی - میں
صاف دو ٹوک بات کہتا ہوں کہ اگر صرف یہی ایک سبب نہیں تو بہت بڑا سبب ضرور
ہے کہ جن بزرگوں نے عزت حاصل کی تھی - اعلے درجے کے قومی اتفاق - اعلے
درجہ کی قومی ہمدردی - اعلی درجہ کی قومی اخوت کے زور سے حاصل کی تھی - ہمنے
کھوئی ڈبوئی تو اسی سبب سے کھوئی ڈبوئی کہ یہ صفتیں ہم میں سے نکل گئیں - مسلمانوں میں
سُنّی - شیعہ کے اختلاف کی وجہ سے اگلے بزرگوں یعنی قرون اولی کے مسلمانوں
کی نسبت بھی یہی بات شہرت پکڑ گئی ہے کہ ہماری طرح اُنمیں بھی بغض ونفاق تھا پھوٹ
اور کشمکش تھی - عداوتیں اور خود غرضیاں تھیں - لیکن موٹی سی موٹی عقل کا آدمی بھی
سمجھ سکتا ہے کہ اگر اون کے دلوں میں کپٹ ہوتی تو اسلام آج کہیں دوا کے لئے
بھی تو روے زمین پر ڈھونڈا نہ ملتا - خصائص بشری کے اعتبار سے وہ بھی ہم جیسے آدمی
تھے - اور ہمکو اس بات کے کہنے میں کیوں مضائقہ ہونے لگا جبکہ پیغمبر صاحب صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے انا بشر مثلکم[ف] فرمایا ہو - پس اگر ان میں اختلاف تھا بھی (اور ضرور
تھا - بیشک تھا اور ہونا چاہئے تھا - اور ہوا ہی کرتا ہے - وہ تو آدمی تھے - دو برتن
ایک جگہ رکھے ہوتے ہیں تو وہ بھی کبھی کبھی کھڑ کھڑا ہی اوٹھتے ہیں) تو اونکے
اختلافات ویسے تھے جیسے آجکل انگریزی پولیٹیکل گروہوں کے - لڑتے بھی ہیں -
جھگڑتے بھی ہیں - بگڑتے بھی ہیں - مگر ساری جنگ زرگری ہے مفاد سلطنت کے لئے
مثلاً ایک کی راے ہے کہ سویز کینل یعنی نہر کی طرف سے پورا پورا اطمینان حاصل کرکے
مصر سے بالکل دست بردار ہو جانا چاہئے - دوسرا کہتا ہے مصر سے ہٹے اور ہندوستان
ہاتھ سے گیا - تیسرا یہ صلاح دیتا ہے کہ جبتک خدیو کو اتنی قوت ہو کہ اپنا گھر آپ سنبھالے
ہمکو اوس کا ساتھ دینا ضرور ہے - چوتھا اصرار کر رہا ہے کہ بات کو گومڈے میں ڈالنے

[ف] میں بھی تمہاری طرح کا بشر ہوں ۱۲

قباحتیں پیدا ہوتی ہیں ہمت کرکے فوراً انگیشن یعنی ضبطی کا اشتہار جاری کردیا جائے میں مصر پر کچھ دینے کے لئے نہیں کھڑا ہوا - میں نے تمثیلاً ایک بات بیان کی - تو کیا جس فریق کی یہ رائے ہے کہ مصر سے دست بردار ہونا چاہئے - برٹش گورنمنٹ نقصان کا خواہاں کا خواہاں ہے ہرگز نہیں - بلکہ وہ دست بردار ہونے ہی میں گورنمنٹ کا فائدہ سمجھتا ہے - اسی طرح مسٹر گلیڈسٹن - اور لارڈ سالسبری وزارت کے دو ہمسر عوے دار ہیں نہ اپنے فائدہ کی نظر سے بلکہ اسلئے کہ نیک نیتی سے ہر ایک اپنی وزارت کو گورنمنٹ کے حق میں مفید خیال کرتا ہے - لیکن ہم لوگ ذاتی اغراض سے اسقدر مغلوب ہو رہے ہیں کہ ہمکو اسکا سمجھنا اور سمجھیں تو یقین کرنا دشوار ہے - تاہم ایسے نفوس (ایسے نفوس قدسی) خدا پیدا کرتا ہے جو قومی اغراض کے آگے ذاتی اغراض کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے - اور ایسے ہی نفوس بزرگان دین کے تھے - اونکو بھی لوگوں کے ساتھ دوستی اور دشمنی تھی - مگر اونکی دوستی الحب لله[1] تھی اور دشمنی البغض لله[2] -

مولانائے روم نے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی ایک حکایت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے کام ذاتی اغراض کے شائبہ سے کسقدر پاک اور منزہ ہوتے تھے - فرماتے ہیں ؎

او خدو انداخت بر روی علیؑ	افتخار ہر نبی و ہر ولی
او خدو انداخت بر روی کہ ماہ	سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ
در زمان انداخت شمشیر آن علیؑ	کرد او اندر غزایش کاہلی
گشت حیران آن مبارز زین عمل	از نمودن عفو و حلم بے محل
گفت بر من تیغ کیں افراشتی	از چہ افگندی مرا بگذاشتی

[1] دوستی خدا کی وجہ سے ۱۲

[2] دشمنی خدا کی وجہ سے ۱۲

گفت امیر المومنین با آں جوان ❊ کہ بہنگام نبرد اے پہلوان
چوں خدو انداختی بر روی من ❊ نفس جنبید و تبہ شد خوئے من
نیم بہر حق شد و نیمے ہوا ❊ شرکت اندر کار حق نبود روا
گبر ایں بشنید و نوری شد پدید ❊ در دل او تا کہ زنارے برید
گفت من تخم جفا می کاشتم ❊ من ترا نوعے دگر پنداشتم
عرض کن بر من شہادت را کہ من ❊ مر ترا دیدم سرافراز زمن
قرب پنجہ کس ز خویش و قوم او ❊ عارفانہ سوے دین کردند رو

اسی طرح حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اسلام کی ترقی اور ترویج اور تشئید اور مسلمانوں کی اعانت و امداد و تائید کے لئے جہاں اور بہت سے کار نمایاں کئے اون میں تحسبونہ[1] ھینا وھو عند اللہ عظیم یہ بھی تھا کہ اسلام شروع ہوا غرباے ساکین سے - اگر غبار تعصب چشم دل کو تیرہ و تار نہ کردے فانھا[2] لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور تو اسلام کی ساری ہسٹری (تاریخ) شروع سے آخر تک اوسکی صداقت پر گواہی دے رہی ہے - اسنے پہلے پہل جڑ پکڑی ایسے دلوں میں جو سچ کے قبول کرنے کے لئے تیار تھے - دنیاوی مال و دولت دنیاوی جاہ و حشمت - دنیاوی نام و نمود - دنیاوی فخر و عزت - دنیاوی رشتہ و قرابت کوئی چیز نہ تھی جو اون کو صراط مستقیم کے اختیار کرنے میں سد راہ ہوسکے انمیں کچھ لونڈی غلام بھی تھے - کافروں کے غلام اور ہم مسلمانوں کے آقا اور سرتاج - مشرکین جنکے یہ لوگ مملوک تھے ان کو صرف اسلام کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب دیتے وما[3]

[1] تم اوسکو ہلکا سمجھتے ہو اور اللہ کے نزدیک وہ بڑا ہے ۱۲

[2] بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجاتی بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہوجایا کرتے ہیں ۱۲

[3] اون کی یہی ایک بات اون کو بری لگی کہ وہ ایمان لے آئے اللہ پر عزت والا قابل حمد - آسمانوں اور زمین کا مالک ۱۲

نقموا منھم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید الذی لہ ملک السموات والارض۔ چنانچہ حضرت بلال کے قصے کی طرف میں پہلے اشارہ بھی کرچکا ہوں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک غلام تھا نسطاس وہ بڑا سلیقہ مند آدمی تھا کہ اوسنے تجارت سے اپنی حالت یہاں تک درست کرلی تھی کہ دس ہزار درم تو اوس کے پاس نقد تھے اور باوجودیکہ خود غلام تھا۔ آپ بھی لونڈی غلام رکھتا تھا۔ حضرت ابوبکر نے چاہا کہ وہ اسلام لے آئے۔ اوس نے سختی کے ساتھ انکار کیا۔ تو وہ حضرت ابوبکر کے دل سے اوتر گیا۔ جب حضرت بلال کو دیکھا مبتلائے عذاب۔ تو حضرت ابوبکر نے بہ تقاضائے اخوت اسلامی امیہ سے سفارش کی کہ اسے شخص خدا کے غضب سے۔ تو امیہ بولا۔ اگر تمکو ایسا ہی ترس آتا ہے۔ تم ہی نے اوسکو بگاڑا ہے۔ اپنی بلا کو لے نہیں جاتے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اگر ذرا بھی معلوم ہو کہ اسکا منشا ہے حضرت بلال کے جدا کرنے کا ہے تو کبھی کی حضرت بلال کی مخلصی ہو گئی ہوتی۔ آپ اشارہ پاتے ہی بول اوٹھے کہ بیچ لیا۔ امیہ نے کہا نسطاس کے بدلے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا ہاں جی ہاں۔ نسطاس اور جو کچھ اوس کے پاس اثاثہ ہے وہ سب اسی طرح حضرت ابوبکر نے حضرت بلال سمیت سات مسلمان لونڈی غلاموں کو اون کے مالکوں کی مونہہ مانگے دام دے دے کر خریدا اور آزاد کیا ان کے والد کو اسکی تو خبر نہ تھی کہ اس خریداری سے کچھ اور ہی مطلب ہے۔ شکر کہنے لگے کہ یہ ہارے تھکے از کار رفتہ لونڈی غلام مول لیتے پھرتے ہو۔ لینے ہیں تو ایسے غلام لو جو تمکو فائدہ بھی پہونچا سکیں۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے باپ کو سمجھایا کہ میں ان کو حسبۃً للہ آزاد کرنے کے لئے خریدتا ہوں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن شریف کی اس آیت میں یؤتی مالہ یتزکی[1] وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی ولسوف یرضی۔ میں نے یہ دو باتیں تمثیلاً بیان کیں

---

[1] اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتا ہے اور اوس پر کسی کا احسان نہیں کہ اوس کا بدلہ دیتا ہو [illegible] مگر طلب رضائے پروردگار ۱۲

ہیں سیر صحابہ پڑھو تو معلوم ہو کہ سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے صبغۃ[1]
اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ مگر ہاں اتنا ضرور ہے ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کسی میں حلم غالب ہے۔ کسی میں غیرت۔ کسی میں سخاوت۔ کسی میں شجاعت۔ کسی میں کچھ۔ کسی میں کچھ۔

ایک آدھ مرتبہ مجھکو شبہہ ہوا کہ بزرگان دین کے حالات جو لوگوں نے منضبط کئے ہیں اور جنکے پڑھنے سے اپنے اور اپنے زمانے کے مسلمانوں کے حال پر سخت افسوس ہوتا ہے۔ اور جب تک خیال کرتے رہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل کو کوئی نچوڑے ڈالتا ہے۔ از قبیل پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند۔ تو نہوں۔ لیکن یہ ایک وسوسۂ شیطانی تھا۔ انکے زمانے میں اور ان کی کوششوں سے اسلام کا ترقی پانا یہ ایسا زبردست ثبوت ان کے فیور میں ہے کہ کسی احتمال مخالف کو جمنے ہی نہیں دیتا جسطرح انسان اشرف المخلوقات ہے اسی طرح مسلمان کامل افضل الناس ہے۔ صرف دین کے اعتبار سے نہیں بلکہ میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ جن صفتوں کے مجموعے کا نام اسلام ہے پیغمبر کو ایمان ... مقتضی ہیں کہ دنیا میں بھی مسلمانوں ہی کو فضیلت اور برتری ہو۔ بلکہ میں تو دنیاوی ترقی و تنزل کو اسلام یعنی دین اسلام کے کامل و ناقص ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں۔ وہ علماء بڑی غلطی پر ہیں اور افسوس ہے کہ ایسے بہت ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا مقصود یہ تھا کہ ہنود جوگیوں اور سنیاسیوں یا عیسائی راہبوں کی قسم کا ایک گروہ تیار کیا جائے۔ نرے خدا پرست۔ دنیا سے بے نصیب محض۔ اگر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد رہا ہو اور میں کہتا ہوں کہ نہیں رہا والذی نفسی بیدہ نہیں رہا۔ ہرگز نہیں رہا۔ تو معاذ اللہ پیغمبر صاحبؐ کی رسالت کی نسبت فیلیور۔ ٹوٹل فیلیور کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ پیغمبر صاحبؐ نہیں چھوڑ کر مرے۔ خدا پرست جوگی۔ خدا پرست سنیاسی۔

---

[1] اللہ کا رنگ اور اللہ سے بھی کسیکا رنگ بہتر ہوگا؟

خدا پرست راہب - خدا پرست آجکل کسے سے کم گذرے - بیباک ننگے علما اور مشائخ سبکہ خدا پرست امپررز (شاہنشاہ) خدا پرست کنگز (بادشاہ) خدا پرست منسٹرز (وزیر) خدا پرست ایڈمنسٹریٹرز (مدبران ملک) خدا پرست کمانڈرز (سپہ سالار) خدا پرست ججز - خدا پرست آرٹیزنز - (صنعا) خدا پرست مرچنٹز (سوداگر) خدا پرست دنیاوار آف اوری کا منگ اینڈ پروفیشن (ہر ایک پیشے اور ہر ایک شغلے کے) اولٰئک ہم المؤمنون[1] حقا لہم درجات عند ربہم ومغفرۃ ورزق کریم - پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تو مسلمانوں کی ظاہری شان و شوکت کا یہاں تک خیال تھا کہ کعبے کا طواف کرو تو جہانتک ہوسکے اکڑ و - صفا اور مروہ میں زور سے دوڑو - جمعہ اور عیدین میں اچھے مجامع میں بہتر سے بہتر ہیئت بنا کر شامل ہو - نماز عید کو ایک رستے سے جاؤ تو دوسرے رستے سے آؤ - ان باتوں سے آخر ایک اٹکل تو ملسکتی ہے کہ پیغمبر صاحب کا دلی منشا کیا تھا - اب ہمنے ذلت و خواری کو شعار اسلام بنا لیا - کر گئے اسلئے کو گرتا گرتا منارہے تھے - پھسڈی ہوگئے کیونکہ پھسڈی ہونے سے خوش تھے مجھ کو تو غصہ اس بات پر آتا ہے کہ ذلیل ہوئے تو خیر غضب تو یہ ہے کہ بزرگان دین سے اس ذلت کی سند پکڑتے ہیں * ع

بد نام کنندۂ نکونامے چند

کبھی انسان عزت کے ایسے اعلے درجے پر پہونچ جاتا ہے کہ عزت اوسکو لازم ہوجاتی ہے گویا اسکا خاصہ غیر منفک ہے تو ایسی حالت میں اوسکو ظاہری سامان تعزز درکار نہیں ہوتا - مثلاً گلیڈسٹن جنے بیسیوں لارڈ اور سر (یہ سر نہیں (اپنے سر کیطرف اشارہ کیا) بلکہ وہ سر - سید احمد خان کی طرف اشارہ کیا) اور کیا اور کیا بنا دیئے کونسی خطابی عظمت تھی جو وہ اپنے لئے حاصل نہیں کر سکتا تھا - مگر اوس نے سمجھا اور ٹھیک سمجھا کہ گلیڈسٹن اور خطابی ناموں میں وہی نسبت ہوگی جو نیچرل بیوٹی (قدرتی خوبصورتی)

---

[1] یہی ہیں سچے مسلمان ان کے لئے خدا کے یہاں درجے ہیں اور معافی ہے اور عزت کی روزی ۱۲

اور بنائی ہوئی بیوٹی نہیں ہوتی ہے ولا[1] المتکحل فی العین کالکحل سید احمد خان کو چاہیے بُرا لگے - میری نظر میں جو عزت سید احمد اِن دو لفظوں کی ہے نہ ڈاکٹر کی ہے - نہ سر کی ہے - نہ اون حروف کی ہے - جو انگریزی ابجد سے بے ترتیب لیکر ان کے نام کے بعد لگائے جاتے ہیں -

یہی حال تھا صحابہ کا رضوان اللہ علیہم - اون کو وہ عزت حاصل تھی کہ دنیا میں اس سے بڑھکر کوئی اور عزت ہو نہیں سکتی - کہ جسطرف کو توجہ کی سلطنت اون کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی تھی - یہ عزت سادگی اور بے تکلفی اور زہد کے ساتھ ملکر ایک حسن خاص پیدا کرتی تھی جس کے آگے دنیاوی حشمتیں اور طمطراق سب ہیچ ہیں - ہم نے حرمان - اور تسلی عن الیاس کو زہد قرار دے رکھا ہے - اور دنیا کے حاصل کرنے پر حریص تھے - مگر حاصل ہوئے پیچھے اوسکی ذرا بھی قدر نہیں کرتے تھے - شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ہارون الرشید کی ایک حکایت لکھی ہے - کہ

"ہارون الرشید را چون ملک مصر مسلم شد - گفت بزعم آن طاغی کہ بہ غرور ملک مصر دعوے خدائی کردہ بود نہ بخشم ایں ملک را مگر بہ خسیس ترین بندگان"

قیصر روم نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک سفیر بھیجا - سفیر سمجھا کہ ایسے زلزلے کا شخص ہے تو اوسکی کوئی بڑی بارگاہ ہوگی - یہاں مدینے میں آکر دیکھا تو رہنے تک کا جھونپڑا بھی ٹھیک نہیں - اور امیر المؤمنین صاحب ہیں کہ اون کا کہیں پتہ نہیں ملتا - آخر ایک بڑھیا نے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ فلان نخلستان میں چھوڑے چلی آتی ہوں - سفیر نے جاکر دیکھا تو واقع میں اکیلے ایک درخت کے تلے پڑے سوتے ہیں - جاگے تو اپنا مطلب عرض کرنا چاہا - مگر ایسے ہیبت سے کہ نہ قدم آگے کو اٹھتا تھا اور نہ بات منہ سے نکلتی تھی - سر سے پاؤں تک کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا ؎

ہیبت حق است این از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

[1] سرمہ کا جل لگی ہوئی آنکھ کہیں قدرتی سرمگین آنکھ کو پہونچتی ہے ۱۲

و آسمان عزت کے آفتاب تھے اگر پانی کی تہ میں بھی اون کا عکس تھا تاہم چمک دمک اسکے ساتھ تھی - مگر ان کی سی عزتیں صرف تمنا کرنے یا بیوہ عورتوں کی طرح موہنہ ڈھانک ڈھانک کر رونے یا دعائیں مانگنے سے تو نصیب نہیں ہوتیں - کیونکہ اون کو بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے نہیں ملگئی تھیں - انھوں نے اس عزت کے پیچھے مال اور جان اور خویش و اقارب کسی چیز کی کچھ پروا نہیں کی - ہم یہ کہنے کو تو موجود ہیں کہ مسکین این ندارد و آن ندارد - مگر کرنے کے نام میرے دیکھنے میں تو اتنا ہی ہوا ہے کہ سید احمد خان کے غل شور مچانے سے قومی مرثیہ خوانوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے - جبتک لکھنؤ میں نوحہ ای رہی مرثیہ خوانی کا بڑا زور و شور تھا - اور اس طرز خاص کو انیس اور دبیر نے حقیقت میں معجز بیانی کی حد تک پہونچا دیا - کہ کسی نے ان جیسا کہا اور نہ کوئی ان جیسا کہہ سکیگا - اب جو نئی قسم کے مرثیہ خوان چلے تو اسکے موجد ہوئے - ہمارے مولوی الطاف حسین صاحب حالی - انھوں نے ایک بڑی دھوم کا مسدس لکھکر کچھ ایسا بگل پھونکا کہ جہاں جہاں موزون طبع تھے سب لگے ان ہی کی لے میں گانے اور گنگنانے - گنگنانے والوں میں یہ آپ کا نیازمند بھی ہے کہ شعر تو نہیں کہہ سکتا - مگر تک سے تک ملا لیا کرتا ہے - میں نہیں سمجھتا کہ مولوی الطاف حسین نے مسدس اس غرض سے کہا تھا کہ ایشیائی شاعری میں ایک طرز جدید داخل کریں بلکہ اون کی غرض اصلی یہ تھی کہ سوتی ہوئی قوم جاگے اور دیکھے کہ تباہی کا سیلاب ان کے سروں پر آ پہونچا - مگر قوم نے جاگنا تو در کنار کروٹ تک بھی تو نہ لی اور ان کے مسدس کا ایک کھیل بنا کھلونا کیا - کوئی اوسکو اسلئے نہیں پڑھتا کہ سمجھے اور عمل کرے - نظر پڑتی بھی ہے تو وہی محاسن شاعری پر - اور سید احمد خان صاحب بڑا نہیں تو ناہیں - قریب قریب یہی حال ہے اس کانگرس کا - اکثر تو تماشائی ہونگے - بعض اسکو ایک طرح کی محفل شاعرہ سمجھکر شریک ہوئے ہونگے کہ سر سید کچھ دینگے - مولوی الطاف حسین حالی - مولوی شبلی - منشی احمد علی شوق - اپنے اپنے افکار تازہ پڑھینگے - ذرا چلکر سنیں تو سہی کیا کہتے ہیں - بعض صرف سید احمد خان کے بتیجئی ہونگے اور بعض شہدا ہونگے - لڑنے بھڑنے کے نہیں - ہونگا لینے کے - جو چاہتے ہیں - کہ محض

کانفرنس میں شریک ہونے کی وجہ سے ان کا نام دردمندان قوم کی فہرست پر چڑھ جاتے جتنے صاحب شریک محفل ہیں سب بدتر میں ہوں - کہئے کہ آندھی کرنے کو خاک - جب آدمی خود ایک بات کا عامل نہیں دوسرے پر اوسکا اثر کیا ہو - غرض کیا ستم کیا لکچرار - ہیں سب ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے - بلکہ پھر ایسے مجموں سے کیا فلاح ہونی ہے - روتے آئے مرنے کی خبر لیکر چلے - قوم کا تو یہ حال ہے کہ ایک ایک منٹ اور ایک ایک سکنڈ کی دیر میں - برسوں نہیں عمروں کا نقصان ہو رہا ہے - اور یہاں ہنوز روز اوّل ہے - مجھ کو ایک بات کا اور بھی ڈر ہے کہ انسان کی خلقت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ کوئی نئی بات سنتا یا غیر معمولی حالت دیکھتا ہے تو اول بار سننے اور دیکھنے سے اوسکی طبیعت میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے - لیکن اگر بار بار وہی بات سنا اور وہی حالت دیکھا کرے تو اوسکا احساس مدھم پڑ جاتا ہے ع

چو حلوا بہ یکبار خوردند و بس

کچھ سید احمد خان ہی کی توقع ہوگی - خدا ہی ہے کہ ان پتھروں میں جونک لگے - کہنے اور سننے کی تو کوئی حد باقی نہیں رہی - ضرورت سے بہت زیادہ کہا جا چکا اور ضرورت سے بہت زیادہ سن چکے - اب یا تو قومی ہمدردی - قومی رفارم - قومی ترقی کا تذکرہ موقوف کرو - کیوں بیٹھے بٹھائے مفت میں اپنی ہنسائی کرلیتے ہو - اور اگر فی الحقیقت تمہارے دلمیں قوم کا درد ہے - تو کچھ کرکے دکھاؤ - بیشک کام بڑا اہم ہے - لیکن سچے دل سے ہمت کرو تو خدا کی قسم - پانی سے زیادہ پتلا - روئی سے زیادہ ملائم - ریشم سے زیادہ نرم آئینے سے زیادہ چکنا - ہمارے سامنے ہمارے ہی بزرگوں کی مثال موجود ہے - ہمکو ویسی مشکلیں درپیش نہیں اور نہ ہمکو ویسی مہم درپیش - سمجھ چکے ہو تو خیر - اور نہیں سمجھے تو آپ سمجھ لو - کہ بدون اعلے درجہ کی انگریزی تعلیم کے مسلمانوں کی حالت حشر تک درست ہونے والی نہیں - اور اسکو چاہئے کہ قارون کا خزانہ - وہ تو بڑے شکر کا مقام ہے کہ ہم میں ایک ایسا شخص موجود ہے کہ اوسکو روپے کی مدد ملے تو تعلیم کے جہاز کو کھے کر پار لگا دے - وہ کون ہے جا سمجھ تو گئے ہوگے - پھر کیوں مجھ سے کہلواتے ہو خدانخواستہ

یہ شخص نہ ہوتا تو روپیہ کو لیکر چاٹا کرتے - یہ نعمت خداداد ہے ورنہ جتنا روپیہ تعلیم کے لئے فراہم کرتے اس سب کے بدلے بھی تو سید احمد کا سا ایک دماغ ڈھونڈا نہ پاتے - خیر تو غرض یہ ہے کہ ہمکو روپیہ چاہئے جتنا ہو سکے اور جسقدر ہو سکے - روپیہ آئے تو کہاں سے آئے - جن کو قوم کا درد ہے مقدور نہیں رکھتے اور جن کو مقدور ہے اون کو درد نہیں ؎

کریمان را بدست اندر درم نیست
خداوندان نعمت را کرم نیست

اس مشکل کے حل کرنے کی ایک تدبیر میرے خیال میں آتی ہے - امیروں کو تو مارو گردن - ان سے تو کچھ ہو تا ہوا تا نہیں - جب کسی قوم پر وبال آنیکو ہوتا ہے تو سب سے پہلا اولے قوم ہی بگڑتے ہیں - حق تعالی جلشانہ فرماتا ہے واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیراً[1] - پس جن لوگوں کے فساد سے ہماری قوم کی خرابی کی ابتدا ہو اون سے اصلاح کی توقع ایسی ہے جیسی زہر سے نوشدارو کی تاثیر کی امید ؎

پوچھ مت راہ وفا اوس نگہ پُرفن سے
رہنمائی کی نہ رکھ چشم - دلا - رہزن سے

یوں کرو کہ جو جو قومی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں سب ایک گروہ بن جاؤ - اور گروہ کو ضرور ہے لیڈر یعنے سرگروہ اوسی فرد متعین کو (سمجھے یا نہیں - ضرور سمجھے اور خوب سمجھے) لیڈر بنالو - صرف چندہ فراہم کرنے اور اوسکو اپنی رائے سے اعلے درجہ کی انگریزی تعلیم میں صرف کر دینے کا اور اس امام کے ہاتھ پر فارتی (ہیچ مچ کی) بیعت کرو کہ ہم منفرداً و مجتمعاً روپیہ بہم پہونچانے میں سعی کا کوئی دقیقہ نہیں اوٹھا رکھیں گے

[1] جب ہم کو منظور ہوتا ہے کہ کسی گاؤں کو برباد کردیں تو ہم وہاں کے خوشحال لوگوں کو اُبھار دیتے ہیں وہ اوس میں بدکاریاں کرنے لگتے ہیں اور ہمارا قول پورا ہو جاتا ہے پھر ہم اوسکو مارکر بھرا کر دیتے ہیں ۱۲ منہ

لیکن اس بیت کے بعد یہ نہیں کرنا ہوگا کہ چلتی سی ایک بات کہدی - اور اپنے سر سے چھوڑا
سا اوتار - الگ ہو گئے - نشتو باندھ کے چندے کو تیچھے پڑنا ہوگا - گھر گھر جا کر بھیک
مانگنی پڑیگی - یا ایک چھوٹا سا ضلع - کیف ما تفق اختیار کرو - اور تحقیقات کر کے ایسے
لوگوں کی فہرست بناؤ جو صاحب زکوۃ ہیں - لڑ کر - جھگڑ کر - منت سے - خوشامد سے -
سمجھانے سے - الحاف سے - ابرام سے غرضکہ جسطرح بن پڑے اون سے زکوۃ وصول
کرو - کچھ خبر بھی ہے - یہی صدقات ابتدا میں اسلام کا کیپٹل (سرمایہ) رہے ہیں - انکے
وصول کا بڑا اہتمام ہوتا تھا - یہاں تک کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) منع زکوۃ کو ارتداد
سمجھکر جہاد پر آمادہ ہو گئے تھے - حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اپنی خلافت میں
ان ابواب کی تحصیل موقوف کر دی کیونکہ مسلمانوں کو خدا نے سلطنت کی وجہ سے غنی کر دیا
تھا - مگر میرے نزدیک حضرت عثمانؓ نے غلطی کی - دینا سبھی کو ناگوار معلوم ہوتا ہے پیغمبر
صاحب صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی لوگ دیتے وقت بڑبڑاتے تھے - حضرت
عثمان کے دست بردار ہو جانے سے رہے سہے اور بھی ڈھیلے پڑ گئے - اب جو لوگ
دیتے ہوں وہ جانیں اور اون کا ایمان جانے - لیکن اگر کسی طرح اس رقم کا ضبط کرنا ممکن
ہو تو بہت بڑی آمدنی کی چیز ہے - اسمیں بھی دقتیں پیش آئیں گی - بعض تو صاف ٹکا سا
جواب دیں گے کہ تم ہمارے محتسب نہیں - تمکو ہمارے معاملات میں کیا دخل - بعض حیلہ
کریں گے کہ تعلیم انگریزی مصرف زکوۃ نہیں - بعض نصاب کو چھپائیں گے - بعض دیتے وقت
ہچر مچر کریں گے - ان مشکلات پر غالب آنا سچی قومی خیر خواہی ہے اور نہ اپنی گرہ سے دو -
نہ دوسرے سے دلواؤ - نرا زبانی جمع و خرچ - ہم تو ایسے اتو عالی خیر خواہی کے قائل میں نہیں ہیں
مثل مشہور ہے کہ جتنا گڑ ڈالو گے اوتنا ہی میٹھا ہوگا - جیسی ہماری کوششیں ہیں مضمحل
اور بے دلی سے ویسے نتیجے ہیں کہ آج بیس برس سے تعلیم کا غل سنتے سنتے کان بہرے ہو گئے
سر دُکھنے لگا - تو گھستا گیا - اور کسی ایک ضلع کی تعلیم کا انتظام بھی کافی اور اطمینان کے لائق
نہیں ہوا - اور تھوڑی دیر کے لئے ادھر بھی تو نظر کریں کہ ہمارے بزرگان دین - ہمارے
پیشوا - کیا کمال کرتے تھے کہ ہتھیلی پر سرسوں جما گئے - دوست دشمن سب اس بات پر متفق

ہیں کہ جسقدر جلد اسلام کی سلطنت قائم ہوئی اسطرح جلدی بجا نے میں ۔ کوئی اور سلطنت قائم ہی نہیں ہوتی ۔ ان میں ایک کمال ہو تو بیان کیا جائے ۔ سرتاپا کمال ہی کمال تھے ؎

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ سے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

تاہم میں چند ایسی باتیں بیان کرونگا جنکو میرے نزدیک اسلام کی ترقی میں بڑا دخل تھا ۔ اور اب بھی مسلمانوں کی حالت کے درست کرنے کے لئے اون کی سخت ضرورت ہے ۔ ان میں ایک بڑی صفت نفس کشی کی تھی ۔ اور یہی صفت ہے جڑ ہمدردی کی جود و سخا کی ۔ ایثار کی ۔

جب انسان خود اپنی حاجتوں کا مغلوب ہے اسکے دل میں دوسرے کی امداد و اعانت کی تحریک پیدا ہو ہی نہیں سکتی ۔ اب سب سے پہلے اپنے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حال سنو ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبھی تین دن متواتر شکم سیر نہیں ہوئے ولو شئنا لشبعنا ولکن کان یوثر علی نفسہ ولا یدخر شیئا لغد یعنی چاہتے ہو پیٹ بھر کر کھاتے مگر حضرت کی عادت تھی کہ بھوکوں کو کھلا دیتے اور آپ بھوکے رہتے ۔ اور کل کا فکر تو کبھی کیا ہی نہیں ؎

ہرچہ آمدت بدست بہ دادی تو پیش ازاں
ایں جود آں کس است کہ از فقر عار نیست

ابو طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب فقر و فاقے سے بہت تنگ آئے تو کئی آدمی ملکر حضرت کے پاس گئے ۔ اور اپنے اپنے پیٹ دکھائے ۔ سب نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا تاکہ بھوک کی ایذا محسوس نہو ۔ پیغمبر صاحبؐ نے اپنا شکم مبارک دکھایا تو اسکے دو پتھر بندھے ہوئے تھے ۔

حضرت عمر سے منقول ہے کہ میں ایک دن پیغمبر صاحبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ

تہمد باندھے بورئیے پر پڑے ہیں - بورئیے کی تیلیاں جو بدن میں چبھی ہیں - تو نشان پڑ پڑ گئے ہیں - پھر جو میری نگاہ طاقوں پر جا پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک طاق میں کوئی آدھ سیر کے قریب جَو ہیں - ذرا سا چنبیر دھرا ہے - اور وہیں پاس کو پانی کا ایک مشکیزہ لٹک رہا ہے حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ ایذا اور بے سامانی دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا - اور میں بے اختیار رو دیا -

حضرت عائشہؓ ذکر کرتی ہیں کہ ایک دن میرے میکے سے بکری کی ران آئی - رات کا تھا وقت - میں نے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکر مشکل سے اوس کو بنایا - جس کے سامنے یہ مذکور تھا - اوس نے پوچھا کیا چراغ نہ تھا؟ تو حضرت عائشہ بولیں - "تیل ہوتا تو ہم اپنی ہنڈیا ہی نہ بگھارتے"

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عمر چپاتی کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا -

سہل بن سعد نے چھلنی کے باب میں بھی ایسی روایت کی ہے مع شئے زائد - وہ یہ کہ مینے اپنے راوی سے پوچھا کہ بہلا چھلنی نہ تھی تو جو کا آٹا کس طرح کھاتے ہونگے - راوی نے کہا [1] کنا نطحنہ وننفخہ فیطیر ما طار وما بقی ثریناہ فاکلناہ حضرت کی غالب غذا تھی چھوارے وہ بھی قسم جید نہیں اور شکم سیر نہیں -

امیہ بن صفوان مولفۃ القلوب میں تھا - حضرتؐ نے وسکو اتنا دیا کہ جو دیکھکر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ سخی بہتیرے دیکھے مگر اس درجے کی سخاوت کا سوائے نبی دوسرے کا نفس متحمل ہو ہی نہیں سکتا - حضرتؐ کی مدح کا یہ شعر کچھ مبالغہ شاعرانہ تھا - بلکہ حکایت نفس الامری ہے

ماقال لاقط الا فی تشہد
لولا التشہد کانت لاءہ نعم

بعض شاعر بھی بلا کے چور ہوتے ہیں - ایک عجمی نے اسکا لفظی ترجمہ کر کے کسی بادشاہ کے

[1] ہم جَو کو پیسکر اوپر سے پھونک مار دیتے بھوسی جو اوڑنی تھی اوڑ جاتی پھر آٹا گوندھا پکایا کھا لیا ۱۲

مدحی قصیدے میں داخل کردیا شعر

نرفت کلمہ لا بر زبان او هرگز
مگر باشهد ان لا اله الا الله

کبخت کو نہ چوری کرتے شرم آئی اور نہ دنیا دار بادشاہ کی اسقدر بیجا اور نامناسب خوشامد کرتے - ہم صرف جود کو نہیں دیکھتے - بلکہ اتنی باتوں کو کہ خود حاجتمند اور سخت درجے کے حاجتمند اور اسقدر داد و دہش اور کشادہ دلی کے ساتھ آپ فرماتے تھے

لو کان مثل اُحد ذھبا یسرنی ان لا یمر علی ثلث لیال وعندی منه شیئ[1]۔

اور یہی کیفیت تھی تا دم مرگ کہ مرض الموت سے پہلے کہیں حضرت عائشہؓ کو چھ یا سات دینار دیئے تھے کہ مساکین کو تقسیم کر دینا - علالت میں خیال آیا تو پوچھا - حضرت عائشہؓ نے عذر کیا شغلنی وجعك آپ نے منگوا کر اونکو ہاتھ میں لیا - اور فرمایا ماظن من بنی الله لو لقی الله عزّ وجل وھذہ عندہ[2] غرضکہ حدیث کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ مال دنیا پیغمبر صاحب کی نظر میں نہ صرف بے قدر تھا بلکہ اپنے اور اپنے اقارب اور متعلقین کے لئے مبغوض - اونہوں نے صدقات کو جو ہمارے زمانے کے مولویوں اور مشائخوں کی معاش کا بڑا ذریعہ ہے نہ صرف اپنی نسل پر - بلکہ بنی ہاشم پر ہمیشہ کے لئے قطعاً حرام کر دیا - یہاں تک کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے نقد و جنس مستحقین کو تقسیم کر رہے تھے - امام حسین علیہ السلام نے (بچے تو تھے ہی) ایک چھوہارا اوٹھا کر منہ میں ڈال لیا - حضرت کی نظر پڑ گئی فرمایا کخ کخ یعنی چھی چھی یہ لوگوں کے مال کا میل ہے - آل محمدؐ پر حرام - اور آخر وہ چھوہارا اوگلوا دیا - اس داد و دہش کا ضروری نتیجہ تھا کہ آپ نہ صرف اپنے نفس پر سختی جھیلتے تھے - بلکہ تمام اہل و عیال - یہاں تک کہ ایک بار ازواج مطہرات نے توسیع نفقات پر ضد کی تو آپ ناخوش ہو کر سب کے چھوڑ بیٹھنے پر آمادہ ہو گئے - اسی کا تو بیان ہے سورہ احزاب میں

---

[1] اگر میرے پاس کوہ اُحد کی قدر سونا ہوتا تو مجھکو بڑی خوشی اسی کی ہوتی کہ تین راتیں نہ گذرنے پائیں سب خرچ کر ڈالوں ۱۲

[2] اور نبی کی نسبت کیا خیال کیا جائے جو یہ اشرفیاں لئے ہوئے خدا کے پاس جائے ۱۲

یا ایہا النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیوٰة الدنیا وزینتها فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن الله ورسوله والدار الاخرة فان الله اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما - اس طرح کی بیسیوں باتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا کہ پیغمبر صاحب نے شروع سے آخر تک حد درجے کی نفس کشی کے ساتھ زندگی بسر کی - اور اس کے بہت سے شواہد ہیں کہ نہ ریاکاری تھی نہ نیاداری تھی - نہ خستت نہ کفایت شعاری تھی بلکہ وہی کہ اپنے تئیں ایذا ہو تو ہو مگر دوسروں کو فائدہ پہونچے ابتدا سے عمر میں دادا اور دادا کے بعد چچا ان کے متکفل تھے - پھر خدا نے انکو خدیجۃ الکبریٰ کے مال سے غنی کر دیا تھا اور اس کے بعد تو بادشاہ تھے صاحب ملک ولشکر و مالک اموال غنیمت یتصرف فیھا کیف یشاء مگر انتقال ہوا تو تیس صاع جو کے بدلے اپنے پہننے کی زرہ رہن تھی - اپنے لئے تو اس درجہ کی تنگی اور مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح دریغ نہ تھا - یہاں تک کہ جب ملک فتح ہونے لگے تو آپ نے منادی کر دی کہ انا اولی بالمومنین من انفسہم من توفی من المومنین وترك دینا فعلی قضاؤہ ومن ترك مالا فھو لورثتہ - اب اسی نفس کشی کے متعلق چند باتیں صحابہ کی سنو - حضرت عمرؓ کے بیٹے اپنے والد کے حالات میں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ کے ہاتھ میں ایک درم دیکھا - پوچھا کہ کیسا درم ہے - جابر نے کہا بہت دنوں سے بال بچے گوشت کو ترس گئے - آج ارادہ ہے کہ اسکا گوشت لیکر پکواؤں - یہ سنکر حضرت عمرؓ بولے کیا تم

ا؎ اے نبی اپنی بیبیوں سے کہدے کہ اگر تمکو دنیا کی زندگی اور اسکی زینت درکار ہو تو آؤ میں تمکو کچھ دے دلا کر بھلی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم کو درکار ہو اللہ اور رسول اور آخرت کا گھر تو جو تم میں نیکوکار ہیں اون کے لئے خدا نے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ۱۲

۲؎ جس طرح چاہتے اوس میں تصرف کرتے ۱۲

۳؎ مجھ سے بڑھکر مسلمانوں کا کوئی خیرخواہ نہیں جو مسلمان قرضدار مرے اسکا قرضہ میرے ذمہ اور جو مال چھوڑ مرے تو مال اوسکے وارثوں کا ۱۲

لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ جس چیز کو جی للچایا گئے اور مول لے آئے۔ تم سے اپنے چچا زاد بھائی اور پڑوسی کی خاطر بھوک کی سہار نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت یاد نہ رہی اتر گئی ہے اذهبتم طيبا تكم في حيوتكم الدنيا واستمتعتم بها[1] مالک دارمی سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک غلام کو عبیدہ بن الجراح کے پاس چارسو دینار دے کر بھیجا اور کہا یہ دینار اون کو دیکر ذرا ٹھہرے رہنا۔ دیکھو تو کیا کرتے ہیں۔ غلام نے دینار پہنچا دیئے اور حکم کے مطابق ٹھہرا رہا۔ عبیدہ نے حضرت عمرؓ کا شکریہ ادا کیا اور لونڈی کو بلا کر کہا کہ جا سات وہاں اور پانچ وہاں دیکر آ۔ یہاں تک کہ اسطرح کل چارسو کے چارسو تمام ہو گئے۔ غلام نے جو دیکھا جا کر عرض کر دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ نے چارسو کی ایک تھیلی اور بھر رکھی تھی۔ اسی طرح غلام کو معاذ بن جبل کے پاس بھیجا وہاں بھی عبیدہ کا ماجرا پیش آیا۔ اتنی بات زیادہ ہوئی کہ جب معاذ دینار تقسیم کر رہے تھے انکی بی بی نے آکر کہا بخدا ہم بھی حاجتمند ہیں۔ کچھ تو ہمکو بھی دو۔ شعر

گل پھینکے ہے اوروں کیطرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اوسوقت صرف دو دینار باقی تھے۔ معاذ نے بی بی کے حوالے کئے۔ حضرت عمرؓ نے عبیدہ اور معاذ کا حال سنا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہاں یہ ہیں المؤمنون اخوة بعضهم من بعض[2] حضرت عمرؓ کو اسی طرح کا معاملہ سعید بن عامر کے ساتھ پیش آیا۔ سنا کہ اون کے ہاں آگ تک نہیں سلگتی اکٹھے دس ہزار بھیج دیئے۔ اونہوں نے تھیلیاں اور پوٹلیاں باندھ باندھکر بانٹنے شروع کئے۔ بی بی نے کہا یہ روپیہ جو خلیفہ نے ہمارے لئے بھیجا ہے تم کس کس کو دیئے ڈالتے ہو۔ کہا اون لوگوں کو جو اس کے ہم سے زیادہ حاجتمند اور حقدار ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ان کی امارت یعنی خلافت کے زمانہ میں دیکھا

---

[1] تم دنیا میں مزے اوڑا چکے اور فائدے اٹھا چکے ۱۲

[2] مسلمان بھائی آپس میں ایک ہیں ۱۲

کرمین مونڈھوں کے بیچ اوپتلے تین پیوند لگے ہوئے تھے۔
عبد اللہ بن شداد کہتے ہیں ہیئے حضرت عثمانؓ کو دیکھا ممبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے ہیں۔
اور چار یا پانچ درم کی قیمت کا عدن کا بنا ہوا موٹا تہمد باندھے ہوئے ہیں۔ یہ وہ عثمان
تھے جنکا لقب تھا غنی۔ اور جنہوں نے پینتیس ہزار درم کا ایک بیر رومہ خرید کر وقف
کر دیا تھا۔ تجہیز جیوش اور دوسرے مواقع پر جو خرچ کیا اسکا ذکر نہیں۔
حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ خلافت پر مسلط ہوسے تیچھے مدت تک اُنہوں نے
بیت المال سے ایک کوڑی نہ لی۔ آخر تنگ ہوئے تو اصحاب کو بلا کر کہا کہ میرا سارا وقت اِس
کام میں صرف ہوتا ہے۔ میں بیت المال سے لوں تو کیا لوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا
صبح و شام دو وقت کے کھانے کی قدر۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے بھی اسکو پسند کیا اور
اسی پر کاربند رہے۔
حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی ایک مشہور حکایت ہے کہ کھانا ایک لقمہ اوٹھاتے ہی تھے
کہ ایک مسکین نے آواز دی۔ آپ نے سارا کھانا اوس کے حوالے کیا۔ دوبارہ کھانا پکا۔
اور اتفاق سے عین وقت پر یتیم آ نکلا۔ پھر تیسری بار قیدی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما و اسیرا انما نطعمکم لوجه الله
لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا۔
حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی سخاوت کی ایک مثال کا بیئے خاص نوٹس لیا کہ قرض
تو بہت بُری بلا ہے۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہ قاعدہ رکھا تھا
کہ جو شخص قرضدار مرتا اوس کے جنازے کی نماز نہ پڑھتے۔ اور مقصود یہ تھا کہ لوگوں
کو عبرت ہو اور قرض سے بچیں۔ چنانچہ ایک شخص نے وفات پائی۔ لوگوں نے
پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے نماز جنازہ کی درخواست کی آپنے پوچھا

ل؎ کھانے کے خود حاجت مند ہیں اور آپ نہیں کھاتے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں
کہ ہم تمکو خدا کے لئے کھلاتے ہیں تم سے بدلہ یا شکر گذاری درکار نہیں ۱۲

هل علی صاحبکم دین قالوا نعم قال هل ترک من وفاء قالوا لا - قال فصلوا علی صاحبکم - قال علی بن ابی طالب علیّ دینه یا رسول الله فتقدم فصلی علیه - اس صورت میں ایک مرا ہوا مسلمان نماز پیغمبر کی برکت سے محروم رہا جاتا تھا - حضرت علیؓ سے اسکا حال نہ دیکھا گیا اور اسکا سارا قرضہ اپنے اوپر اوٹ لیا - تو وہ زندہ مسلمانوں کی ایذا کو کیوں برداشت کرنے لگے تھے - سیر کی کتابوں میں یہ بھی نظر سے گزرا ہے کہ حضرت علیؓ کے اپنے عزیز - یہاں تک کہ اون کے بھائی عقیل ان سے ناخوش رہتے تھے اسلئے کہ حضرت علیؓ ان کے دینے میں مضائقہ کرتے تھے -

ایسا ہی معاملہ حضرت عمرؓ کو بھی پیش آیا تھا کہ اسامہ بن زید کو زیادہ ملا - تو عبد اللہ بن عمر نے باپ سے گلہ کیا - حضرت عمر نے فرمایا کہ تم اور اسامہ برابر نہیں ہو سکتے - مجھکو معلوم ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کے باپ کو تمہارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے - حقیقت میں ان لوگوں کے کچھ عجیب حالات ہیں - حضرت عثمان نے سولہ دینار حج میں صرف کئے اور بیٹے سے کہا کہ ہمنے بیت المال کا روپیہ زیادہ اوٹھایا - حضرت عمر کی خلافت اور سولہ دینار کا خرچ - اور اوسپر افسوس -

حضرت ابوبکر کے باب میں تو پیغمبر صاحب پکار سے فرماتے تھے کہ جسقدر ان کا روپیہ میرے کام میں آیا ہے اور کسی کا نہیں آیا ما لاحد عندنا من ید الا و قد کافیناہ ما خلا ابی بکر فان له عندنا یدا یکافیه الله بها یوم القیمة و ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر - حضرت عمر کہتے ہیں کہ ایکبار پیغمبر صاحب کو روپے کی ضرورت تھی

ف پوچھا کہ اس شخص کو کسی کا کچھ دینا ہے - لوگوں نے کہا ہاں - پوچھا کہ اداے قرض کے لئے بھی کچھ چھوڑ مرا - لوگوں نے کہا نہیں - فرمایا تو تم اسکے جنازے کی نماز پڑھ لو حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ اسکا قرض میرے ذمے - تب آپ نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۲

ف جس کسی کا ہمپر کچھ احسان تھا ہم سب کا بدلا اوتار چکے مگر ابوبکر کا ہمپر ایسا احسان ہے کہ اوسکا عوض قیامت میں اون کو خدا کے یہاں سے ملے گا اور مجھ کو کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابوبکر کے مال نے ۱۲

یعنی وہی مسلمانوں کے عام فائدے کے لئے - کیونکہ ان کے ہاں ذاتی ضرورت سے تو کچھ بحث ہی نہ تھی - خیر تو پیغمبر صاحب نے صحابہ کو جمع کرکے وعظ فرمایا - حضرت عمر کہتے ہیں میں تو اپنا آدھا مال لا حاضر کیا اور پیغمبر صاحب سے کہہ بھی دیا اور دل میں سمجھا کہ آج حضرت ابوبکر سے میں ضرور بازی لے جاؤنگا - دینگے تو وہ بھی ضرور - مگر شاید آدھا نہ دے سکیں - اتنے میں حضرت ابوبکر بھی اپنا چندہ لئے ہوئے آ پہونچے - پیغمبر صاحب نے مجھ سے بھی پوچھا تھا ما ابقیت لاھلك[1] تو میں نے عرض کر دیا تھا مثلہ[2] حضرت ابوبکر سے پوچھا - تو انہوں نے کہا ابقیت لھم اللہ ورسولہ[3] اسکے بعد سے ابوبکرؓ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ بند اور تکموں کی جگہ کانٹے اور تنکے لگائے پھرتے ہیں اور اسی سے لوگ اُن کو ذوالخلال کہنے لگے تھے - اگر کسی کو چندہ کی مقدار پر گھمنڈ ہو تو ان بزرگوں میں مقدور والے خدا کے فضل سے اسمیں بھی کسی سے ہیٹے نہ تھے السابقون عبدالرحمن بن عوف غزوہ تبوک میں نہ جا سکے اسکے کفارے میں ستر ہزار دینار خدا کی راہ میں صرف کئے - ایک بار پانسو اونٹ اور پانسو گھوڑے خیرات کر دیئے - یہ حضرت عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں - اس بشارت کی خوشی میں قافلے کا قافلہ جو شام سے اِن کا مال تجارت لا رہا تھا سب خیرات کر دیا حکیم بن حزام نے سو غلام عرفے کے دن آزاد کئے - جن کے گلے میں چاندی کے طوق تھے اور طوق پر کندہ تھا عتقاء اللہ[4] - ساٹھ ہزار کو معاویہ کے ہاتھ رہنے کا مکان بیچکر سارا زر ثمن خیرات کیا - کمال تو ابوطلحہ انصاری نے کیا کہ پیغمبر صاحب پاس کوئی سائل آیا - حضرت نے پہلے ازواج طاہرات سے کہلا بھیجا کہ کچھ ہو تو دو - سب سے جواب صاف ملا - آخر پیغمبر صاحب نے حاضرین سے فرمایا - کیوں بھائی تم میں سے کسی کو ہمت ہے کہ اس غریب کو ایک رات مہمان رکھے - ابوطلحہ بولے حضرت ! میرے ساتھ کر دیجئے

---

[1] تم نے اپنے اہل و عیال کے لئے کتنا باقی رکھا ۱۲

[2] جتنا حاضر لایا ہوں اتنی ہی قدر اہل و عیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں ۱۲

[3] میں نے اللہ رسول کے سوا اہل و عیال کے لئے کچھ نہیں چھوڑا ۱۲

[4] خدا کی راہ میں آزاد کئے ہوئے ۱۲

مہمان کو لوٹے تھے گئے - گھر پہونچکر معلوم ہوا کہ وہاں بھی صفایا ہے - اور کچھ بھی بھی تو اتنا کہ بچوں کا پوٹ پورا ہو - آخر اس کے سوا اور کچھ ذکر تے بن پڑا کہ بی بی سے کہا کہ بچوں کو توکسی طرح بہلا پھسلا کر سویرے سے سلا دو - کھانے کا وقت آئے تو کسی حیلے سے چراغ گل کر دینا - میں خالی موں نہہ چلاتا رہوں گا - مہمان کا پیٹ بھر جائیگا - ایسا ہی ہوا اسی واقعہ کو مفسرین نے[1] آیت ویوثرون علی انفسہم ولوکان بھم خصاصہ کا شان نزول بتایا ہے - ابتک ہمنے شخصی مثالیں بیان کی ہیں - یہی حال بھا گروہ کا گروہ سے اور قوم کا قوم سے - مثلاً جب مہاجرین مدینہ میں آرہے تو انصار نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے بھائی مہاجر محض بے سرو سامان ہیں - آپ ہمارے اموال میں اون کا برابر کا حصہ لگا دیجئے - حضرت نے فرمایا تمہارا یہی احسان بہت ہے کہ تم ہمسے کام نہیں لیتے اور خرچ سے ہماری مدد کرتے ہو - پھر جب بنی نضیر کی غنیمت اٹھ لگی تو پیغمبر صاحب کو انصار کی وہ بات یاد تھی - آپ نے انصار سے کہا کہ اب کہو تو غنیمت میں تمہارا حصہ لگاکر مہاجرین کو تمہارے اموال میں بھی شریک کر دوں - یا غنیمت صرف مہاجرین کے لئے رہنے دو کہ ان کو ضرورت ہے - تمام انصار نے ایک زبان ہوکر عرض کیا کہ غنیمت صرف مہاجرین کو دیجئے - ہمکو اسکی خواہش نہیں اور اپنے مال میں مہاجرین کے شریک کرنے سے ہم پہلے بھی راضی تھے اب بھی راضی ہیں -

پھر حنین کی لڑائی کے جو فتح مکہ کے تھوڑے ہی دنوں پیچھے ہوئی - جب ہوازن اور ثقیف کی لوٹ تقسیم ہونے لگی - تو حضرت نے قریش کو خوب ہی کھولکر دیا - بعض انصار کے موں نہہ سے یہ بات نکلی کہ ہنوز ہماری تلواروں سے قریش کے خون پڑے ٹپک رہے ہیں اور ان ہی کو بہت دیا جاتا ہے - حضرت کو خبر پہونچی تو آپ نے انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ میں نے ایسا ایسا سنا ہے - سو تمکو معلوم ہے کہ میں مصلحت وقت سمجھ کر بعض اوقات نااہل کو بھی دیتا ہوں - کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ لوگوں کو مال ملے اور تمکو خدا اور خدا کا رسول - انصار نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض نوجوان آدمیوں کے موں نہہ سے

---

[1] اپنے تئیں حاجت ہی کیوں نہوں دوسروں کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں ۱۲

ایسی بیجا بات نکلی تو بھی مگر ہم میں سے جو صاحب الرائے ہیں اون کو مطلق شکایت نہیں اور ہم خدا اور خدا کے رسول سے راضی ہیں - ہمکو مال و دولت کچھ درکار نہیں - ہم اسی کو بڑی دولت سمجھتے ہیں کہ آپ کے قدم ہمارے سروں پر رہیں - ان چند باتوں سے جو میننے بیان کیں ظاہر ہوگیا ہوگا کہ قرون اولی کے مسلمان کس رنگ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیرخواہی کرتے تھے - ہم میں بھی خیرخواہان دین ہیں - خیرخواہان قوم ہیں - اور یہ عمارت یہ کارخانہ جسمیں ہم لوگ اسوقت موجود ہیں اس خیرخواہی کا ثبوت مرئی ہے - لیکن گفتگو اس میں ہے کہ آیا یہ خیرخواہی اور اس رنگ کی خیرخواہی مسلمانوں کی ضرورت کو کافی ہے یا نہیں - میرا کہنا یہی ہے کہ ہرگز کافی نہیں - اب تو جان جوکھوں کا کچھ بھی کام نہیں - صرف روپے کا خرچ ہے - سو اسطرح پر سہک سہک کر خرچ کرنے سے نہ اب تک کچھ ہوا اور نہ آیندہ کچھ ہوسکے گا - کرنا ہے تو پورا کام کرو - ادھورا کام ہوا نہ ہوا برابر - عربی - فارسی - میں تو کچھ اثر نہیں - اب جو چلتا ہوا مثل انگریزی کا ہے سو انگریزی شاعر کہتا ہے ؎[5]

آل دیٹ یو ڈو - ڈو - وتھ یور مائٹ -

تھنگز ڈن بائی ہاف آر نیور ڈن رائٹ -

ذرا سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں مسلمانوں کو کوئی حکم دیا گیا - ہر زمانے کے مسلمان مکلف اور مخاطب ہیں یا صرف وہی لوگ جو پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمعصر تھے - اگر احکام الٰہی اسی زمانے کے لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوں تو ہم سب چھوٹے - مگر میننے تو کسی نیچری مسلمان کو بھی یہ کہتے نہیں سنا - سب باتیں وہی ہیں - کسی بات میں سرمو فرق نہیں - اور ہونا ممکن بھی نہیں - وہی خدا ہے - وہی قرآن ہے - وہی احکام ہیں - وہی اون کا عموم ہے - ہاں ایک بات کا فرق ضرور ہے کہ ویسے مسلمان نہیں - اونہوں نے اسلام کو دیکھا ضعیف - محتاج امداد - محتاج حمایت - اور جان و مال کو اوسکی مدد کو ہل پڑے آپ فاقے کئے اور دوسروں کے پیٹ بھرے - ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - بھوکے بچوں کو تھپک تھپک کر سلایا اور مہمان کو

---

[5] جو کچھ کرنا ہے بمقدور کرو - ادھورے کام کبھی ٹھیک نہیں ہوتے - ۱۲

کہلایا - ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - مسلمان وقت پر کر
پیوند لگاتے - موٹا جھوٹا پہنا تاکہ جو کوڑی بچے - دوسرے مسلمانوں کے کام آئے - ہم میں
بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے نہیں - کبھی نہیں - کسی نے آدھا اور کسی نے سارا
مال ایک دم سے خدا کی راہ میں دے دیا - ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے
نہیں - کبھی نہیں - بے سروسامان بھائیوں کی مددجوئی ہوئی - اون کو آدھا دل بانٹ
دینے کے لئے اصرار کرتے رہے - ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا ؟ کسی نے نہیں
کبھی نہیں -

حضرت کے چچا حمزہ بن مطلب اور مصعب بن عمر کو پورا کفن تک نہ ملا - یہاں تک کہ چادر
موہنہ پر ڈھانک کر پیروں پر گھاس ڈالدی گئی - اور یہ اون مصعب کا مذکور ہے - جنکی
نسبت خود صاحب نے فرمایا کہ میں نے دو دو سو درہم کا حلہ پہنے اپنی آنکھ سے اونکو دیکھا ہے
ہم میں سے بھی کبھی کسی نے کسی مسلمان کو اس بے سامانی کے ساتھ دفن ہوتے دیکھا ؟
کسی نے نہیں - کبھی نہیں - حضرت ابوبکر کی طرح ٹکے اور کانٹے لگاتا تو اون ہی کا کام
تھا - ہم میں سے کسی نے چینی کے بٹنوں پر بھی کبھی قناعت کی ہے ؟ کسی نے نہیں -
کبھی نہیں - خلاصہ یہ کہ ہم میں سے بھی کبھی کسی نے عام مسلمانوں کو اپنے نفس اور اہل و
عیال اور عزیزوں پر ترجیح دی ہے جس کا دوسرا نام ایثار ہے ؟ کسی نے نہیں -
کبھی نہیں - **قطعہ**

خسرو سے خواستگاری شیریں میں کوہکن — بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس موہنہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشقباز — اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

شاعر نے تو کہا ہے ع

"اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا"

اور میں کہتا ہوں ع

"اے روسیاہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا"

بس یا تو اپنا استثنا دکھاؤ یا اسلام - اور خیرخواہی اسلام کے دعوے سے ہاتھ اٹھاؤ - یا

گذشتہ را صلوات - خیر جو ہوگیا سو ہوگیا - اب اسکی تلافی کرو - سید احمد خان تو میرے
لکچر کے سننے والوں میں نہ ہوتے تو بہتر تھا - مجھکو چار و ناچار اون کا تذکرہ کرنا پڑتا ہے - اور
ان کے بر رو انکی مدح کرنا خود مجھکو ناگوار ہوتا ہے - ان کو مجھسے بھی زیادہ ناگوار ہوتا ہوگا - مگر
یہ میرے اختیار کی بات نہیں - ایک شخص کو دیکھتا ہوں اور صرف میں دیکھتا ہوں - بلکہ
سارا زمانہ دیکھ رہا ہے کہ مسلمانوں کے پیچھے اپنی جان کھپائے چلا جاتا ہے - کیونکر ممکن ہے
کہ مسلمانوں پر لکچر دوں - اور سید احمد خان کا نام نہ لوں - بس ایک اس شخص کی دلسوزی
تو اگلے لوگوں کی دلسوزی سے الگ بھگ معلوم ہوتی ہے - باقی یوں کہنے کو تو ہم
سب مسلمان ہیں - سبھی اسلام کے خیر خواہ ہیں - اور اپنے مقدور کے موافق سبھی
کرتے ہونگے ؎

اے ذوق کسکو چشم حقارت سے دیکھئے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

سید احمد خان کے ظاہر حال سے دھوکا ہوسکتا ہے کہ اونچے درجے کے انگریزوں کی طرح
عندیہ جو کرتے ہیں - گو رفروں کو ہمان رکھتے ہیں - ان کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہیں - تو بہ تو بہ
زبان آخر تو چمڑے کی ہے - اسوقت کیا بہکی ہے - ہم پیالہ نہیں صرف ہم نوالہ - ایک
بدگمان آدمی کو یہ کہدینا - اور نہ صرف کہدینا - بلکہ اون لوگوں کو جو حقیقت الحال سے
آگاہ نہیں - یقین کرا دینا کیا مشکل ہے کہ انکی ساری خیر خواہی اسی میں منحصر ہے - کہ لوگوں
کی جیبیں ٹٹولتے پھرتے ہیں اور اسکا کریڈٹ آپ لیتے ہیں - حلوائی کی دکان پر دادا
جی کا فاتحہ - لیکن جسکے دل میں ایسا واہمہ گذرے اوسکو اس بات پر بھی نظر کرنی چاہیئے
کہ سید کو چار و ناچار فیلبانوں کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہے - اور وہ بڑی پھاٹک
کے بدون بچہ نہیں سکتی ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی
یا بنا کن خانہ بر بالائے پیل

اگرچہ انگریزوں کی طرح کی ہائی لائف (اونچی شاندار زندگی) نہ رکھیں - تو کوئی اعلیٰ درجے کا

انگریز یا اعلیٰ درجہ کا نیٹو (ہندوستانی) جن بیچاروں سے ع
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

انگریزی عملداری سے انتہا ہی فائدہ اٹھایا ہے - کہ انگلش ہیٹس (اوضاع انگریزی) کا موںہہ چڑانے لگے ہیں - ایسے لوگوں میں سے کوئی انکی طرف رخ کرے - رخ کرنا کیا اپنی اسپیشل ٹرینوں کے علیگڈہ اسٹیشن میں ٹھہرنے کے بھی توروادار نہوں - اور ایسی موٹی اسامیاں دام میں نہ آئیں تو چندے کی بھاری بھاری رقمیں کن سے ہاتھ لگیں - یہ ہے رلم - سرسید کی فوق الطبرک زندگی کی - اگر اوسکو فوق الطبرک کہنا درست ہو - مجھکو حقیقت میں معلوم نہیں کہ سید احمد خان نے اپنی جیب خاص سے کیا خرچ کیا - لیکن چونکہ ان کا عداد اغنیا میں نہیں ہے ان کی قومی ہمدردی کا اندازہ چندے کی مقدار سے کرنا بے انصافی ہے - جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی چندے کی ضرورت ہوئی تو مقدرت والوں نے دینار و درم کی تھیلیاں لا کر اولٹ دیں - ایک بے مقدور صحابی تھے انکا دست رس یہیں تک تھا کہ چند مٹھی کھجوریں جو اون کو میسر آئیں لا حاضر کیں - لیکن ان لوگوں نے جو دل سے نہیں بلکہ چندے کی مقدار سے دلی ہمدردی کی جانچ کرتے تھے ہنسی اوڑائی - اللہ میاں کو ان کی ہنسی نکلوڑی لگی کہ بڑے غصے کی ایک آیت نازل ہوئی[ل] الذین یلمزون المطوعین من المومنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جہدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم - پس سید احمد خان کی قومی ہمدردی کا موازنہ کرنا چاہئے اس سے کہ اونہوں نے اپنے جسم اور دل اور دماغ اور آرام کو جنکے اس عمر میں سبھی سخت حاجتمند ہو کرتے ہیں اور یہی ہیں قوم کے نذر کر دیا - کیا مال ان چیزوں سے بھی زیادہ عزیز ہو سکتا ہے - پس ضرور بقدر دسترس اوسکے خرچ کرنے میں بھی اونہوں نے دریغ نہیں کیا ہوگا - اونہوں نے دلسوز وفادار - اور نمک حلال غلاموں کی طرح قوم کی چند در چند خدمتیں کیں - میں یہاں تک بھی

[ل] خیرات کرنیوالے مسلمان جنکو اپنی محنت کی کمائی سے زیادہ کا مقدور نہیں جو لوگ ایسے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن وتمسخر کریں انکے ساتھ تمسخر کرتا ہے اور اونکو دکھکی مار ہے ۱۲

ان کی بہت قدر نہیں کرتا - جس چیز کی سب سے زیادہ وقعت میرے ذہن میں ہے یہ ہے کہ قوم منت پذیر نہیں ہوئی (افسوس) اور یہ شخص اوسی خوشدلی اور اوسی سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہوا ہے -

آج سرسید کی یہ وقعت کا ہندوستان میں ایسا سکہ بیٹھا ہوا ہے کہ انگریزی سرکار میں گنجایش نہیں تو ہندوستانی سرکاروں میں ہزاروں کی نوکری انکی جوتیوں سے لگی پڑی تھی - مگر اونہوں نے اپنی ذہن کے آگے ان باتوں کا خیال بھی نہ کیا ہوگا - یہ وہ خیر خواہیاں ہیں کہ روپیہ تو ایک بے حقیقت سی چیز ہے جواہرات بھی انکا مول نہیں ہوسکتی - سرسید میں ہم اسبات کا ثبوت پاتے ہیں کہ جس چیز کی مسلمانوں کو ضرورت ہے وہ سچی ہمدردی ہے مقدور ہو نہ ہو - ہمکو دینے والے درکار نہیں بلکہ درکار ہیں لینے والے - لینے والے ہوں گے تو وہ دینے والے آپ پیدا کرلیں گے - جن لوگوں نے علیگڈہ کالج میں چندہ دیا اون کا دینا ایک حسنہ ہے - اور سید احمد خان کہیں داعی الی الخیر ہوئے کہیں دال علی الخیر کہیں قائد الی الخیر کہیں سائق الی الخیر پس اون کے یہ مزید حسنات ہیں - اور سرسید مسلمانوں کے لئے خیر محض - اسلام کو جو ترقی ہوئی تھی - وہ بھی مفلس ہی مسلمانوں کی کوشش سے ہوئی تھی - پس جسکو خدا توفیق دے اور اوس کے دل میں مسلمانوں کی امداد کا داعیہ پیدا ہو چاہیئے کہ متوکلاً علی اللہ اوٹھ کھڑا ہو اور نئے ساماں کی طرف سے ذرا بھی پس و پیش نہ کرے - ارادہ ہی کافی سامان ہے - بشرطیکہ پکا ہو کیا خوب کہا ہے صمّم العزم فی المہمات جدًا[۱] - قل ما خاب صادق العزمات

ایک بات میرے دل میں دیر سے کھٹک رہی ہے - اور میں اوسکو ٹالتا چلا جاتا ہوں - مگر کب تک -؟ اور اوسکو لگا رکھوں تو کس دن کے لئے - وہ یہ کہ قرآن میں جگہ جگہ جہاد کی مدح ہے - تاکید ہے - مجاہدین کے لئے بشارتیں ہیں مواعید ہیں اور اوسکو افضل الاعمال فرمایا ہے - آیا جہاد سے وہ لڑائی مراد ہے جسمیں خون نکل آتا ہے جس میں سر پھوٹتے ہیں - اور ہڈیاں ٹوٹتی ہیں - اور یہ سند ہے کہ آدمی مارا جاتا ہے تو اسکے افضل الاعمال

---

[۱] مشکل باتوں کا عزم کرو تو تصمیم کے ساتھ کرو کیسے ارادے کا آدمی کمتر ناکام رہتا ہے ۱۲

ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر اس صورت میں وہ فرض موقت ہوگا۔ یعنی اسکی ضرورت واقع ہوگی فی وقت دون وقت لیکن الفاظ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز روزے کی طرح جہاد بھی حکم مستمر اور متجدد ہے اور ایک حدیث اس طرح کی بھی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ رجعنا[1] من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر اور مسلم ہے کہ جہاد اکبر سے مراد تزکیہ نفوس ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاد کا اطلاق صرف لڑائی بھڑائی اور مار کٹائی پر نہیں۔ بلکہ ہر عمل خیر جسمیں جہد و مشقت ہو داخل جہاد ہے۔ ہم اپنے محاورے میں ہاتھ دھو کر ایک کام کے پیچھے پڑنے کو جان کا لڑا دینا بولتے ہیں۔ پس اگر مثلاً یجاھدون فی سبیل اللہ بانفسہم کا ترجمہ کیا جائے کہ خدا کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیتے ہیں تو میرے نزدیک زیادہ روبصحت ہوگا۔ بیشک ایک وہ وقت تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ منحصر اور متعین تھا لڑائی میں لیکن اب مسلمانوں کی بہتری اسی میں ہے کہ اہل یورپ کے علوم کو تکمیل کے ساتھ حاصل کریں۔ اور ہمارے زمانے کا جہاد یہی ہے کہ جس طرح بن پڑے مسلمانوں کو تعلیم دی جائے میں جانتا ہوں کہ آجکل کے مولوی اس تفسیر کو سنکر کان کھڑے کریں گے۔ مگر میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ نہ خوف سے اور نہ خوشامد سے بلکہ دیانت سے میں انگریزی عملداری کو خاصکر مسلمانوں کے حق میں بڑا ہی احسان الٰہی سمجھتا ہوں۔ مسلمانوں کو اپنی عملداری میں بھی وہ امن اور آزادی نصیب نہیں جو ہم مسلمانان ہند کو امپریس وکٹوریا کے ظل حمایت میں ہے۔

جو لوگ اسلام کے معتقد نہیں اکثر ناواقفیت سے اور بعض ضد سے اسلام پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ مگر غدر اور بدعہدی کی اسلام میں اس سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی جھوٹوں بھی ایسا الزام نہیں لگا سکتا۔ خدا (مسلمانوں کا خدا) کیسے صاف لفظوں میں پکار رہا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود[2]۔ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا۔

[1] ہم تھوڑے جہاد سے واپس کر بڑے جہاد کی طرف متوجہ ہوئے ۱۲ [2] اے ایماندارو عہد و پیمان کو پورا کرو۔ جب عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کرنیوالے۔ عہد کو پورا کرو کیونکہ اسکی پرسش ہونیوالی ہے۔ امن کے بعد زمین میں فساد مت پھیلاؤ ۱۲

اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا - لا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها
خیرہ تو لکھنے اور کہنے کے احکام ہیں - اب دیکھو اون کی تعمیل - کہ پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حسب تقاضائے مصلحت وقت حدیبیہ کی صلح دب کر کی تھی - اوسمیں
شرط یہ ٹھیری تھی کہ دوران صلح اگر مکے والوں میں کا کوئی شخص بھاگ کر پیغمبر صاحب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلا جائے تو پیغمبر صاحب اوسکو واپس کردیں اور اگر پیغمبر صاحب
کا آدمی بھاگ کر مکے والوں میں جا ملے تو خیر - صلحنامہ پر دستخط ہو ہی رہے تھے کہ اتنے میں
سہیل کا بیٹا ابوجندل جسکو باپ نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا
گرتا پڑتا پیغمبر صاحب پاس حاضر ہوا - اوسکو دیکھکر صحابہ کے تیور بدلے - اور پیغمبر صاحب
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ملال تو بہتیرا ہی ہوا مگر صلح کر چکے تھے صاف کہدیا کہ بھائی جا -
صبر کر - میں تو بدعہدی نہیں کرونگا -

اسی طرح سے ابوبصیر مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں آئے - جوں ہی پیغمبر صاحب نے انکو دیکھا
فرمایا - ویل امه مسعر حرب [1] اور بے تامل انکو اون دو آدمیوں کے حوالہ کردیا - جو انکو
پکڑنے آئے تھے ایک بڑی ہی عمدہ حدیث ہے کہ پیغمبر صاحب نے اپنے وقت کے
سلاطین کو دعوت اسلام کے خط لکھے - ایک خط روم کے ہرقل کے نام بھی تھا وہ جو اوسکو
ملا تو اوسنے دریافت کیا کہ دیکھو مکے کے لوگ تجارت کے لئے اکثر آیا کرتے ہیں اگر ہوں
تو اون کو حاضر کرو - چنانچہ سارے قافلے کو ہرقل پاس لے گئے اون میں ابوسفیان بھی تھے
جو اوس وقت تک پیغمبر صاحب کے بڑے مخالف تھے - ہرقل نے ان لوگوں سے پیغمبر صاحب کے
جزو کل حالات پوچھے - اون میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ اس شخص نے یعنی پیغمبر
صاحب نے کبھی بدعہدی بھی کی ہے - ابوسفیان کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کی مخالفت کی
وجہ سے کئی بار میرے دل میں آیا کہ جھوٹ کہہ دوں - مگر ساتھ والوں کے ڈر سے نہ کہہ
سکا - جب ہرقل نے پوچھا کہ کبھی بدعہدی بھی کی ہے تو آخر میں اتنی بات کہہ ہی گذرا کہ ابتک
تو نہیں کی - آگے کی خبر نہیں -

[1] اسکا برا ہو لڑائی کی آگ بھڑکانے والا آیا ۱۲

پیغمبر صاحب کو تو عہد کے نباہ کا یہاں تک خیال تھا کہ ایک خطبے میں آپ نے فرمایا اوفوا[1] بحلف الجاھلیۃ فانہ یعنی الاسلام لا یزیدہ الا شدۃ معاویہ نے اہل روم سے میعادی صلح کی۔ جب میعاد قریب الانقضا ہوئی تو اونہوں نے اس ارادے سے سرحد کی طرف کوچ کرنے شروع کر دیئے کہ میعاد گذرتے ہی حملہ کر دیں۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے الله[2] اکبر الله اکبر وفاء لا غدر دیکھا تو عمرو بن عنبہ صحابی تھے۔ معاویہ نے حال پوچھا تو اونہوں نے کہا سمعت[3] رسول الله یقول من کان بینہ و بین قوم عھد فلا یحلن عھد اولا یشدنہ حتی یمضی امدہ او ینبذ الیھم علی سواء۔ یہ سنتے ہی معاویہ اولٹے لوٹ پڑے

مہاجرین اولین نے جب نجاشی کے پاس جا کر پناہ لی تو وہاں نجاشی کو ایک لڑائی پیش آ گئی۔ مسلمان تو گھبرائے کہ یہاں بھی ہماری تقدیر سے تم نے پیچھا نچھوڑا ع

بھر زمین کہ رسیدیم آسمان پیداست

کمریں باندھ باندھ نجاشی کے ساتھ ہو لئے اور اوسکی فتح کے لئے دعائیں مانگنے لگے۔ سو الگ ایسے احکام اور ایسی مثالوں کے ہوتے ہوئے ہول[4] برٹش انڈیا میں کبھی کوئی مسلمان اوس جہاد کا خیال کر ہی نہیں سکتا۔ جسکے معنے ہیں دشمنی اور مخالفت کی لڑائی۔ ایسی لڑائی اس عملداری میں کسی بھلے آدمی کا شیوہ نہیں اور نہ اسکو عقل جائز رکھے اور نہ مذہب۔ مگر ہاں۔ (کوئی پولیس کا آدمی تو ادھر اودھر نہیں لگا ہے) گورنمنٹ سے تو نہیں۔ اہل یورپ کے ساتھ علمی مورچہ لینے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔ کمبخت مسلمان ہمت ہی نہیں کرتے۔

---

[1] زمان جاہلیت کے عہد و پیمان کو نباہو کیونکہ اسلام کی وجہ سے اوسکو اور قوت ہو گئی ہے ۱۲

[2] الله بہت بڑا ہے الله بہت بڑا ہے عہد کا نباہ چاہئے نہ بدعہدی ۱۲

[3] میں نے رسول خدا صلے الله علیہ و آلہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کے ساتھ عہد و پیمان رکھتا ہو تو اوسکو تا انقضاے مدت کمی بیشی نکرے یا اون کے ساتھ معاملہ بمساوات کرے ۱۲

[4] تمام ہندوستان ۱۲

سے مینے مضمون ایسا وسیع اختیار کیا کہ اگر میں وعظ کہتا ہوتا تو زیادہ نہیں تاہم ایک برس تو خاصا گھسیٹ لیجاتا میرا دماغ نہیں تھکا - آواز نہیں تھکی - مگر کھڑے کھڑے ٹانگیں تھک گئی ہیں - اور مستمعین بھی ملول ہوگئے ہونگے - میں مسلمانوں کے مورلز پر کچھ ریمارکس کرنیکو تھا مگر وہ بھی دیر طلب کام ہے - تو میں اپنے لکچر کو ختم کئے دیتا ہوں - مگر چلتے چلتے ایک آیت تو اور سنو - اسکا ایک ایک حرف ہم پر منطبق ہے گویا ہم ہی اسکے شان نزول ہیں[1] ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ واللہ الغنی وانتم الفقراء - وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم -

اس آیت میں دو باتیں "سیر پیں توش" سننے کی ہیں ایک تو یہ ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ یعنی جو کوئی بخل کرے تو یہ نہ سمجھے کہ دوسرے محروم رہے نہیں وہ خود محروم رہا - کیونکہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتا اوسکا فائدہ اوسی کو پہونچتا - اس سے ہماری عام غلطی کی اصلاح ہوتی ہے کہ لوگ خدا کی راہ میں دینے اور لینے والے یا دلوانے والے پر احسان رکھتے اور نہیں سمجھتے کہ خدا کی راہ میں دینا عین اپنے تئیں دینا ہے - دوسری دھمکی ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم خدا اور اوسکی عظمت اور شان اور قدرت کو جاننے پہچاننے والے کے دل پر ویسا ہی اثر کریگی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے[2] لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ مگر ویسے دل میں نہ ویسا ایمان ہے ؎

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ایک دل بدارہ بن اوفی تابعی قاضی بصرہ کا تھا کہ نماز میں[3] فاذا نقر فی الناقور پڑھا بے اختیار

---

[1] دیکھو تم ہی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو - تو کوئی کوئی تم میں سے بخل کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے تو وہ اپنے حق میں بخل کرتا ہے - اور اللہ بے نیاز ہے اور تم حاجتمند ہو اور اگر نہ مانوگے تو تمہارے بدلے دوسرے لوگ لے آئیگا تو وہ تم جیسے ہونے کے بھی نہیں ۱۲

[2] اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کیا ہوتا تو وہ خدا کے خوف سے جھک گیا ہوتا پھٹ گیا ہوتا ۱۲

[3] جب پھونکا جاسے صور ۱۲

چیخ نکلے اور چیخ کے ساتھ روح پرواز کر گئی اب فاذا نقر فی الناقور کے معنی کون سمجھتا ہے
اور سمجھتا تو اوسکا یقین کون کرتا۔ سمجھنے والے تو ان فکروں میں پڑے ہوئے ہیں کہ عرصۂ محشر
نہوا کوئی فوج کا پڑاؤ ہوا۔ پس ناقور سے ایسکے اصلی معنی مراد ہو نہیں سکتے۔ اسد میاں جی کہتے ہونگے
کہ عجب کٹھ حجت بندوں سے معاملہ پڑا ہے۔ کمبختوں نے قرآن کو ابن حاجب کا کافیہ بنا دیا ہے
کہ لفظ موہنہ سے نکلا اور اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی۔ اس طرح کے شبہات کا دل میں خطور
کرنا بڑے خطر کی بات ہی۔ یہ نشان ہے اس بات کا کہ طبیعت دین کی باتوں کے قبول کرنے
سے ابا کرتی ہے فمن یرد الله[له] ان یھدیه یشرح صدره للاسلام ومن یرد ان
یضله یجعل صدره ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء (لکچرار نے کالج کے لڑکوں کی
طرف نظر کی جو ہال کے دونوں طرف اونچی گیلری پر جمع تھے اور خوب قہقہہ اوڑا) بیشک
انسان کو جتنی قوتیں جسمانی اور دماغی دی گئی ہیں کسی مصلحت سے دی گئی ہیں۔ ان میں سے
کسی قوت کا مہمل اور معطل رکھنا داخل رہبانیت ہے ولا رھبانیة فی الاسلام مگر اعتدال
شرط ہے۔ ضرور عقل بھی ایک قوت ہے اور بڑی کارآمد قوت ہے مگر اسکی رسائی کی بھی ایک حد
ہے اسکو اسکی حد سے باہر لیجانا کہ پڑتی ہے اور یہی وہ عیب ہے جس سے تنگی طبیعت کا آدمی محفوظ
نہیں رہ سکتا۔ جتنا علم اسوقت دنیا میں ہے ازمنۂ ماضیہ کے علوم سے کتنا ہی زیادہ کیوں نہو
پھر بھی قاصر و محدود ہے وما[۲] اوتیتم من العلم الا قلیلا تو جو شخص دین کی ہر ایک بات کو اپنی
عقل کی گرفت میں لانیکی کوشش کرتا ہو وہ اوس کھٹکے ٹٹ پونجیئے پنساری سے زیادہ [illegible] نہیں
ہو سکتا جو اپنی کوٹلی سے ساری قرابادین کی دوائیں مہیا کر دینے کا ادعا کرے ۔
اگر عقل انسانی میں اتنی وسعت ہوتی کہ وہ تمام اسرار حکمت الٰہی پر حاوی ہو اور اون باتوں میں جو
بعد مرگ پیش آنیوالی ہیں۔ رائے زنی کر سکتی تو دین کا سلسلہ ہی درہم برہم ہو جاتا اور وہی
عقل لوگوں کی ہدایت کو کفایت کرتی تحقیقات کا جو طریقہ ہمارے نوجوان انگریزی خوان مسلمان

له جسکو خدا ہدایت دینی چاہتا ہو اسلام کے لئے اوسکو سینے کو کہولدیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہو تو اوسکے
سینے کو تنگ رکا ہوا کر دیتا ہے جیسے اوسکو کوئی آسمان میں لئے چلا جارہا ہو ۱۲

۲ علم تو تمکو دیا گیا ہے کم ہی سا ۱۲

ہمارا علی (لکچرار) نے کالج کے طلبہ کی طرف پھر بسرا اٹھا کر دیکھا) پسند کرتے ہیں اسکا ایک پہلو بہت ہی زبون ہے - کہ جب ہم ہر ایک مسئلے کو عقل کی روشنی سے دیکھیں اور کسی بات میں قصور فہم کا اعتراف نہ کریں اور جو امر اپنی سمجھ سے بالاتر پائیں اوسے جھٹلائیں[1] بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ یا اوسکی تاویل کے درپے ہوں تو حقیقت میں ہم مخبر صادق پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ ایمان لاتے ہیں اپنی عقل پر اور بس - یہ بیان منجر ہوتا ہے ایک بہت بڑی بحث کی طرف جسکے لئے وقت مساعد نہیں - بات یہ ہے کہ میری مت کسی سے نہیں ملتی - نہ اولڈ سکول (پرانے خیالات) والوں کی طرح میں ذرا ایک ویوز (کوتاہ نظر) رکھتا ہوں نہ نیچریوں کی سی بلند پروازی - جب سرسید نے مجھکو لکھا کہ تجھکو مسلمانوں پر لکچر دینا ہوگا - تو میں نے اپنے ان ہی خیالات کی وجہ سے فی اول الوہلہ چاہا تھا کہ عذر کروں پھر میں نے سمجھا کہ سرسید تو نہیں مگر شاید کسیکو ایسا گمان ہو کہ لاہور کی کانفرنس میں جو ذرا تعریف ہوگئی تھی تو شیخی میں آگیا ہے - بلاتے ہیں تو بوڑھے نخرے کرتا ہے - اس سوء ظنہ کے دفع کرنے کو میں بے عذر آموجود ہوا - اگر آج کے لکچر نے کوئی خاص اثر پیدا کیا تو واہ رے میں - ورنہ مجھہ کو تو اس مضمون پر کوئی حرف موںہہ سے نکالتے ہوئے پھر سنوگے نہیں یہ ظرف خدا نے سرسید ہی کو دیا ہے ع

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے مے کنم

---

[1] جو سمجھ میں نہ آیا لگے اُس کو جھٹلانے *

لکچر نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اثبات اصول اسلام

جو جناب ممدوح نے

انجمن حمایت اسلام لاہور

کے پانچویں سالانہ جلسے پر ۲۵ فروری سنہ ۱۸۹۰ء کی شام کو ہزارہا آدمیوں کے مجمع میں (جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے) خدا کی ہستی۔ توحید۔ اور عبادت۔ رسالت۔ اور ختم رسالت کا ثبوت عقلی دلایل سے دیا

میں اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں۔ اگرچہ دہلی (ہائے دہلی) جو سیکڑوں برس تمام عالم کا دار السلطنت خلائق اور حاجات خلائق کا مرجع لیاقت اور کمالات کا مرکز۔ حکومت اور دولت کا منبع رہی۔ اب مضافات لاہور میں ہے مگر دہلی والے تو کیوں اپنے تئیں پنجابی سمجھنے لگے۔ پنجابی بھی انکو پنجابی نہیں سمجھتے اور وہ پنجابی ہیں بھی نہیں اور ہو سکتے بھی نہیں۔

جغرافیہ کی رو سے دہلی اور پنجاب کے مواقع مختلف۔ دونوں کے باشندوں کی

زبان مختلف - وضع مختلف - خیر تو غرض یہ ہے کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں۔ اور اس بات کو میں اس غرض سے ظاہر نہیں کرتا کہ خدانخواستہ میں پنجاب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں - نہیں بلکہ ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہے۔

مجھ کو اس موقعہ پر میر تقی صاحب کی ایک حکایت یاد آئی کہ شاہ عالم کے زمانے میں جب دربار دہلی اسقدر بے مقدرت ہو گیا کہ ارباب کمال جو وابستگان دامان دولت شاہی تھے روٹیوں تک کو محتاج ہو گئے تو رفتہ رفتہ سب لوگ لکھنؤ چلے گئے میر تقی صاحب تنگ مزاج سے آدمی تھے جلے تن - اور تنگ مزاجی کی وجہ سے یوں بھی دربار شاہی میں اون کی رسائی جیسی چاہئے ویسی نہ تھی - ان کی تنگ مزاجی اس حد کو پہونچی تھی کہ خود بادشاہ کے حضور میں بھی ان سے ضبط نہ ہو سکتا تھا - شاہ عالم خود شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے - ایک مرتبہ میر تقی صاحب شاہ عالم کے سلام کو گئے - تو حضور والا نے پوچھا کہ میر صاحب بعد مدت کے آپ کو دیکھا کچھ افکار تازہ سنا لیے میر صاحب نے عرض کیا کہ مجھکو فکر دہن سے ہی فرصت نہیں - فکر سخن کیا کروں - بادشاہ نے اس بات کو تو ٹالدیا اور کہا تو یہ کہا کہ بھائی میں تو صحت خانے (پاخانہ) میں جاتا ہوں تو ایک غزل کہہ لاتا ہوں - میر صاحب کو مطلب کی بات ٹا لے جانے سے جلے بھنے بیٹھے ہی تھے بے تامل بول اٹھے پھر حضور ویسے ہی سڑے ہوئے اشعار بھی ہوتے ہیں - غرض میر صاحب معاش کی طرف سے سخت مجبور ہو کر بادل ناخواستہ لکھنؤ پہونچے - سرائے میں فروکش ہوئے - سنا کہ مشاعرہ ہے - طرح دریافت کی اور عاجلانہ غزل لکھکر اپنی وضع قدیم سے شریک محفل ہوئے - نئی تراش خراش کے لکھنؤ سے لگے ان کو گھورنے اور تاڑنے - میر صاحب نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے ؎

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو	ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دلی جو ایک شہر تھا رشک بہار خلد	واں منتخب ہی رہتے تھے سب روزگار کے
اوسکو فلک نے لٹے ہار کے ویران کر دیا	ہم رہنے والے ہیں اوسی اجڑی دیار کے

تو میر تقی صاحب کو ہر چند دلی سے دل برداشتگی تھی اور وہی دل برداشتگی اونکو لکھنو لائی تھی - مگر تاہم ان کو اپنے وطن سے اُنس تھا اور ہونا چاہئے تھا - مجھکو بھی ہے اور ہونا چاہئے حبّ الوطن من الایمان -

یہ ایک حدیث ہے میں اسپر کچھ ریمارک کرنا چاہتا ہوں اگرچہ سلسلۂ سخن منقطع ہو تو ہو - اسوقت مجھ کو یہ خیال آگیا کہ بات تو ایک ہی ہوتی ہے - مگر از بسکہ عقلوں کے مدارج متفاوت ہیں ہر شخص اس سے دوسرا ہی مطلب نکالتا ہے - پست خیال دنی الہمت لوگوں کے نزدیک حب الوطن کا یہی مفہوم ہے کہ نہ گھر کی آدھی نہ باہر کی ساری - کون زحمتِ سفر اوٹھائے دیس چھوڑ کر پردیس جائے دال دلیا جو کچھ خدا نے دیا کھالیا بال بچوں میں پڑے ہے اللہ اللہ خیر صلاح - ان سے اونچے اور پاکیزہ خیال کے وہ ہیں جو حب الوطن سے مراد لیتے ہیں اہلِ وطن کی امداد و اعانت - ان کی حاجت براری - انکی خیر خواہی ان کی ہمدردی - یہاں تک تو ہم دنیا داروں کی پرواز ہے - اس سے آگے خاصانِ خدا ہیں وہ ہر ایک رنگیک بات میں سے ایسا مضمون پیدا کر لیتے ہیں کہ بس یہ اُن ہی کا حصہ ہے - اسی حبّ الوطن کے بارے میں مولانا بہاؤ الدین آملی فرماتے ہیں ؎

گنج علم ما ظہر مع ما بطن	گفت از ایمان بود حبّ الوطن
این وطن مصر و عراق و شام نیست	این وطن شہریست کانرا نام نیست
زانکہ از دنیاست این اوطان تمام	مدح دنیا کے کند خیر الانام
حبّ دنیا ہست راس ہر خطا	از خطا کے میشود ایمان عطا
تو دریں اوطان غریبی اے پسر	رو بغربت کردہ خاکت بسر

ان تینوں خیالوں میں بہ ترتیب لف و نشر حیوان و انسان و ملک کی سی نسبت ہے اور چونکہ حب الوطن من الایمان سے ظاہر ہوتا ہے - کہ ایمان ایک شئے متجزی ہے اور حب الوطن اسکا ایک جزو ہے - ہر ایماندار کو ایمان کی تکمیل کے لئے اپنا احتساب کر لینا چاہئے کہ وہ حب الوطن کی نسبت کیا خیال رکھتا ہے اور کہاں تک اس فرض کو

ادا کرتا ہے - بہرکیف یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا میں نے لکچر کو یوں شروع کیا تھا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں اور ہر شخص کو اپنا ہی وطن عزیز ہوتا ہے - مگر پنجاب میں ایک فضیلت ایسی ہے وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء جسکی وجہ سے میں پنجاب کو عزیز رکھتا ہوں - اور جب میں اس فضیلت کو بیان کروں تو میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک ہندوستانی مسلمان چاہیے وہ پنجاب سے کتنی ہی دور کا رہنے والا کیوں نہو ضرور پنجاب کو عزیز رکھیگا - وہ فضیلت یہ ہے کہ خدا کا سچا دین یعنی اسلام اسی پنجاب کی راہ سے ہوکر ہندوستان میں داخل ہوا اور اسی راہ سے داخل ہوا تو اہل پنجاب قبول اسلام میں بھی اور ہندوستانیوں سے مقدم ہوگئے وکفی بہ فخرا اس سے بھی بڑھکر ایک بات اور ہے کہ ہم مسلمانوں کی شامت اعمال سے اسلام بہت ہی ضعیف ہوگیا ہے - اب بعد مدت کچھ آثار ایسے دکھائی دینے لگے ہیں کہ یہ بیمار جسکی نفس شماری کی نوبت پہنچ چکی ہے عجب نہیں کہ بچ جائے تو اگر بچا اور انشاءاللہ بچیگا اور اگر اسکو کچھ بھی توانائی ہوئی اور انشاءاللہ ہوگی تو اے اہل پنجاب لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ اسکا بچنا اور توانائی پانا تمہاری کوشش اور تدبیر سے ہوگا - ابھی تک علیگڈہ ایجوکیشنل کانگرس کے وہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جب سر سید احمد خان نے تمکو زندہ دل کہا - سر سید احمد خان نے تمکو زندہ دلی کا خطاب کیا سمجھکر دیا اور لوگوں نے تمہارا کونسا ایسا کار نمایاں دیکھا کہ تم سے بڑی بڑی توقعات پیدا کرلیں اسکو تم ہی خوب سمجھ سکتے ہو مگر تمہاری کوششوں میں سے اگرچہ افسوس ہے کہ مجھکو ان کی تفصیل اچھی طرح سے معلوم نہیں ایک اس کوشش یعنی انجمن حمایت اسلام لاہور کو تو میں بھی بہت ہی پسند کرتا ہوں جس چیز نے مجھکو اس انجمن کا گرویدہ کیا یہ ہے کہ اس انجمن کے بانی اور کارپرداز ایسے لوگ ہیں جنکو سچی اسلامی ہمدردی کے سوا اور کوئی داعیہ اور محرک ہو نہیں سکتا - یہ لوگ سوشیل پوزیشن کے اعتبار سے ایسے درجے میں ہیں کہ شہرت اور ناموری اور رشد اور تقرب حکام ان میں سے کسی چیز کی ہوس کو انکی طرف منسوب نہیں کر سکتے -

کوششیں ہی قابل قدر ہیں اور غالباً مشکور بھی وہی ہوتی ہیں اور خدا سے تعالے برکت اور ثبات بھی انہی کوششوں کو عطا فرماتا ہے - جو بے شائبہ غرض دنیاوی ہوں جیسے تم لوگ

انبیا علیہم السلام کوشش تبلیغ رسالت میں کہ سب کے سب وہی ایک بات بولتے تھے۔ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ترجمہ میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کچھ مزدوری کا خواہاں نہیں۔ میری مزدوری تو پروردگار عالم پر ہے مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ترجمہ میں نے تم سے کچھ مزدوری مانگی ہو تو وہ تمکو مبارک ہے میری مزدوری تو صرف اللہ پر ہے اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ چندہ مانگتے ہو تو وہ چندہ جو تم کو خدا سے ملنے والا ہے سب چندوں سے بہتر ہے اور خدا سارے روزی پہونچانے والوں سے بہتر ہے اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ مزدوری مانگتے ہو کہ وہ چٹی کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں۔

دوسری بڑی بہت بڑی نہایت بڑی عمدہ بات تمہاری انجمن حمایت اسلام میں یہ ہے کہ اوس نے مسلمانوں کی ضرورت وقتی کو ٹھیک سمجھا اور اسکو پیش نظر رکھا ہے دنیا اور دین دو ہی چیزیں ہیں اور دونوں چیزیں نگرانی اور مدد کی محتاج۔ یہ زمانہ رفارم کا ہے اور میں خیال کرتا ہوں لفظ رفارم اس کثرت سے زبان زد خلائق ہو رہا ہے کہ گویا ان کا تکیہ کلام ہے۔ مدرسوں کے مبتدی لڑکے مڈل پاس نہیں کر چکتے کہ رفارم میں رائے زنی کرنے لگتے ہیں یعنی ماں کے قاریشن سے پہلے ان کو رفارمیشن سوجھتا ہے۔ غرض ملک کی اطراف جوانب میں بہت سے رفارمر پیدا ہو گئے ہیں اور ہوتے چلے جا رہے ہیں لیکن اکثر رفارمر تو دین و مذہب سے کچھ سروکار ہی نہیں رکھتے ہاتھ دھو کر صرف اصلاح دنیا کے پیچھے پڑے ہیں اور جن معدودے چند نے مذہب کو اپنے پروگرام میں داخل کیا بھی ہے۔ تو کچھ کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف موںہہ سے کہ دینے کے لئے ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ مگر ہاں انجمن حمایت اسلام لاہور کو میں دیکھتا ہوں کہ کسی حال میں پاس مذہب کو فوت نہیں ہونے دیتی ان کی کارروائی پکار رہی کہتی ہے کہ جیسا اس انجمن کا نام ہے۔ ویسا ہی اسکا کام ہے۔

تیسری اس بات کو نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں کے ہوفادہ کا

ڈھنگ ٹھیک نہیں بیٹھا - پہلی غلطی تو یہ ہے کہ صرف تعلیم کو تمام مسلمانوں کے تمام فائدوں کا کفیل سمجھا گیا ہے یعنی جو شخص ریفارم کا خواب دیکھتا ہے اور ایسے بہت ہیں - اس کی تعبیر یہی ہوتی ہے کہ وہ کچھ لونڈے گھیر گھار کر ان کو ایک طرز پر پڑھا چلتا ہے یا پڑھوا چلتا ہے بے شک تعلیم مفید ہے مگر ان دو تعبیروں پر ذرا خیال کرنا تمام مسلمان اور ان کے تمام فائدے - محال عقل ہے کہ سب مسلمان پڑھ لکھ جائیں - گورنمنٹ اور مشنری اور ریفارمر جتنے تعلیم کے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے ہیں ان کی تو کیا اصل ہے - میں کہتا ہوں کہ خود سب مسلمان بھی ملکر چاہیں تو سب لکھ پڑھ نہیں سکتے - یورپ جنکی گرد کو بھی عموم تعلیم میں ہم آج سے سو برس بعد تک بھی نہیں پا سکیں گے وہاں بھی جہاں کہیں پڑھنے لکھنے کا بہت چرچا ہے پڑھے لکھوں کا شمارہ ۳۰ فیصدی سے متجاوز نہیں ہوا - اور اس تیس۳۰ پینتیس۳۵ فیصدی سے بی - اے - ایل ایل ڈی مت خیال کر لینا - حرف شناس بھی اسمیں داخل ہیں بلکہ اکثر اتنے ہی پانی میں ہیں - اچھا فار دی سیک آف آرگیومنٹ فرض کر لو کہ مسلمانوں میں بھی شمار کے اعتبار سے یورپ کی طرح تعلیم عام ہوگئی تو ہمارے یہاں اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اتنے لوگ نوکری کی طلبگاری کے لئے کمربستہ ہو گئے - جسکا ضروری نتیجہ ہے ناکامی - ناامیدی - نارضامندی - چونکہ میں پارسال یہیں کے ایجوکیشنل کانگریس میں تعلیم پر اپنے خیالات شرح و بسط کے ساتھ ظاہر کر چکا ہوں میں اس خصوص میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا - غرض میری قطعی رائے ہے کہ تعلیم اگر مفید ہوگی تو تعمیم کے ساتھ نہیں بلکہ خاص خاص چیدہ لوگوں کی جو تکمیل تعلیم کی زحمت کا تحمل فراغ تحصیل تک سٹینڈ اور آخر کار کامپیٹیشن ریس میں جولان کر سکیں - یہ ایک بدیہی بات ہے کہ سارے مسلمان نوکری پیشہ نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں تو جو شخص عام مسلمانوں کی ریفارم کا مدعی ہو کیوں بالخصوص ایک ہی پیشے کے لوگوں کی اصلاح کے درپے ہو - کیا وہ ان لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتا جو نوکری کے سوا دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کرتے ہیں -

دوسری مکروہ اور نہ صرف مکروہ بلکہ سخت مضر غلط فہمی یہ ہے کہ تعلیم مروجہ حال سے دنیا اور دین میں جدائی پیدا کی جاتی ہے - گورنمنٹ کو تو ایک خاص مجبوری ہے کہ اسکو چار و ناچار

نیوٹریلیٹی اختیار کرنی پڑتی ہے کیونکہ اسکو اپنی تمام رعایا کے ساتھ ایک طرح پر مدارات کرنی ہے ۔ نہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ سب مذاہب کی حمایت کرے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کی طرفداری کر کے دوسرے مذہب والوں کے دل دکھائے۔ پس اس نے اصول (اذا ابتلے المرء ببلیتین فیختار اھونہما ترجمہ جب آدمی دو مصیبتوں میں گرفتار ہو تو ان میں بہت آسان کو اختیار کرے) کے مطابق کل مذاہب سے قطع نظر کر لی اور اسکو کرنا چاہئے تھا۔ لیکن یہ غلطی باضطرار ہو یا باختیار اپنا نتیجہ تو پیدا کر کے رہیگی ۔ باوجودیکہ تعلیم ہنوز محض ابتدائی حالت میں ہے اوس کے بُرے نتائج ابھی سے مترتب ہونے لگے ۔ نیوٹرل تعلیم نے سروں میں بھر دی آزادی ۔ خیالات میں مطلق العنانی ۔ دلوں میں حوصلے سے بڑھکر توقع ۔ تحریر میں شوخی ۔ تقریر میں بے باکی ۔ ان مجموعی حالات نے حقیقۃً عجیب طرح کا طوفان بے تمیزی برپا کر دیا گورنمنٹ کو اس سے جو خطر ہوسکتا ہے اسکو وہی لوگ خوب سمجھتے ہونگے جو گورنمنٹ کے ٹرین کے ڈرایور ہیں ؎

رموز مملکت خویش خسروان دانند   گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ہمکو تو اپنی سوسائٹی کی خیر منانی ہے ۔ سو تعلیم مروجہ کی برکت سے سوسائٹی کی عمارت کی کوئی اینٹ اپنی جگہ پر نہیں باقی رہی ۔ سوسائٹی پر گورن کرتی ہیں تین چیزیں ۔ مذہب ۔ گورنمنٹ رسم و رواج ۔ اب دیکھنا چاہئے کہ ان تین گورنروں کی حکومت کا کیا حال ہے ۔ مذہب جسکو سب میں شدید الحکومت ہونا چاہئے سو نوجوانان تعلیم یافتہ کو اسی کے ساتھ تمسخر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں ۔ منہ سے کہنے والے تو کم ہیں مگر زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور دل میں سمجھنے والے اب بھی کم زیادہ ہیں کہ مذہب بیش ازین نیست کہ انسان کے ابتدائی جاہلانہ خیالات کی یادگار ہے اور بس ۔ چونکہ انکار مذہب پر کوئی ضرر عاجل مترتب نہیں ہوتا کہ ترت سے جان نکل جائے یا اوپر سے آسمان ٹوٹ پڑے یا زمین نگل لے ہر ایک ناعاقبت اندیش آدمی جیسا کفر چاہے بک دے سکتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ مبتلائے تکلیف و مصیبت نہیں مگر ایک وقت آنیوالا ہے اور آکر رہے گا اور اس کے آنے کا کچھ ٹھکانا نہیں اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ۝ وَقِیْلَ مَنْ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ اَنَّہُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ

جسوقت جان پہونچے ہانس تک اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا اور یقین ہوگیا کہ اب
آیا وقت جدائی کا اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی - تیری رب کی طرف ہے - اوس دن
کھینچ جانا - تب ساری حقیقت کھل جائیگی لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا
عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ترجمہ تو بیخبر رہا اس دن سے اب کھولدیئے
ہم نے تجھ پر سے تیرے اندھیرے اب تیری نگاہ آج تیز ہے -

خیر میں اس موقع پر مذہب کے متعلق اتنا ہی کہنا چاہتا تھا کہ مذہب کا جو دباؤ سوسائٹی پر تھا
کم بخت نیوٹرل تعلیم کے اثر بد کی وجہ سے اُٹھ گیا اور اُٹھتا چلا جا رہا ہے - رہ گئی گورنمنٹ
اگرچہ اسکی تحقیر کا اثر فوری ہونا چاہئے کیونکہ وہ حکومت کیا جس میں سیاست نہیں - مگر
گورنمنٹ ہی اس طرح کی بردبار واقع ہوئی ہے کہ مجامع اور محافل میں اسکی تفضیح کی جاتی ہے
اور ہماری نیک دل گورنمنٹ باوجودیکہ جانتی اور سنتی ہے سب کچھ مطلقاً پروا نہیں کرتی
علاوہ بریں گورنمنٹ کو خصوصاً برٹش گورنمنٹ کو نظم سوسائٹی میں دخل تو ہے مگر محدود اور
جو وجہ گورنمنٹ کو تعلیم میں نیوٹرل رہنے کی ہے وہی نیٹو سوسائٹی سے اسکی اس قدر بے
تعلقی کی ہے - اسی حال کا مذکور ہے کہ ہندوں نے بہتیرا ہی زور مارا کہ کم عمر لڑکیوں کو بیاہ پل
کو سرکار منع کرے اور بیوہ عورتوں کے دوسرے بیاہ کو جائز ٹھہرائے مگر سرکار نے حامی
ہی نہ بھری - سوسائٹی کا تنہا ضابطہ رسم و رواج ہے - لیکن جو آزاد خیال نئے تعلیم یافتہ
مذہب کے قابو اور گورنمنٹ کے بس کے نہوں رسم و رواج کی بیچارے کیوں ڈرنے لگے
تھے - غرض نیوٹرل تعلیم نے سارے دباؤ اُٹھا کر سوسائٹی کو بے سر کر دیا - اب نہ اگلے سے
ادب قاعدے ہیں - نہ پاس و لحاظ ہیں - نہ غیرتیں ہیں - نہ حمیتیں ہیں - نہ مروتیں ہیں - معلوم
ہوتا ہے کہ دنیا کا باوا آدم کچھ بدل سا گیا ہے -

اس سے زیادہ اور کوئی لغو خیال ہو نہیں سکتا کہ بے انضمام مذہب لوگوں کے اخلاق
درست نکئے جا سکتے ہیں یعنی سوسائٹی کی شائستگی کے لئے مذہب کی ضرورت نہیں
میرا معتقد تو یہ ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی کا تفرقہ مذہب سے پیدا ہوا لیکن فرض کرو کہ
ایسا نہیں بھی ہوتا ہم کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ بدون مذہب کے نیکی ایسی

ساقط الاعتبار ہے جیسے بے رجسٹری کی دستاویز۔ مذہب نہیں تو نیکی میں قوت نہیں ۔ استحکام نہیں ۔ ثبات نہیں ۔ خصوصیت نہیں ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر سچ پوچھو تو نیکی نیکی نہیں ۔ ایک ظاہر بین آدمی شاید ایسا خیال کر سکتا ہے کہ دنیا میں جو امن قائم ہے حاکموں کے قوانین کی وجہ سے ہے مگر یہ بات ہے فی نفسہ غلط ۔ بہت سے جرائم ہیں جو قانون کی گرفت میں آ نہیں سکتے اور ان کا انسداد صرف مذہب کے خوف سے ہوتا ہے ۔ ہے کوئی قانون جسنے ارادہ جرم کو بدون صدور کسی فعل کے جرم قرار دیا ہو ۔ قوانین کا سارا انڈکس چھان مارو کہیں ایسے قانون کا پتہ نہ پاؤ گے اور عقل گواہی دیتی ہے کہ اول تو ایسا قانون ہو نہیں سکتا اور ہو تو اوس کی تعمیل امکان سے خارج ۔ یہیں سے قوانین دنیا کا نقص ظاہر ہوتا ہے وہ کبھی مذہبی قانون کے بغیر درجہ تکمیل کو پہونچ نہیں سکتے جو فرماتا ہے ۔ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ترجمہ اور اگر تم ظاہر کروگے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے حساب لیگا تم سے اللہ اب میں یہ بات کہتا ہوں کہ مذہب انسان کی کانسٹیٹیوشن یعنی اسکی بناوٹ میں داخل ہے ۔ انسان ایک وجود جسم و روح سے مرکب ۔ جسم کثیف اور روح لطیف اور چونکہ روح کی حقیقت معلوم نہیں جیسا کہ فرمایا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ترجمہ تو کہ روح ہے میرے رب کے حکم سے ۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ جسم و روح میں تعلق کس قسم کا ہے بہرکیف انسان کی ساخت جسمانی سبکو معلوم ہے خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ترجمہ تجکو بنایا پھر تجکو ٹھیک کیا پھر تجکو برابر کیا جس صورت میں چاہا تجکو جوڑ دیا ۔ لیکن کبھی آدمی ناقص الخلقت بھی پیدا ہوتے ہیں ۔ جیسے تمہارے گجرات کے شاہ دولہ کے چوہے اور کبھی عوارض کی وجہ سے ساخت جسمانی میں انواع و اقسام کے فتور واقع ہو جاتے ہیں اسی طرح روح انسانی کی بھی ایک خاص ساخت ہے کہ اسمیں کتنی قوتیں ودیعت رکھی گئی ہیں ۔ روحانی ساخت کے نقصانات میں ایک نقصان لامذہبی بھی ہے مگر خلقی نہیں کیونکہ مذہب داخل فطرت ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ترجمہ تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو ۔ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو ۔

بات یہ ہے کہ انسان کو ایک خاص طرح کی عقل دی گئی ہے فوق سائر الحیوانات جس کو بصیرت کہتے ہیں بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ترجمہ بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ سوجھ ہے اور پڑا لاوے اپنے بہانے - اس بصیرت کا نمونہ ہے مگر اوسکا درجہ کا - بصارت یعنی بینائی چشم سر - اگر انسان آنکھ کو کام میں لائے یعنے دیکھے - تو دیکھنا اسکو مثلاً رنگ کی شناخت پر مجبور کریگا - اسی طرح اگر آدمی عقل کو کام میں لائے اور سوچے تو اعمال فکر اسکو مجبور کریگا اس بات کے یقین کرنے پر کہ اس عظیم الشان کارخانہ دنیا کا ضرور کوئی بنانے والا ہے اور جو چیزیں مرئی اور محسوس ہیں ان میں کوئی نشان اس طرح کی قدرت کا پایا نہیں جاتا قدرت اگر کسیقدر یوں ہی سی برائے نام ہے بھی تو پھر انسان کو ہے کہ یہ مخلوقات عالم میں تصرفات کرتا ہے باایں‌ہمہ انسان اپنی درماندگی کا خود معترف ہے - اور بدون اعتراف کیے اسکو چارہ نہیں - دوسرے مخلوقات بڑی سے بڑی اور عمدہ سے عمدہ میں قدرت تو درکنار ارادے تک کا فقدان ہے اور یہی حاصل ہے ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کا

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ترجمہ پھر جب اندھیرا کیا او سپر رات نے - دیکھا ایک تارا - بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا - بولا مجکو خوش نہیں آتے چھپنے والے - فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ترجمہ پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر راہ نہ دے مجکو میرا رب تو بے شک میں رہوں بھٹکتے لوگوں میں فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ترجمہ پھر جب دیکھا سورج جھلکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ رب سب سے بڑا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اے قوم میں بیزار ہوں ان سے جنکو تم شریک کرتے ہو اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ترجمہ میں نے اپنا منہ کیا اوسی کی طرف جسنے بنائے آسمان و زمین ایکطرف کا ہوکر اور میں نہیں شریک کرنیوالا -

ایک غریب خدا پرست کاشتکار کا کھیت موقع پاکر رات کے وقت کچھ بیل چر گئے کاشتکار کھیت کے کنارے شاید یہ کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا تدبیر کروں کہ پھر بیل کھیت میں نہ گھسیں۔ ادھر سے ہو کر گذرا اسکا کوئی جان پہچان لامذہب۔ اس کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی کھڑا ہوگیا اور لگا باتیں کرنے۔ باتوں باتوں میں اس لامذہب نے کہا خدا ہوتا تو تمھارا کھیت ہرگز نہ کھایا جاتا۔ کاشتکار بولا کھیت کا کھایا جانا خدا کے ہونے کی دلیل ہے۔ اسکا مطلب یہ تھا کہ کوئی چیز دنیا میں با اختیار خود متصرف نہیں۔ قوت تصرف اسنے اپنے میں آپ نہیں پیدا کر لی۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ جسنے اپنے کو پہچانا تو جانو کہ اپنے پروردگار کو پہچانا بھی یہی بات ہے گو طرز ادا سے مطلب دوسرا ہے۔ دوسروں سے استشہاد کی کیا ضرورت ہے خدا تعالے خود فرماتا ہے۔ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ترجمہ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر کیا تمکو سوجھ نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ ترجمہ اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ۔ اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے منظوم کیا ؎

دوست نزدیک تر از من بمن است ... ویں عجیب ترکہ من از وے دورم

چکنم باکہ تواں گفت کہ او ... در کنار من و من مہجورم

ایک ریختہ گو کہتا ہے ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار ... جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

الغرض انسان جبتک انسان ہے خدا کے ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ مذہب کا پہلا سٹپ ہوا۔ اب اور آگے بڑھو تو جس عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا ہے اسی عقل کے زور سے ہمنے جانا کہ خدا کہ وہ تمام صفات کمالیہ کا جامع۔ تمام عیوب اور نقصانات سے پاک اور منزہ اور اسی لئے ایک اکیلا ہے

وحدہ لاشریک لہ۔ نہ اسکو اعوان و انصار کی حاجت - نہ یار و مددگار کی ضرورت - سب کچھ جانتا ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ترجمہ بھلا وہ نہ جانے جسنے بنایا۔ اور جو چاہے کرسکتا ہے اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ترجمہ وہ تو سب چیز کرسکتا ہے۔ دنیا کا کارخانہ جس انتظام سے چل رہا ہے یہ انتظام دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک صرف ایک ارادے کا محکوم ہے۔ یہ عمارت کہہ رہی ہے کہ ڈیزائن سے لیکر ایک انجنیر کے سوائے دوسرے کا اسمیں دخل نہیں۔ یہ ہیں معنے لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کے (ترجمہ اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہوتے) پھر انسان کی حیلت یہی ہے کہ اگر وہ طبیعت کا شریف ہے تو محسن کا احسان مانتا اور اس کا شکرگذار رہتا۔ یہ ہے ماخذ عبادت کا۔

عبادت سے ہم خدا کی کوئی خدمت نہیں کرتے اور نہ اوسکو ہماری خدمت کی کچھ پروا ہے۔ بلکہ عبادت سے صرف ہماری شرافت طبیعت ظاہر ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے وہ ہمارا فرض انسانیت ہے۔ دنیا میں انسان پر اس کے ابنائے جنس کے بھی احسانات ہوتے ہیں لیکن اگر خیال کرو تو خدا کے احسانات کا کچھ شمار نہیں اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ج وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ ج وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط ترجمہ اللہ وہ ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین اور اوتارا آسمان سے پانی پھر اس سے نکالی روزی تمہاری میوے۔ اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اسکے حکم سے۔ اور کام میں دیں تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تمکو ہر چیز میں سے جو تمنے مانگی اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کرسکو۔

اور یہی سبب ہے کہ خدا تعالے ہماری سب سے بڑی شکرگزاری کا مستحق ہے جسکا دوسرا نام عبادت ہے تو جس طرح عقل گواہی دیتی ہے کہ ذات اور صفات میں خدا کا کوئی

شریک نہیں اسی طرح عقل یہ بھی گواہی دیتی ہے کہ خدا کے ساتھ کسیکو شریک فی العبادت کرنا پرلے درجے کی احسان ناشناسی ہے جسکو اصطلاح شرع میں کفر کہتے ہیں۔ یعنی کفران نعمت - ذرہی اسباب کو خیال کرتے جانا کہ ابھی تک میں عقل کی رہنمائی سے دین کے راستے کو چلا جارہا ہوں - مینے اس سے پہلے بصیرت اور بصارت دونو میں ایک طرح کی مماثلت کا ہونا بیان کیا تھا۔ بصارت سے ہم چیزوں کے رنگ - انکی شکلیں اور انکے مواقع معلوم کرتے ہیں اور اسی سبب سے بینائی ایک بڑی بکار آمد قوت ہے مگر اس میں نقص بھی ہے کثیف چیزوں میں نفوذ نہیں کرتی یعنی مثلاً دیوار کے پیچھے نگاہ کام نہیں دیتی اور یوں بھی اسکی رسائی کی ایک حد ہے علم مناظر میں قوت باصرہ کے اور بھی نقصانات کی صراحت ہے جیسے دور کی چیزوں کا چھوٹا دکھائی دینا - اگر دیکھنے والا خود متحرک ہے تو اسکا ساکن چیزوں کو متحرک دیکھنا اسکو ریل کے بیٹھنے والوں سے پوچھ دیکھو یا اس سے جسکو کبھی تیزرو کشتی میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو - شفاف پانی کی تہ میں کسی چیز کا ابھرا ہوا نظر آنا - قوس قزح کی رنگ آمیزی اور ان کے سوائے اور بہت سی باتیں ہیں جنکا بیان کرنا بے محل سا ہے - غرض بینائی نقصان و فتور سے بری نہیں - بعینہ یہی حال ہے عقل کا - بہت باتیں عقل کی گرفت سے باہر ہیں ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

معلوم ہے کہ مقناطیسی سوئی کا ایک سرا شمال کیطرف رہتا ہے مگر نہیں معلوم کیوں اور یہی حال ہے کل اسباب و علل کا - زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے بلکہ تمام مادیات میں کشش ثقل و اتصال کا ہونا معلوم ہے مگر نہیں معلوم کیوں - روح و جسم کا مذکور میں شروع میں کر چکا ہوں معلوم ہے کہ روح نہ عین جسم ہے نہ جزو جسم ہے نہ اس میں اس طور حلول کیے ہے جیسے ظرف میں مظروف نہ روح و جسم میں عرض و جوہر کا سا تعلق ہے پھر روح کیا ہے اور اسکو جسم کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے کسی کو خبر نہیں میں اس دنیا کے سینکڑوں عقدے گنوا سکتا ہوں جنکو ناخن عقل نہیں حل کر سکتا - سچ پوچھو تو ساری دنیا ہی طلسم حیرت ہے - مٹی ایک جماد چیز ہے -

اسکا نباتیت پھر حیوانیت پھر انسانیت کے مدارج پر ترقی کرنا نہ انسان کے فہم میں آیا ہی اور نہ کبھی آسکتا ہے - تو کیا دین میں کسی بات کا خلاف عقل نہیں بلکہ عقل سے خارج یعنی اسکی رسائی سے بالاتر فروں تر ہونا کچھ تعجب ہے - ہرگز نہیں - بلکہ دین میں بدرجۂ اولے ایسی باتیں ہونی چاہئیں جن میں مساغ عقل نہو کیونکہ دین کا مدار ہے اس پر کہ انسان موت سے معدوم نہیں ہوتا - موت سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ روح و جسم کا تعلق چھوٹ جاتا ہے اجزائے جسمانی متلاشی و متفرق ہوکر اپنے اپنے ٹھکانے لگ جاتے ہیں وَمِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۝ ترجمہ اسی زمین سے ہمنے تمکو بنایا اور اسی میں تمکو پھر ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تمکو دوسری بار - انگریزی سننے کا شوق ہو تو ایش ٹو ایش اینڈ ڈسٹ ٹو ڈسٹ - یہی روح وہ جب جسم میں تھی اور اوس کے تصرفات ظاہر ہوتے تھے تب بھی اسکی حقیقت ہمکو معلوم نہ تھی بعد مرگ تو رہی سہی اور بھی روپوش ہوگئی - کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے - با اینہمہ چند در چند قرائن ہیں جن سے یقین کیا جاسکتا ہی کہ روح کو فنا نہیں -

اوّل جب ہم سرے سے روح کی حقیقت سے بیخبر ٹھہرے تو ہمکو اسپر فنا کا حکم لگانے کا کوئی حق نہیں -

ثانیاً اگرچہ روح جسمانی رنجوں اور تکلیفوں سے بحالت حیات متاذی تو ہوتی تھی موت بڑی سے بڑی جسمانی تکلیف سہی اور روح کا اس سے متاذی ہونا قرین قیاس ہے مگر موت کا اوّلی اثر جسم پر تھا اسکا تو منتشر کردینے کے سوا اور کچھ نہ کر سکی - روح جسپر موت کا اثر ثانوی ہے کیوں معدوم ہو جانے لگی تھی عجب نہیں موت نے روح پر اتنا ہی اثر کیا ہو اور بس کہ اسکو جسم سے بے تعلق اور بے دخل کر دیا -

ثالثاً - دانشمند سے دانشمند اور احمق سے احمق - عالم سے عالم اور جاہل سے جاہل - مہذب و نامہذب - سولائزڈ اور وحشی ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگ یعنی دنیا کے آدمی قریب کل کے بقائے روح کو تسلیم کرتے چلے آتے ہیں - ہمکو اس سے بحث نہیں کہ یہ خیال

دنیا میں کہاں سے آیا اور کیونکر اتنے لوگوں نے اسکو قبول کرلیا مگر اس میں شک نہیں کہ عموماً
لوگ اس کے قائل ہیں اور جنکو انکار ہے اگرچہ دل سے ہے بھی تو اس عقیدے کے لوگ
اسقدر کم ہیں کہ جم غفیر عالم کے مقابلے میں گویا کہ نہیں۔ دین تو خیر ہے ہی میں کہتا ہوں کہ
انتظام دنیا بھی اسی خیال پر مبنی ہے۔ جیسے شروع میں کہا تھا کہ بہت سے جرائم کا انسداد صرف
مذہب سے ہوتا ہے سو مذہب سے اوس محل پر میری مراد تھی یہی عقیدہ بقائے روح جیسے
لوگ اسوجہ سے مرتکب جرائم نہیں ہوتے کہ جانتے ہیں مرے پیچھے کئے کی سزا بھگتنی
پڑیگی۔ ایک انگریزی کی کتاب میں بہت سے نامی مجرموں کے حالات لکھے ہیں جنہوں نے
مرتے وقت خوف عاقبت سے اپنے جرموں کا اقرار کیا اور ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایسی
مثالیں پائی جاتی ہیں پس یا تو ساری دنیا کو سر بسر غلط مانو یا دوسروں کی طرح بقائی روح
کے قائل ہو۔ ہو نہ ہو یہ عقیدہ داخل فطرۃ انسانی ہے کہ ملہم غیب نے ہر ایک کے
دل میں ڈالدیا ہے۔ کون ہے جسکو اولاد سے۔ خیر جاری سے یا کسی دوسرے پیرائے سے
دُنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جانے کی خواہش نہیں۔ اس خواہش میں بھی مضمر ہے وہی بقائے
روح کا خیال کیونکہ اگر آدمی مرنے سے معدوم محض ہوجاتا تو دنیا میں یادگار رہنے سے اسکو
کیا مفاد تھا۔

رابعاً انتظام دنیا اگرچہ فی نفسہ نہایت مکمل ہے اور کیوں نہو ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ
ترجمہ یہ اندازہ ہے تیرے اوس زبردست باخبر کا۔ مگر پھر بھی ناتمام سا معلوم ہوتا ہے
جیسے جملہ اسمیہ کہ مبتدا ہے تو خبر نہیں یا جملہ شرطیہ کہ شرط ہے تو جزا نہیں۔ یا جیسے دامان
کوہ میں ایک سڑک جو ایک گھاٹی تک منتہی ہوتی ہے اور اسکو دیکھ کر خود بخود خیال ہوتا ہے
کہ ضرور یہ سڑک پہاڑ کی دوسری طرف جانے کے لئے بنائی گئی ہے اسیطرح انسان کو اتنی
ساری عقل کا دیا جانا جو اس چند روزہ دنیاوی زندگی کی ضرورت سے یقیناً بہت زیادہ ہے
ضرور کوئی اور بڑا مطلب رکھتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا
لَا تُرْجَعُوْنَ ترجمہ سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہمنے تمکو بنایا کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس
پھر نہ آؤگے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○ ترجمہ اور ہمنے

نہیں بنایا آسمان اور زمین اور جو اُن کے بیچ ہے کھیلتے لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا ﷺ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۞ ترجمہ اگر ہم چاہتے کہ بنالیں کچھ کھلونا تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہمکو کرنا ہوتا - ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک فعل ایک لازمی نتیجہ رکھتا ہے - فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۞ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ترجمہ سو تو نہ پائیگا اللہ کا دستور بدلتا اور نہ پاویگا اللہ کا دستور ٹلتا - جیسے شراب خواری کا ضروری نتیجہ ہے خواری - بدکرداری - افلاس - جسمانی امراض اور آخرکار ہلاکت قبل الموت - نااتفاقی کا ضروری نتیجہ ہے ضعف - جھوٹ کا ضروری نتیجہ ہے بے اعتباری وقس علےٰ ہذا تو جب کبھی ہم کسی فعل پر اسکے نتیجے کو دنیا میں مترتب ہوتا نہ پائیں اوسی سے ہم سمجھ لیں گے کہ حیات دنیا پر ہماری ہستی کا خاتمہ نہیں ہوگیا - یہ ہیں چند باتیں یا اوسی طرح کی اور چند باتیں جو بعد مرگ کی حالت کی نسبت ہم عقل سے سمجھ سکتے ہیں مگر منظر پھر بھی دھندلا ہی رہتا ہے - خوب تسلی نہیں ہوتی کہ کیا ہوگا اور کیونکر ؎

حال عدم نہ کچھ کھلا گذرے ہے رفتگان پہ کیا
کوئی حقیقت آن کر کہتا نہیں بری بھلی

یہاں سے ثابت ہوئی ضرورت رسالت کی - بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ چندسال کی زندگانی کے لئے تو خدا ہماری چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لئے سامان کرے - سر کھجانے کے لئے ہمکو ناخن دے - غذا کے چبانے کے لئے دانت - اور اون میں بھی یہ تفریق کہ پیسنے کے لئے ڈاڑھیں اور کاٹنے کے لئے دانت - نوچنے کو کچلیاں ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

اور حیات ابدی جیسی بڑی ضرورت میں جو ابدالآباد کے لئے ہمارے سر پر لادی جائیگی ہمکو اتنا بھی سہارا نہ لگا سکے کہ ایک ذرا جھلکی تو دیکھ لینے دے - جہاں تک خدا کے کارخانے سے ہمنے خدا کو جانا اور جان سکتے ہیں ایسی بے رحمی انسان کو ایسے تذبذب کی حالت میں چھوڑ دینا اسکو ترسانا - پریشان رکھنا - خدا کی شان رحیمی سے بالکل بعید ہے تعالی اللہ

من ذٰلک علوا کبیرا ۔

یوں خدائے کریم ورحیم نے انسان کو اسی کی عقل نارسا اور فہم قاصر کے بھروسے پر نہ چھوڑ کر پیغمبروں کے ذریعے سے صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ۔ جہاں تک وہ اس ہستی میں سمجھ سکتا تھا بتایا اور سمجھایا کہ اس کو مرے پیچھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کس حالت میں رہنا ہے اور اس ابدی زندگی کے لئے اسکو دنیا میں کیا تیاری کرنی چاہئے ۔ ہمنے پیغمبروں ہی کے کہنے سے جانا کہ ہماری اس ہستی موجودہ کو آگے آنیوالی ہستی میں بہت بڑا دخل ہے یہ خواب ہے اور وہ اسکی تعبیر ۔ یہ جوتنے بونے کا وقت ہے اور وہ کاٹنے اور گاہنے کا الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دنیا آخرت کی کھیتی ہے ۔ میرے اس بیان سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ مذہب میں عقل کی رسائی کہاں تک ہے اور کہاں پہنچکر عقل جبرئیل کی ہمزبان ہو جاتی ہے ؎

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلے بسوزد پرم

افراط و تفریط کے دونو پہلو ہر بات میں مذموم ہوتے ہیں جس طرح یہ کہنا غلط ہے کہ مذہب نقل یعنے خدا و رسول کا فرمودہ ہے اور نقل کو عقل سے کچھ سروکار نہیں ۔ اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہمکو نقل کی حاجت نہیں اور بزور عقل ہم سب کچھ دریافت کر سکتے ہیں یہاں تک کہ حالات بعد مرگ بھی ۔ جتنی قوتیں انسان کو عطا ہوئی ہیں جسمانی اور دماغی سب بمنزلہ آلات ہیں جیسے مثلاً تیشۂ نجار ۔ ممکن ہے کہ نجار کبھی اس تیشے سے ہاتھ پاؤں زخمی کرے ۔ لیکن اسی کا قصور ہوگا نہ تیشے کا ۔ انسان بھی اپنی قوتوں کو بری اور بھلی دونوں طرح استعمال میں لاسکتا ۔ ان کو معطل رکھ سکتا ۔ ان سے فوق الطاقت کام لے سکتا ۔ لیکن اگر وہ کسی قوت کو بری طرح استعمال کرے تو خود وہی ملزم ہے نہ قوت اور نہ جس نے قوت دی ۔ پس ہر ایک قوت کے استعمال میں انسان کو اعتدال ملحوظ رکھنا چاہئے خاصکر معاملات دینی میں عقل کو کام میں لاتے وقت ۔ مذہب کے اعتبار سے بھی اسکو عقل کا دیا جانا نوجہ ذر تھا ۔ وہ عقل ہی کی وجہ سے مکلف ہوا ۔ دنیا اور دین دونوں میں جتنی خوبیاں ہیں متفرع ہیں عقل پر ۔ اور جتنی خرابیاں ہیں وہ بھی متفرع ہیں اسی عقل پر ۔ یوں سمجھو کہ انسان

فی حد ذاتہ ایک کمانڈر ہے اور قواے مختلفہ افواج ہیں اسکے ماتحت زیر فرمان - یہ فوجیں ایک طرح کی نہیں جیسے انگریزی فوج میں پوربئے - مدراسی یا تلنگے - مرہٹے - گورکھے - سکھ بلوچ - اطراف کابل کے پٹھان - کیا تم سمجھتے ہو کہ سب قسم کے سپاہی ایک ہی لکڑی سے ہانکے جاتے ہیں - نہیں نہیں شاید ایک پوربیہ یا مدراسی بید کی چھڑی سے تو بلوچ اور افغان آر ان راڑے سے - غرض جو قوی تر وہی عسیر الانقیاد - تمام قواے انسانی میں عقل ہی سب سے زیادہ زبردست ہے اور اسپر گورن کرنا بہت ہی احتیاط کا کام ہے یہ جو اختلاف مذاہب دیکھتے ہو یہ آگ بھی انہی حضرت عقل کی لگائی ہوئی - بہس میں چنگاریں جو اُڑیں بجہا لو دو گھڑی میں دیکھتا ہوں تو ہمارے وقت کے نوجوان تعلیم یافتہ استعمال عقل کے بارے میں صلاح اور اصلاح دونوں کے سخت محتاج ہیں - ان کو امور مذہبی میں غور و خوض کرنے کی نہ فرصت ہے نہ مہلت نہ لیاقت نہ معلومات اور طرہ یہ ہے کہ طلب بھی نہیں اور طلب ہو تو کہاں سے ہو گھر میں چرچا نہیں - بزرگوں کی تاکید نہیں - یار دوستوں میں ترغیب نہیں - رہا اپنے دل کا تقاضا - ایسی عمر نہیں گیند بلا کرکٹ وغیرہ جہاں اور کھیل ہیں وہاں بارش یا باہم بازی ایک مذہب بھی سہی - اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو خستہ خراب غافل کاہل جاہل مفلس محتاج گویا ذلت و خواری لوازم اسلام سے ہے کیا عرب کیا عجم - کیا روم - کیا مصر - کیا افریقہ سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوتے جدھر دیکھو تنزل و انحطاط - جہاں سنو نکبت و ادبار - ان میں سے فرادی فرادی ایک ایک کیفیت تو عمر آدمی کے عقیدے کے متزلزل کر دینے کو کافی ہے نہ کہ مجموعہ - دنیا اور دنیا میں نقد ولنسیہ کی نسبت ہے - ہم لوگ ایسے کماؤ نقد کو تو کھو بیٹھے نسیہ کی جو ہم سے امید رکھے وہ سو احمقوں کا ایک احمق - لیکن کیا کیا جائے دل نہیں ملتا چار و نا چار کہنا ہی پڑتا ہے - افسوس تو دنیا کا بھی کیوں نہیں - لیکن دنیا فانی چند روزہ آنی جانی چیز ہے - بُری طرح بھی گذر جاتی ہے اور بھلی طرح بھی گذر جاتی ہے - اور آخر گذر ہی جاتی ہے بڑا خیال تو دین کا ہے ؎

غم دین خور کہ غم غم دین است　　　ہمہ غمہا فروتر از این است

خدانخواستہ نیت جاتی رہی تو پھر کہیں کے نہ رہے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ
ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝ ترجمہ گنوائی دنیا اور آخرت یہی ہے ٹوٹا صریح - اور اس کے جانیکو
کون سے جھگڑے چاہئیں - دین کا تو ایسا نازک معاملہ ہے کہ ایک خیال سے اور ایک مقال سے
آدمی راندہ جاتا ہے - وہ تو بڑے شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ اگرچہ مذہبًا عیسائی ہے - مگر
عملًا اوس کا کوئی مذہب نہیں یا یوں کہو کہ اسکا مذہب صلح کل ہے - عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین
خود - پس اسلام کو جو کچھ خطرہ ہے نز دیکان بے بصر سے ہے - جو مسلمان کہلاتے اور اسلام
کی حقیقت سے آگاہ نہیں - یہی وہ لوگ ہیں جو مخالفین کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر کر صراط
مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں ورنہ اسلام کے اصول ایسے سیدھے اور صاف اور سچے
اور سلیس اور عام فہم ہیں کہ اُن پر کامیابی کے ساتھ کوئی حملہ ہو نہیں سکتا - مجھکو اس بات
کا فخر حاصل ہے آبًا عن جدٍّ موروثی مسلمان ہوں اور اپنے نسب نامے میں انقراض
سلطنت دہلی تک بلا فصل مشائخ اور مفتی اور علماء کے نام پاتا ہوں - میں نے بزرگوں
میں سے اوائل عمر میں صرف اپنے والد کو دیکھا اور جہاں تک میرا حافظہ مساعدت کرتا
ہے میں جانتا ہوں کہ وہ نہ صرف نام کے مولوی تھے - بلکہ بڑے پکے دیندار - یہ روداد
چاہتی ہے کہ میرا اسلام تقلیدی ہو - مگر خدا کے فضل سے ایسا نہیں ہے - مجھکو اتفاق
سے ایک واقعہ ایسا پیش آیا جسنے مدتوں مجھکو مذہبی چھان بین میں غلطان پیچاں رکھا - یہانتک
کہ آخرکار اسلام کی حقانیت کامل طور پر میرے ذہن میں ایسی بیٹھ گئی جیسی پتھر کی لکیر
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ - رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا
مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝ ترجمہ - اے رب ہمارے دل پھیر
ہمارے جب ہمکو ہدایت دے چکا اور دے ہمکو اپنے ہاں سے مہربانی بیشک تو ہی ہے
بہت دینے والا -

مجھکو ٹھیک سنہ یاد نہیں مگر شائد ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ کا ذکر ہے کہ ہمارے دہلی کالج
اورینٹل کلاس کی ریاضی کے استاد ماسٹر رام چندر صاحب اصطباغ لینے کے لئے
آمادہ ہوئے - ماسٹر صاحب اوبڈا کر گیا پیچ کیا سٹوڈنٹ سب کے ساتھ مذہبی چھیڑ چھاڑ

مگر پہلے مذہبی مناظرہ کی وہ پہلی بھنک تھی جو میرے کان میں پڑی اگرچہ میں عربی کی جماعت اوّل ہی میں تھا اور فقہ کی مشہور کتاب فتاوی در مختار ہمارے کورس میں تھی۔ لیکن میں سمجھتا تھا کہ ماسٹر جی ہم لوگوں کو بند کر دیتے تھے۔ مجھکو ماسٹر صاحب کے ساتھ ایک خصوصیت بھی تھی۔ اور اکثر اون کے مکان پر بھی جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ماسٹر نے تو مجھکو گمراہ کر ہی دیا ہوتا جیسا کہ قرآن میں ہے اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۙ وَ لَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ۔ ترجمہ تو تو لگا تھا کہ مجھکو گڑھے میں ڈالے اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل تو میں بھی ہوتا اون میں جو پکڑے آئے۔ مگر مجھکو ادب عربی کا تھا شوق بہت۔ میں قرآن کی عبارت پہ لٹو تھا۔ اس تریاق نے مجھکو اس زہر سے بچایا یہاں تک کہ کالج سے میں اپنا ایمان سلامت لیکے نکل گیا۔ مگر کیسا ایمان متزلزل۔ مشتبہ۔ ضعیف۔ مضمحل۔ پھر میں نے علم کلام کی کتابیں دیکھنی شروع کیں موافق و مخالف دونو۔ ماسٹر نے مجھکو عیسائی بنانا چاہا اور علم کلام نے سرے سے لا مذہب۔ مناظرے کا ایک انگریزی اور مشہور قاعدہ ہے معارضہ بالمثل جسکے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے کہے تمہاری آنکھ میں ناخنہ ہے اور دوسرا کہے تمہاری میں ٹینٹ۔ اس طریقے سے ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں معترض بند ہو جائے۔ لیکن غیر آدمی جو تحقیق حق چاہتا ہے دونوں سے بدظن ہو جاتا ہے کہ دونو میں کوئی بھی نقصان سے خالی نہیں۔ اس سے کہ معترض کی آنکھ میں ٹینٹ ہے ہماری آنکھ کے ناخنے کا عیب زائل نہیں ہو سکتا غایۃ ما فی الباب ناخنہ اخف دا ہون ہو بمقابلہ ٹینٹ کے۔ لیکن جسکی آنکھ صحیح و سالم ہے۔ وہ دونو کو عیب دار سمجھیگا۔ ناخنے والے کو کم ٹینٹ والے کو زیادہ۔ اس طرح پر بروں میرے شکوک کا یہ حال ہوا ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بایں ہمہ جب سے میں قرآن کے سمجھنے پر قادر ہوا اوس کے استحسان میں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی کمی نہیں ہوئی اور اسنے مجھے وہ کام دیا جو عصا کام دیتی ہے ایک بڈھے مرتعش کو۔ میں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر خیال کیا کہ میں بڑے بڑے نامی گرامی آنحضرت کی نظم و نثر دونو طرح کے کلام پڑھتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے مخضرمین کے۔ اسلام کے

بعد ہے کہ اور خود اس شخص کے جس کے منہ سے الفاظ قرآنی نکلے اور اس کے دوسرے مجلدات
مقالات احادیث میں منضبط ہیں - مواعظ ہیں - خطبات ہیں - قصص و حکایات ہیں -
مراسلات ہیں - یہ بات کیا ہے کہ قرآن کی عبارت کو کوئی نہیں پاتا - دوسرے اگر اس طرز
پر قادر نہ ہوں تو خیر - مگر ایک ہی قائل کیونکر دو مختلف طرزوں میں اور مختلف بھی اس درجے
کے کہ زمین و آسمان کا تفاوت - کلام کرنے کی قدرت پا سکتا ہے یہ تو عادتاً محال ہے
تمہارے سمجھانے کے لئے کہتا ہوں کہ مثلاً ہندی شعرا میں سے زیادہ نہیں میر تقی -
انشا اللہ خان - سودا تین شاعروں کو لو ہر ایک کا طرز جداگانہ ہے اور جو سخن فہم ہیں مضمون
اور بندش سے پہچان لیتے ہیں کہ ان تینوں میں سے کس کا شعر ہے - میں شاعر نہیں ہوں
مگر اتنی اٹکل مجھکو بھی ہے کہ اگر کوئی شعر میرے روبرو پڑھا جاوے تو غالب ہے کہ اسکے
قائل کی تعیین میں غلطی نہ کروں - میں جانتا ہوں کہ میر صاحب کے مضامین حسرت آلود
ہوتے ہیں اور زبان نہایت درجہ شستہ اور سلیس - یہ بات خاص میر صاحب ہی میں
دیکھی گئی کہ ضرورت شعری کی وجہ سے لفظ کا دب کر نکلنا بھی جائز نہیں رکھتے - انشاء اللہ
خان چہکڑ ہیں - بیان میں شوخی - سودا ہر قسم کے مضامین پر قادر ہیں - بندش بھی اس کی
مضبوط ہوتی ہے - متاخرین میں مثلاً غالب اور ذوق میں تمیز کرنا کیا مشکل ہے بَیْنَهُمَا
بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ترجمہ ان میں ہے ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے - غرض ہر ایک
کی اپنی اپنی طرز ہے جب دوسرے کی طرز اختیار کرتا ہے گرتا ہے مجھکو خود ایسا اتفاق
ہوا ہے کہ بضرورت کسی اخبار میں کوئی مضمون دیا اپنے نام سے نہیں مگر تاڑنے والے
تاڑ گئے تو مجھکو بڑی حیرت بھی پیش آئی کہ پیغمبر صاحب نے دو طرح کے کلام پر کیونکر قدرت
پائی - آخر یہ عقدہ میں نے اسطرح حل کیا کہ پیغمبر صاحب کا اپنا طرز تو وہی تھا جو احادیث سے
ظاہر ہوتا ہے - رہا قرآن - ان کا کلام ضرور تھا کیونکہ ان کے منہ سے ادا ہوتا تھا مگر نزول
وحی کے اوقات خاص ہیں - جبکہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے تھے - وحی بھی
ایک اسرار الٰہی میں سے ہے لیکن اسقدر معلوم ہے کہ کبھی جبرئیل حامل وحی انسان کی
شکل میں متشکل ہو کر پیام خدا پہنچا جاتے تھے - کبھی خواب کے پیرائے میں وحی آتی تھی

گر اکثر گھنٹے کی سی جھنکار سن پڑتی تھی اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے
کہ اسطرح کی وحی مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے آپ کا رنگ فق اور جسم ایسا بوجھل ہوجاتا تھا
کہ ایکبار آپ اپنی اونٹنی عضبار پر سوار تھے کہ وحی آئی - اونٹنی مارے بوجھ کے بیٹھ گئی -
کڑکڑاتے جاڑے میں نزول وحی کے وقت آپ پسینے پسینے ہوجاتے اس سے شاید
کسی عیسائی مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ان کو صرع کی بیماری تھی - اس تشخیص
سے غرض یہ ہے کہ اون کا دماغ صحیح نہ تھا اور اسی وجہ سے دعوے نبوت کر بیٹھے - مگر یہ کوئی
نیا اعتراض نہیں - کافروں کے ترکش میں کوئی تیر نہ تھا جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم پر
نہ چلا ہو - جھوٹا مفتری کہدینا تو غیر معمولی بات تھی کہتے تھے اِنَّمَا یُعَلِّمُهُ بَشَرٌ -
ترجمہ اسکو تو سکھاتا ہے آدمی اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ
بُكْرَةً وَأَصِيلًا ترجمہ نقلیں ہیں اگلوں کی جنکو اوس نے لکھ لیا ہے سو وہی لکھوائی
جاتی ہیں اوس پاس صبح وشام - أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ترجمہ
کیا ہم چھوڑدیں گے اپنے ٹھاکروں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے - أَفْتَرَىٰ
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ترجمہ کیا بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ یا اسکو
سودا ہے -

ان اعتراضوں میں سے کوئی اعتراض پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چسپاں ہی
نہ تھا اور چونکہ نری بے تکی بونگی بے جوڑ بکتے تھے - پیغمبر صاحب صلعم کو ایسے
بودے پھسپھسے اعتراضات سے اور تقویت پہنچتی تھی - پیغمبر صاحب صلعم کا حال
یہ تھا کہ دعوے نبوت سے پہلے یہانتک اُن کی صداقت مسلم تھی کہ امین آپ کا
لقب تھا - ایک بار آپ نے نفیر پکار کر سب کو جمع کیا اور کہا بھلا سنو تو اگر میں تم سے
کہوں کہ دشمن اِس پہاڑ کی آڑ میں گھات لگائے پڑے ہیں کہ موقع پاکر تم پر حملہ کریں تو تم
میرے کہے کو سچ مانو یا نہ مانو سب بولے ضرور - بھلا تم اور جھوٹ بھاکو گے - تب آپ
نے فرمایا إِنِّي نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ترجمہ میں تو ایک ڈرانے والا
ہوں تمکو ایک بڑی آفت کے آگے آنے سے - اسپر ابولہب بولا تَبًّا لَكَ أَلِهَٰذَا دَعَوْتَنَا

ترجمہ۔ تجکو خدا کی مار کیا اسی لئے تو نے ہمکو بلایا۔ اسی کے جواب سورہ تبّت یدا ابی لہب
نازل ہوئی۔ اسبات کے لئے تاریخی شہادت موجود ہے کہ سفر اور حضر میں اور خوشی اُٹھتے بیٹھتے
چلتے پھرتے ہر حالت میں آپ کو خدا کی یادگاری تھی اور ہر وقت عظمت الٰہی نصب العین
ہوئی سے ہوتی اور بیہودی سے بیہودی سمجھ بھی تجویز کر نہیں سکتی۔ کہ ایسا شخص جس نے
راست گوئی کا سکہ بٹھا کر امین کا خطاب حاصل کیا ہو سب باتوں میں تو سچ بولے اور ایک
بات میں جھوٹ بولے اور جھوٹ بھی بولے تو خدا پہ اور اُس کے ساتھ یہ بھی کہتا جاتے
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ
شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ
فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ
تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ
عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ
وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ
تَزْعُمُوْنَ ترجمہ اور اوس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجکو وحی آئی
اور اسکو وحی کچھ نہ آئے اور جو کہے میں اوتارتا ہوں برابر اوس کے جو اللہ نے اوتارا
اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے
ہیں کہ نکالو اپنی جان آج تمکو جزا ملیگی ذلت کی مار اسپر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹ باتیں
اور اسکی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے
بنائے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم دیکھتے
نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اون کا
تم میں ساجھا ہے۔ ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم
کرتے تھے۔

یہ اس غضب کی باتیں ہیں کہ ہماری زمانے میں کوئی نالائق سے نالائق بچے سے بچا آدمی

جسکو وہ آسنے پر جھوٹی گواہی دیتے ہیں مطلق باک نہ ہو اگر قسم دیتے وقت اسکو یہ باتیں
یاد دلائیں جائیں تو غالب ہے کہ تھرا اٹھے پس ایک نہایت راست گو راستبازِ
خدا جس شخص کی نسبت ایسا بیہودہ خیال کرنا پرلے درجے کی بے انصافی نہیں تو
کیا ہے۔ پھر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو کسی غرض۔ کسی مطلب سے سنی شیعوں کو کہنے دو
جو ان کا جی چاہے سچ تو یہ ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی جانشینی کرنے
کیلئے نامزد نہیں کیا اور کیا ہوتا تو خلافت کے بارے میں اختلاف ہی کیوں واقع ہوتے۔ جو شخص
عرب جیسے سخت لوگوں کے دلوں کو یہاں تک مسخر کرلے کہ بتوں کی پرستش۔ بھائی سے
بھائی۔ جورو سے خصم۔ باپ سے بیٹے۔ لوگوں سے آرام اور عیش اور وطن اور کینے
غصے سب کچھ چھڑوا دے کیا اسکو اتنی قدرت نہ تھی کہ اپنی جانشینی کو تسلیم کرا دیتا
مگر یوں کہو کہ پیغمبر صاحب کو اس سے کچھ مطلب ہی نہ تھا بعض اوقات خاص خاص لوگوں کے
ساتھ کسی وجہ سے خصوصیت کی سی باتیں کیں اب انکی تاویل جانشینی سے کرلو تو تمہاری
خوشی۔ حضرت پیغمبر صاحب صلعم بلکہ تمام خاندان نبوت نے جس زہد کے ساتھ زندگی بسر
کی سبکو معلوم ہے پس بالفرض محال پیغمبر صاحب نے نبوت کا غلط دعوے کیا ہوتا تو دنیاوی
جاہ و ثروت کی طمع سے۔ سو اسکا یہ حال کہ خود متمتع ہوتے اور نہ اپنے عزیزوں میں سے
کسی کو متمتع ہونے دیا اور نہ کسی جانشین کو نامزد کیا۔ حب جاہ کا کیا اچھا ثبوت
ہے۔ یہ ہے حقیقت تہمت دروغ گوئی کی جو نہ دھری جائے اور نہ اٹھائی
جائے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ کا تیر بتر تھا یا وہ بھی تکا اور تکا بھی الٹکل پچو
عرب میں جو فصیح و بلیغ تھے تمام ملک میں مشہور تھے ان کے قصائد میلوں اور موسم
حج اور بازاروں میں پڑھے اور دروازہ خانۂ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے اور اسی غرض
سے وہ لوگ قصیدے کہتے ہی تھے اور ان کی کیا تخصیص ہے کسی زمانے میں کبھی
کوئی فصیح بلیغ ایسا نہیں گذرا جسنے شہرت کی نہ صرف تمنا بلکہ اس کے حاصل کرنے کی
کوشش نہ کی ہو تو غرض یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کی سی عبارت کے کہنے پر قادر تھے

ضرور ہے کہ مشاہیر میں سے ہوں اور معلوم ہے کہ جتنے مشاہیر تھے کھلم کھلا مخالف اسلام
تھے - پیغمبر صاحب صلعم کی ہجویں کہتے اور لوگوں میں مشتہر اور منتشر کرتے - ان میں سے
کسی کو کیا پڑی تھی کہ در پردہ پیغمبر صاحب کی مدد کرتا اور یہی وجہ تھی کہ جب مشاہیر میں کسی
کی نسبت ایسا شبہہ ہو نہیں سکتا تھا تو معترضین غیر ملک والوں پر گمان کرتے تھے -
أَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ج ترجمہ ساتھ دیا ہے اوسکا اس میں اور لوگوں نے -
اسکا کیا معقول جواب خدا تعالی نے دیا لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا
لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ترجمہ جسپر تعریض کرتے ہیں اوس کی زبان ہے اوپری اور یہہ
زبان عربی ہے صاف - جسکا یہ مطلب ہے کہ غیر ملک والوں کی طرف ایسا شبہ کرنا
لغو صریح ہے -

کیونکہ غیر ملک والا کیسا ہی عربی زبان کا ماہر کیوں نہ ہو ممکن نہیں کہ قرآن کی سی عبارت
لکھ سکے - علاوہ بریں تھوڑی دیر کے لئے فرض کرو کہ پیغمبر صاحب کو قرآن کوئی دوسرا
ہی شخص سکھاتا ہی تو معترض کا کام ہے اس شخص کو نامزد کرے اور ہمکو سمجھائے کہ ایسے
کلام فصیح و بلیغ کا کریڈٹ خود اسی شخص نے کیوں نہ لیا اپنی آپ پیغمبری کا دعوی کیوں نہ کیا
اس سے بڑھکر تعجب کی بات اور کیا ہوگی کہ ایسے زمانے میں جب لونڈیاں باندیاں تک
شعر کہتی تھیں اور فصاحت بلاغت کو بڑا کمال سمجھا جاتا تھا اور اہل عرب اپنی زبان کی
عمدگی پر یہاں تک نازاں تھے کہ ماسوا عرب کو عجمی کہتے تھے جسکے معنی یہ ہیں کہ ادائے
مطلب اور گویائی پر قادر نہیں - لوگ قوت بیان سے اسقدر متاثر ہوتے ہوں کہ جب
شعرا چاہیں قبیلوں کو قبیلوں سے لڑا ماریں غرض فصاحت بجائے خود ایک پاور
(قوت) ہو ایسے وقت میں ایک شخص اُمی جس نے ساری عمر شعر کہنا کیسا شعر کو موزون
پڑھنا بھی نہ جانا ہو وہ پکار پکار کر تحدی کرے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا
شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا
ترجمہ تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ جنکو حاضر کرتے ہو الله کے سوائے اگر تم
سچے ہو - پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کر سکوگے -

فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللّٰهِ
ترجمہ تم لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی باندھکر اور پکارو جسکو پکار سکو اللہ کے سوا -
لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ
بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ترجمہ اگر جمع ہوویں آدمی اور جن اس پر
کہ لاویں ایسا قرآن - نہ لاویں گے ایسا قرآن اور پڑے مدد کریں ایک کی
ایک -

فصحاے عرب اپنا اور اپنے عزیزوں کا قید ہونا جلا وطن کیا جانا مارا جانا گوارا کریں
اور کسی سے اتنا نہ ہو سکے کہ ذرا بھر سی زبان ہلا کر متحدی سے بمقابلہ پیش
آئے - ع اینک بشہادت طلبم لوح و قلم را -
بخدا میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ جس کسی کو اتنی عربی آتی ہو جتنی کہ مجھکو اگرچہ جتنی آنی
چاہیے اسکا عشر عشیر بھی مجھکو نہیں آتا - بہرکیف مجھ جیسا کم استعداد آدمی بھی اتنا جان سکے
سکتا ہے کہ قرآن کی عبارت سے کسی آدمی کا کلام اور آدمیوں میں خود پیغمبر صاحب بھی
داخل ہیں لگا نہیں کھاتا - فصاحت بلاغت کے اکثر مسائل بھی منضبط ہیں مگر زیادہ تر
میں اسکو وجدانی خیال کرتا ہوں یعنی اگر کوئی خاص آیت لیکر مجھسے پوچھو کہ اس میں کیا فصاحت
ہے تو میں نہیں بیان کرسکونگا اور آیت تو آیت ہیں تو نہیں سمجھتا کہ کوئی اردو کے ایک
شعر یا ایک مصرعہ کی نسبت بھی ایسا دعوے کرسکے لیکن میں نے سینکڑوں دفعہ قرآن کو
اول سے آخر تک پڑھا ہے اور دوسروں کے کلام پر میری نظر بہت تو نہیں تو خیر ایسی
بہت کم بھی نہیں پس میرا اسکا استدلالی عقیدہ ہے کہ قرآن کلام بشر تو نہیں - اور دوسرے
بشر تو کس گنتی میں ہیں ان کا بھی کلام نہیں جن کی زبان سے نکلا یعنی پیغمبر صاحب - اور
ہمکو تجربہ صادق سے جنکی صداقت اور راستی اور دیانت کے سینکڑوں نہیں ہزاروں
شواہد موجود ہیں ہم سے کہا کہ میں قرآن اپنے دل سے بنا کر نہیں کہتا بلکہ مجھ سے خدا کہلواتا
ہے ہم نے یقین کرلیا اور میں نہیں جانتا کہ یقین کرنے میں اب کونسی حالت منتظرہ
باقی رہ گئی کہ قرآن بیشبہ خدا کا کلام ہے جتنے قسم کے معجزات پیغمبروں سے سرزد ہوئے

بعد الوقوع واقعات تاریخی ہوتے گئے یعنی مثلاً اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابرائے اکمہ و ابرص اور احیائے موتے کیا تو اب یہ واقعہ تاریخی ہے ہم نے تو اون کو بیماروں کو چنگا کرتے مردوں کو جلاتے دیکھا نہیں - ہمکو تحقیق کرنا پڑیگا کس نے دیکھا اور کس نے روایت کی اور روایت کہاں تک قابل تسلیم ہے - شہادت کا یہ حال ہے کہ لوگوں کی شہادتوں کی زمان اور مکان دونوں کے اعتبار سے ایک حد ہوتی ہے کیا تم خیال کرتے ہو کہ چین کی عملداری میں سچ بولنے والے نہیں تھے یا اب نہیں - تھے اور ہیں - لیکن چونکہ ہم اون سے واقف نہیں ان کے نام تک ہم سے صحیح طور پر بولے نہیں جاتے ہم اون کی شہادت کو جھٹلا تو نہیں سکتے مگر ہمارے دل کو پورا اطمینان بھی نہیں ہوتا - یہی حال ہے واقعات کا باعتبار زمانے کے - ہمارے ہندوستان ہی کی تاریخ میں بہت سے واقعات ایسے مرقوم ہیں جنکے مقابلے میں ۱۸۵۷ء کے غدر کی کچھ بھی وقعت اور حقیقت نہیں - لیکن ازبسکہ غدر جدید العہد ہے ایک واقعہ معلوم ہوتا ہے اور پرانے واقعات اس کے سامنے قصے کہانی - تو اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ انبیائے سابقین کے کل معجزات واقع تو ضرور ہوئے مگر ہماری نظر میں مرور زمانے کی وجہ سے افسانہ ہوگئے - یہ پیغمبر صاحب آخر الزمان کی خصوصیت تھی منجملہ دوسری خصوصیات کے کہ ان کو قرآن کا ایسا معجزہ ملا جو ابدالآباد تک ہر وقت اور ہر جگہ تازہ اور موثر ہے - مجکو حقیقت میں بڑی ہی ہنسی آتی ہے جب میں قرآن کی فصاحت میں بحث کرتے سنتا ہوں ایسے لوگوں کو جو عبارت عربی کے اعراب بھی درست نہیں پڑھ سکتے اور رونا آتا ہے اون پر جو مسلمان ہوکر کوئی تو کہتا ہے کہ قرآن کی ترتیب ٹھیک نہیں اور کوئی نماز سے الفاظ قرآن کے خارج کئے جانیکی کوشش کررہا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ جن چیزوں پر اسلام کو فخر ہے اُن کی لمبی فہرست کے سر پر قرآن ہے بالفاظہ و عبارتہ و ترتیبہ - خدا نہ کرے کہ مسلمان اس فخر سے محروم ہوں اور وہ زمانہ آئے کہ جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ لوگ الحمد اور الحمد میں اختلاف کریں گے [illegible] کے فارم قرآن کے نیچے کیا چھپنے ہیں گویا اسی وقت کے لئے مستقبل [illegible]

اب ہم کفار کے اِس اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کہا کرتے تھے اَئِنَّا لَتَارِکُوْا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ترجمہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے ٹھاکروں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے۔ اسمیں دو باتیں ہیں شاعر اور مجنوں اسمیں ذرا سا بھی شک نہیں کہ حضرت نے تمام عمر کبھی شعر نہیں کہا بلکہ شعر و شاعری دونوں کی باعلان تمام مذمت کی۔ اَلشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗنَ ۵ اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ ۵ وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ترجمہ شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں۔ تو نے نہیں دیکھا کہ وہ میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے ہرگز قرین قیاس نہیں کہ جو شخص کسی کام کی برائی بیان کرے خود اُسکا مرتکب ہو اور خود یقولون و ما لا یفعلون کا مصداق بنے۔ پیغمبر صاحب صلعم کو میرے اور اپنے اوپر قیاس مت کرو کہ دن بھر بکواس کرتے رہتے ہیں اور سوائے کراماً کاتبین کے ملکہ کراماً کاتبین میں سے بھی سوائے کاتب دست چپ کے اور کسیکو ہمارے بکواس کی پروا نہیں ہوتی پیغمبر صاحب صلعم کا تو حال یہ تھا کہ ایک لفظ منہ سے نکلا اور سینکڑوں ہزاروں دلوں میں لکھا گیا اگر شعر ہوتا تو لوگ اسکو یاد کر لیتے۔ حضرت کے بعض احادیث میں موجود ہیں مثلاً انا ابن عبدالمطلب۔ انا النبی لا کذب۔ لیکن شعر کہا ہی نہو تو کیونکر کوئی آپ شعر کہہ کر پیغمبر صاحب کی طرف منسوب کر دے اور وعید من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار ترجمہ جو شخص جان بوجھکر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم ٹھہرانے کا موسد بن جائے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ پیغمبر صاحب صلعم شعر کہہ نہیں سکتے تھے یا کہہ تو سکتے تھے مگر بُرا سمجھکر کہا نہیں ان دونوں میں شق صحیح یہی ہے کہ شعر کہنے سے عاجز تھے اور یہی عجز ان کی رسالت کی دلیل قوی ہے اصحاب تو استفادۃً اور محبت کی وجہ سے بھی ہر وقت پیغمبر کو گھیرے رہتے تھے۔ وا ب مجلس نبوی کے لحاظ سے ہر طرح کے مذکور رہا کرتے کبھی کسی کے منہ سے بیساختہ کوئی شعر بھی نکلجاتا کیونکہ شعر تو ان لوگوں کا گویا تکیہ کلام تھا۔ تو جناب پیغمبر صاحب اسطرحکے اشعار پسند فرماتے

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ
وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مُحَالَۃَ زَائِلٌ

اسکو مکرر پڑھنے کی فرمائش کرتے اور آپ خود بھی دوہراتے لیکن ازبسکہ طبیعت واقع ہوئی تھی ناموزون - پڑھنے میں وزن فوت ہوجاتا مثلاً اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ کی جگہ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاسِوَی اللّٰہِ بَاطِلٌ نکلجاتا تو حضرت ابوبکر پر اسکا عجیب اثر ہوتا تھا - عرض کرتے بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ

ترجمہ - اور سچ بھی تو ہے کہ جو شخص ایک مصرعہ تک تو موزون نہ پڑھ سکے شاعری کیا جانے اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ نہ شعر کہہ سکے نہ شعر موزون پڑھ سکے اور قرآن جیسے کلام فصیح و بلیغ سے متکلم ہو - اس حیرت کو اس کے سوا اور کوئی تاویل رفع کرہی نہیں سکتی کہ قرآن کو کلام خدا مانا جائے - اب ایک بات یہ ہے کہ جو شخص عربی نہ جانتا ہو اسکو کسطرح تسکین ہو - کہ قرآن کلام خدا ہے اسکا صرف یہی ایک جواب ہے کہ اُس کو چاہئے خود استعداد عربی پیدا کرے یا عربی دانوں کے کہنے پر یقین لائے جیسے ہم سنیں کہ فلاں حکیم کوری چشم کا حکمی علاج کرتا ہے اور کوئی شخص اسکو باور نہ کرتا ہو تو اس سے کہا جائیگا کہ بھائی اندھا بن کر آ اور امتحان کر یا دو بہرے اندھے جنکو حکیم نے بینا کیا ہے اون کا کہا مان اور نہیں مانتا تو جا اپنا سر کھا -

اعتراضات کفار میں سے اب ایک اعتراض اور رہ گیا - مجنون - اور جنہوں نے صرع کا مرض تجویز کیا وہ بھی ایک قسم کا جنون ہے اگرچہ مطلق نہیں خدا اور خدا کے رسول سے بہتر کسکا مقدور ہے کہ جواب دے سکے خدا نے پیغمبر صاحب صلعم کو یہ جواب تعلیم کیا - قُلْ اِنَّمَا اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا مَا بِصَاحِبِکُمْ مِّنْ جِنَّۃٍ ط ترجمہ تو کہہ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تمکو کہ اُٹھ کھڑے ہو اللہ کے کام پر دو دو ایک ایک پھر دھیان کرو اس تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں -

واقع میں عجیب طرحکی از خود رفتگی تھی کہ اس حالت از خود رفتگی میں ایسا کلام ... نہ ہوتا

تھا متین مہذب ۔ معقول ۔ مدلل ۔ جامع فصیح و بلیغ ۔ موثر جس نے ایک عالم کے ہوش درست کر دیئے ۔

ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک مرزا نے کسی جاٹ سے ہنسی کی کہ جاٹ بے جاٹ تیرے سر پہ کھاٹ ۔ جاٹ یہ کلام نشتلیٰ سنکر بہت بھنایا اور آپکو جواب سوجھا تو یہ کہ مغل بے مغل تیرے سر پر کولہو ۔ مرزا نے کہا بھئی تک سے تک نہ ملی ۔ تو جاٹ کیا کہتا ہے بلا سے بوجھ سے تو مرو گے ۔ بجنسہ یہی حال تھا کفار کے اعتراضات کا جناب پیغمبر صاحب کی نسبت ایذا دہی کے لئے جو جی میں آیا آئیں بائیں شائیں بک دیا اسوقت کے لوگ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جزو کل حالات سے آگاہ تھے بیہودہ اعتراضات سنکر انکی عقیدتیں زیادہ تر راسخ ہوتی جاتی تھیں ۔

اب ہمارے زمانے میں وہی پرانے دقیانوسی اعتراضات ہیں یا شاید کسی کا پیرایہ بدلا ہوا ہو مگر لوگوں کو پیغمبر صاحب صلعم کے حالات اسلام کی حقیقت اور ہسٹری سے پوری پوری آگہی نہیں ہوتی ہے بودا اعتراض سنا اور لڑکھڑا گئے مشکل یہ آکر پڑی ہے کہ نہ تو لوگوں کے مونہہ بند کئے جا سکتے ہیں کہ اعتراض نہ کریں اور نہ اعتراضات کے سننے سے تحرز ممکن ہے ہکو دنیاوی ضرورتیں دوسرے مذہب والوں کے ساتھ اختلاط رکھنے پر مجبور کرتی ہیں لوگ واقف نہیں کہ صحبت ناموافق دین پر کیسا برا اثر کرتی ہے کم سے کم اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ انسان میں جو ایک صفت تسلیم کی ہے اور جکا ہونا خصوصاً دین کے لئے ناگزیر ہے اگر زائل نہیں ہو جاتی تو ضعیف ہو جانے میں شک بھی نہیں ۔ دل ہر ایک بات کے لئے دلیل مانگنے لگتا ہے ۔ حضرت ابو بکر صدیق کی ایک حکایت منقول ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے اپنا معراج پر جانا بیان کیا تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے تصدیق کی کسی نے پوچھا کہ تمنے ایسے عجیب معاملے کو جلدی سے کیونکر باور کر لیا تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا اسواسطے کہ پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر کو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کا ایسا یقین تھا کہ ان کو دوسری دلیل کا انتظار نہیں ہوتا تھا ۔ حضرت علی فرماتے ہیں لَوْ کَانَ الدِّیْنُ بِالرَّأْیِ لَکَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلٰی بِالْمَسْحِ وَلٰکِنْ رَأَیْتُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمسح اعلاہ فامسح کذلک — ترجمہ
اگر دین رائے سے ہوتا تو موزے کے نیچے کی طرف مسح کرنا اولی تھا۔ لیکن میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اوپر کی طرف مسح کرتے تھے۔ پس اسیطرح
میں کرتا ہوں۔

عبد اللہ بن عمر صحابی کا ایک بیٹا تھا بلال۔ عبد اللہ نے اسکے روبرو مذکور کیا کہ
پیغمبر صاحب صلعم فرماتے تھے لاتمنعوا نساءکم حظوظھن من المساجد۔ ترجمہ
اپنی عورتوں کے حصوں کو مسجدوں سے نہ روکو یعنی ان کو مسجدوں میں آنے کے ثواب سے
نہ روکو۔ اسپر بلال بول اٹھا واللہ لنمنعھن خدا کی قسم اون کو روکیں گے۔ ابھی
بلال پوری بات بھی نہ کہنے پایا تھا کہ عبد اللہ نے اسکو بڑی موٹی سی گالی دیکر کہا کہ
میں قول رسول نقل کرتا ہوں اور تو اسکے خلاف کہتا ہے جا میں نے تجکو فرزندی سے عاق
کیا پھر ساری عمر اس سے بات تک نہ کی۔

ایک حدیث ایسی بھی نظر سے گذری کہ کوئی صحابی اگلے وقتوں کی سنی سنائی ایک
حکایت پیغمبر صاحب صلعم کے روبرو بیان کر رہے تھے اس میں کہیں مذکور آگیا کہ بیل
بولا حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ بھلا کہیں بیل بھی بولتے ہیں۔ یہ سن کر
پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا کہ تجکو بیل کا بولنا عجیب معلوم ہوتا ہے مگر میں خدا اور اسکی
قدرت پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر بھی۔ غیر سکون نفس کے یہ تو بڑے اعلے مدارج ہیں۔
ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتے۔ مگر آدمی کو ایسا فکی بھی نہیں ہونا چاہئے کہ عقل کے
بدون ٹکڑا ہی نہ توڑے۔ دنیا اور دین دونوں میں عجیب طور کا نازک تعلق ہے

دنیا خواہی و دین ہے طلبی — ایں ناز بخانۂ پدر باید کرد
ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں — ایں خیال است و محال است و جنوں

یہ اور اسطرح کے اور بہت سے مقولات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا اور دین
ضد یکدگر ہیں والضدان لا یجتمعان ترجمہ ضدین جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن اگر دنیا
اور دین ضد یکدگر ہوں تو ہمکو دنیا میں پیدا کرنا اور پھر کہنا کہ دیندار بنکر رہو طلب محال ہوا

با بعبارت دیگر ظلم اور خدا ظلم سے پاک ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ ترجمہ - اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا پر لوگ اپنا آپ بُرا کرتے ہیں ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمے گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

لیکن جن مقولات سے دنیا اور دین کا ضد یکدگر ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ بھی بڑے دینداروں کے مقولے ہیں پس کوئی وجہ تفریق پیدا کرلی ہوگی وہ یہ ہے کہ حقیقت میں دنیا کو خادم دین بنا کر رکھنا ہے یعنی چاہیے کہ مقصود اصلی دین ہو اور دنیا اُسکی تابع جیسے سودے کے ساتھ روکن مثلاً غنی کہ اگر کوئی شخص مال چاہتا ہے تن آسانی کے لئے غرور و حشمت کے لئے تو ایسا مال حق کا جنجال ہے اور عاقبت کا وبال اور اگر کوئی مال کا خواستگار ہے اس غرض سے کہ بوجہ مشروع خود بھی اس سے متمتع ہو اور دوسروں کو بھی اُس سے فائدہ پہنچائے تو ایسے ہی مال کے حق میں مولانا روم فرماتے ہیں ؎

مال را کز بہر دین باشی حمول
نعم مالٌ صالحٌ گفتش رسول

غرض مدار کار نیت پر ہے اور نیت کا فاعل مختار ہے بندہ - مگر دنیا کے موجبات ترغیب اسکو دین کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے ورنہ دنیا اور ما فیہا سب دین ہے اگر نیت درست ہو - تو جن لوگوں نے انسان کے ضعف پر نظر کی اُنہوں نے مشکل کو محال سمجھکر حکم لگا دیا کہ دنیا اور دین ضد یکدگر ہیں - دنیا کو چاہو عموماً دشمن دین ٹھہراؤ مگر دنیا اگر دین کی دشمن ہے بھی تو ایسی دشمن کہ بدون دنیا کی مدد کے نہ دین کی رونق ہوسکتی ہے نہ ترقی نہ وقعت ؎

دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو	اعلاے شان قادر مطلق کہاں سے ہو
ایثار و بذل وجود و تحقق کہاں سے ہو	مصدر ہی جب نہیں ہے تو مشتق کہاں سے ہو
دنیا کو جب کسی نے عموماً بُرا کہا	میں اُسکے مُنہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا

ہندوستان میں اسلام کے سوا سے جتنے دین ہیں سب میں اگر کچھ لحاظ کے قابل ہے تو عیسائیت ہے کچھ آج سے نہیں بلکہ شروع سے اسلام نے عیسائیوں کا اہل کتاب ہونا تسلیم کیا اور جو باتیں اون میں قابل مدح تھیں اون کی داد دی۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاۗءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ **ترجمہ** تو پاویگا سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں مسلمانوں سے یہود کو اور شریک کرنیوالوں کو۔ اور تو پاویگا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اسواسطے کہ اون میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب سنیں جو اترا رسول پر تو دیکھے انکی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اسپر جو پہچانی بات حق۔ کہتے ہیں اے رب ہمنے یقین کیا سو تو لکھ ہمکو ماننے والوں کے ساتھ۔ اور ہمکو کیا ہوا کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور جو پہنچا ہم پاس حق اور ہمکو توقع ہے کہ داخل کرے ہمکو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے۔ پھر انکو بدلا دیا اون کے رب نے اوس کہنے پر باغ۔ تلے اون کے بہتی نہریں۔ رہا کریں اُنمیں اور یہ ہے بدلا نیکی کرنیوالوں کا۔

اسلام نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کو یہود کے نالائق حملوں سے بچایا اب انہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔ احسان فراموش کہ ہاتھ دھوکر اسلام کے پیچھے پڑی ہے۔ انہی کی سنی سنائی دوسرے لوگ بھی دھرا دیتے ہیں جن کے پاس گھر کی جمع پونجی خاک پتھر نہیں۔ ہمکو عیسائیوں کے مقابلے میں چند در چند مشکلیں واقع ہیں سب سے

بڑی مشکل تو یہ ہے کہ عیسائی ہمارے پیغمبر صاحب صلعم کو جو اون کا جی چاہتے کہیں ہم جناب مسیح علیہ السلام یا اون کی والدہ یا انجیل کی مذمت کا کوئی کلمہ منہ سے نکالیں سیدھی جہنم میں چلے جائیں۔ ہاں بکٹوں کے ڈر سے اپنی ناک کٹا سکے اور تھوڑی دیر کے لئے یہودی بن جائیے تب کہیں جا کر عیسائیوں سے برسر آئیے۔ دوسری مشکل جو ہمکو عیسائیوں کے مقابلہ میں اسوقت درپیش ہے یہ ہے کہ زمانہ اسوقت عیسائیوں کا ساعد ہے۔ لیاقت دولت حکومت یعنی دُنیا بحذافیرھا خدانے اون لوگوں کو دے رکھی ہے ؎

ہر کرا پنج روز نوبت اوست

تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ۔ ترجمہ ان دنوں کو ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔

یہ ایک بڑی دلیل اون کے فتور میں ہے ہر شخص جان نہیں سکتا کہ دُنیا سے دین کو کہاں تک تائید پہنچتی ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ ترجمہ۔ لوگ اپنے بادشاہ کے طریق پہ ہوتے ہیں۔ لوگ منہ سے نہیں کہتے اور کہہ نہیں سکتے مگر انسان کا دل ہی خدانے ایسا بنایا ہے کہ جسکو اپنے سے برتر اور بہتر حالت میں دیکھتا ہے اسکی ساری اداؤں کو پسند کرنے لگتا ہے یہ سچ ہے کہ انگریز مذہب میں حکومت سے کسی طرحکا فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتے۔ لیکن سب چاہیے جو ایک مطلب حاصل ہو تو چاہنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسے ایک کاشتکار کا کھیت نہر کے کنارے نشیب میں واقع ہے وہ اگر نہر سے پانی نہ بھی لے تاہم نہر اوسکو فائدہ پہنچا رہی ہے اور شاید اسی اصول کے مطابق ایک فاصلۂ خاص تک اون لوگوں کو پانی کا محصول دینا پڑتا ہے جن کی زمین اطراف نہر میں واقع ہے پانی لیں یا نہ لیں لیکن یہ ساری خارجی تو تیں ایک طرف اور نفس مذہب کا ضعف داخلی ایک طرف مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ ج اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَاِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ ۘ۔ ترجمہ کہاوت اون لوگوں کی جنہوں نے اللہ کو چھوڑکر اوروں کو حمایتی بنایا مکڑی کی کہاوت جیسی ہے کہ بنا لیا اوس نے ایک گھر اور سب

سلہ تمام پہلوؤں سے ۱۲

گھروالوں میں بوداسوکڑی کا گھر۔ کسی مذہب کا پابند ہوکر اسلام پر اعتراض کر بیٹھنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ جو شخص شیشے کا گھر رکھتا ہو اسکو دوسرے گھروں پر ڈھیلے پھینکنے کیا مناسب ہیں ؂

کلوخ انداز را پاداش سنگ است

اگر کسی نے پتھر کھینچ مارا تو سارا ڈھونڈا چکنا چور ہوکر رہ جائیگا مگر یوں کہو کہ جن پر ڈھیلے پھینکے جاتے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ ڈھیلے پھینکنے والے کا گھر کانچ کا ہے جب گھر پر ڈھیلا آتا ہے جواب دینے کے لئے پتھر ہاتھ نہیں آتا احمقوں کو تدبیر بھی سوجھتی ہے تو یہ کہ چلو بھائی گھر چھوڑ چھاڑ کلوخ اندازوں کے محلے میں چل بسیں۔ میں نہیں کھڑا ہوا ہوں مقام ہذا اس غرض سے کہ اسلام پر جو جو اعتراض لوگ کرتے آئے اور کرتے ہیں انکے سب جواب دوں۔ یہ کام نہ ایک دن کا ہے نہ ایک ہفتہ کا نہ ایک مہینے کا نہ ایک برس کا بلکہ برسوں کا۔ اور اس کے لئے ایک علم جداگانہ مدون ہے علم کلام۔ اور میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں اس علم سے کسی قدر بدعقیدہ بھی ہوں کسی ایک مذہب کا نشان دو جس کو مباحثہ ومناظرہ نے معدوم کر دیا ہو۔ اگر ساری عمر ڈھونڈا کرو ایسا مذہب نہیں پاؤ گے جب بت پرستی جیسی چیز کسی کے کئے معدوم نہ ہوسکی تو کسی مذہب کے درپے ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ لوگوں کو تبدیل مذہب کرتے ہوئے سنکر میرے دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ جیسے سنون کسی شخص نے فرض کرو چند لوٹے پانی مثلاً دریائے راوی سے لیکر چناب میں ڈالدیا اس سے نہ راوی پایاب ہوگیا اور نہ چناب میں کچھ غیر معمولی طغیانی آگئی۔ بات یہ ہے کہ مذہب فی نفسہٖ چیز ہی ایسی ہے جس میں حُسن مجھوتی کو بہت بڑا دخل ہے اور اختلاف رائے کا حال یہ ہے کہ ایک چیز کو ایک شخص نہایت سچے دل سے اچھا سمجھتا ہے۔ اور دوسرا اُسی چیز کو اسی طرح نہایت سچے دل سے بُرا سعدی نے اس مطلب کو کیسی اچھی طرح ادا کیا ہے ؂

یکے جہود ومسلمان مناظرہ کردند بخندہ گفت بتوریت مے خورم سوگند	چنانکہ خندہ گرفت از نزاع ایشانم وگر دروغ بود ہمچو تو مسلمانم

بطیرہ گفت مسلمان کہ اگر مقالت من ۔۔۔ ہیچ نیست خدا یا جہود ترسانم
نگر از بسیط زمیں عقل منعدم گردد ۔۔۔ بجز و گماں نبرد ہیچکس کہ نادانم

میں اس اختلاف راے کو بھی آیات اللہ میں سے خیال کرتا ہوں جیسے وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ترجمہ تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا بھی اللہ کے آیات میں سے ہے ۔ اور جب اختلاف راے آیت اللہ ٹھیرا تو اسکے مٹنے کا کبھی خیال بھی نہ کرنا ۔ چنانچہ خداے تعالے خود فرماتا ہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ترجمہ اگر چاہتا اللہ لوگوں کو ایک طریق (دین) پر بناتا (لیکن ایسا نہیں بنایا) وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے ۔ مگر جن پر تیرا رب رحم کرے لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ صاف بتا رہا ہے کہ اختلاف مذاہب خلق انسان کی علت غائی ہے اور منظور یہ ہے کہ لوگ اختلاف کریں اور خدا کو ان لوگوں پر رحمت نازل کرنے کا موقع ملے جو صراط مستقیم سے متزلزل نہ ہوں ۔ اگر عقل کو اسکی حد سے متجاوز نہ ہونے دو اور اسکو وہیں تک مذہب میں دخل دو جہاں تک اسکی رسائی ہے تو تم خدا کے بندے ہو ۔ یقین کر کے اتنا کہ جملہ مذاہب میں اسلام سب سے زیادہ محفوظ ہے ۔ بے شک اسلام میں لوگوں کی غلط فہمی یا افراط و تفریط یا تعصب کی وجہ سے بعض اوپری باتیں بھی داخل ہو گئی ہیں اور کوئی مذہب ایسے تصرفات سے بچا ہوا نہیں اور بہت سی باتیں ظاہر میں تو خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں ۔ مگر فی الحقیقت ان میں منافی عقل نہیں ۔ لیکن تاہم اسلام کے اصول ایسے محدود اور معقول اور سلیس ہیں کہ کوئی دوسرا مذہب اون سے ٹکا نہیں کھاتا ۔ دین کی ساری عمارت اس ایک ستون پر کھڑی ہے کہ خدا ایک ہے ۔ جہاں کہیں اس ستون کو ڈگمگایا ہوا پاؤ پس سمجھ لو کہ تمام عمارت بے بنیاد ہے عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ترجمہ ڈھنے والی کھائی کے کنارے پر پھر اسی کو لیکر گر پڑا دوزخ کی آگ میں یہی ستون لڑکھڑا اٹھا تھا ۔ مشرک تو مشرک جنکو موحد ہونے کا دعوے تھا جیسے یہود و نصاری انہوں نے بھی توحید کی مٹی پلید کر رکھی تھی ۔ اسی ستون کو محکم اور مضبوط اور استوار

اور پایدار کرنے کے لئے پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہوئے خدا اور بندے میں باپ بیٹے
کا رشتہ بھان متی کا تماشا ایک تین اور تین ایک جو ازروے اصول ہندسہ بداہۃً باطل
وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم
بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ
اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ترجمہ
اور یہود نے کہا عزیر بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتیں کہتے ہیں اپنے
منہ سے ریس کرنے لگے اگلے منکروں کی بات کی مار ڈالے ان کو اللہ کہاں سے پھیرے
جاتے ہیں ٹھہراتے ہیں اپنے عالم اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے
بیٹے کو اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک
ہے ان کے شریک بنانے سے ۔

چونکہ خدا ازلی ابدی ہے اس کا دین مقبول بھی ازلی ابدی ہونا چاہیئے اسلام نے یہ دعوی
نہیں کیا کہ وہ نئی چیز لے کر آیا ۔ اور اگر ایسا دعوے کرتا تو وہ دعوی ہی اسکی تکذیب کرتا
ہم مسلمان جن ادیان کا منزل من اللہ ہونا مانتے ہیں اون میں فرق اگر ہے تو جزئیات
اور فروع کا نہ کلیات اور اصول کا یعنے کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے کہا کہ
اسلام کوئی نئی چیز نہیں لایا اور کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے جابجا قرآن نے پیغمبر
صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ترجمہ
سچا کرنے والا جو اس کے آگے ہے ۔ لیکن اگر اہل کتاب ہم سے اصول ہی میں اختلاف کریں
جیسا کہ کر رہے ہیں تو اسلام ہرگز اون کا مصدق نہیں ۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ گذشتہ
پیغمبر خدا نے جتنے بھیجے سب بلا خلاف و بلا استثناء توحید کی تعلیم کرتے آئے یہ پیغمبروں کا
نہیں بلکہ اون کی امتوں کا قصور ہے کہ توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں ۔ دین میں جو عقلی
باتیں ہیں ان میں سب سے پہلے اور سب کا مدار علیہ توحید ہے جب تثلیث کہ وہ بھی شرک ہے
خلاف عقل زبردستی ہمارے دل میں اتاری تو اس کے صاف یہ معنی ہونگے کہ عقل کو دین

میں دخل نہیں پھر آدمی مکلف کیونکر ٹھیر سکتا ہے۔ حقیقت میں ہمکو سخت حیرت ہوتی ہو
کہ معتقد تثلیث ہوکر عیسائیوں کو دوسرے مذاہب پر اگرچہ شرک و بت پرستی ہی کیوں نہ ہو
اعتراض کرنیکی کیونکر جرأت ہوتی ہے۔ میں دیر سے چاہتا ہوں کہ انکو تمام کروں مگر لوگوں
کی کوئی نہ کوئی چلی کٹی بات یاد آجاتی ہے اور آپ جانتے ہیں یاد آئے پیچھے چپ رہنا مشکل۔
کہتے ہیں پیغمبر کے آنے کی ضرورت دکھاؤ کیونکہ جھوٹ بولنا برا ہے اور سچ بولنا اچھا ہے
برا اور اس طرح کی اور اساطیر الاولین ابا عن جد ترجمہ پہلوں کی کہانیاں۔ بزرگوں سے
سنتے چلے آتے ہیں۔ پھر یہ دکھاؤ کہ ایسی ضرورتیں آگے کے لئے بند ہوگئیں کیونکہ
مسلمان اپنے پیغمبر صاحب کو نہ صرف پیغمبر مانتے ہیں بلکہ ختم المرسلین بھی۔ حالانکہ بجنسہ
وہی یا ویسے اعتراض خود قرآن میں منقول ہیں۔ مثلاً اسوقت کے لوگ اعتراض کرتے
تھے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى
نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ترجمہ کیوں نہیں اوتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر
ان دو بستیوں کے ہم نہ مانیں گے جب تک ہمکو نہ ملے جیسا کہ کچھ پاتے ہیں اللہ
کے رسول۔

ان کے جواب میں خداے تعالےٰ فرماتا ہے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ
حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ترجمہ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی مہر۔ اللہ بہتر جانتا ہے
جہاں بھیجے اپنے پیغام۔

اسطرح کے خدشات کا پیدا کرنا گویا خدا کو خدائی سکھانا ہے اور اگر ایسے خدشات کا دروازہ
کھولدیا جاوے تو بیچارے دین کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ہے دنیا دی امور میں خدا
کو بہت سی صلاحیں بتائی جاسکتی ہیں مثلاً ہم تو معتقد ہیں کہ انسان کی خلقت احسن تقویم کے
طور پر واقع ہوئی ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ترجمہ ہمنے بنایا آدمی خوب سے
خوب اندازے پر بلکہ انسان پر کیا موقوف ہے اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ترجمہ جو چیز بنائی
اچھی بنائی۔ اگر کوئی بد دین کہنا چاہے تو کون اسکا منہ بند کریگا کہ اگر مکھی کیطرح ایک لاکھ آنکھیں
انسان کی ہوتیں تو کیا قباحت تھی یا لاکھ نہ سہی کم سے کم گدھی میں دو آنکھیں تو لگا دی ہوتیں کہ

گردن پھیر کر دیکھنے کی زحمت سے بچنا۔ اس قسم کی باتیں ہیں جن کے خطرے سے آگاہ کرنے
کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں۔ ایسی باتوں سے دین کا استخفاف اور اس کے ساتھ استہزا لازم
آتا ہے اور ایسے خیالات کے منجر بکفر ہونیکا خوف ہے پورا پورا علم تو خدا کو ہے۔ لیکن جہاں تک
ہماری عقل ناقص کام کرتی ہے اسلام سے دین و مذہب کو بہت ہی بڑے فائدے پہنچے ہیں۔
خداشناسی خداپرستی کسنے سکھلائی۔ اسلام نے۔ توحید کو کسنے پاک اور صاف کیا اسلام نے
انسان کو شرک اور بت پرستی کی ذلت سے کسنے نکالا اسلام نے۔ انسان کو اشرف المخلوقات
تو خدا نے بنایا مگر کسنے اسکو ایسا برتاؤ سکھایا جو اشرف المخلوقات کے لئے شایان تھا اسلام نے
تمکو یہود اور عیسائیوں کی دینی مشکلات معلوم نہیں مثلاً انکے احکام عشرہ پڑھو تو سمجھو کہ وہ احکام
ناممکن التعمیل ہونیکی وجہ سے احکام کتابی ہیں ان سختیوں سے انسان کو کسنے نجات دی اسلام نے
يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَ
يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ترجمہ بتاتا ہے انکو نیک کام اور منع کرتا
ہے برے سے اور حلال کرتا ہے ان کے واسطے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر
ناپاک اور اتارتا ہے ان سے بوجھ ان کے اور پھانسیاں جو ان پر تھیں۔ انسان کو یہ آسان تدبیر
کسنے بتائی کہ وہ آپ اپنا گناہ معاف کرلے سکتا ہے۔ اسلام نے۔

یہاں تو مسلمان بھی کان کھڑے کریں گے کہ اپنا گناہ آپ معاف کرلینا کیا معنی سو سمجھا ان لفظوں کا
ایر پھیر ہے خدا فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ
اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ترجمہ اے بندے میرے
جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے بے شک بخشتا ہے اللہ سب
گناہ وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنیوالا۔ یہاں ذرا تعمیم پر نظر کرو جملہ اسمیہ مصدرہ بہ
إِنَّ الذُّنُوبَ میں الف لام استغراق کا اسپر جمیعاً کی تاکید اسپر دوسری تاکید إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ
دوسری جگہ فرمایا وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ ترجمہ
اور وہی ہے جو توبہ کو قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے۔ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ
لَكُمْ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا

دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ترجمہ مجکو پکارو میں تمکو جواب دونگا اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجکو تو میں نزدیک پہونچتا ہوں پکارنے کی پکار کو جبوقت مجکو پکارتا ہے تو چاہئے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لادیں مجھ پر شاید نیک راہ پر آدیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ترجمہ اللہ وعدے کا خلاف نہیں کرتا -

ان سب آیتوں کے ملانے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ توبہ کو خدا قبول کرتا ہی اور توبہ فعل ہے بندے کا اختیاری - اب پھر مطلب کا وہی سلسلہ اختیار کرو بہشت و دوزخ کے حالات کتنے ایسے شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے کہ گویا دونوں کو بچشم سر دکھادیا اسلام نے - ورنہ جیسا ثوں میں تو بہشت کے واسطے صرف ایک ہی لفظ تھا خدا کی بادشاہت - اس لفظ کے معنے اب بھی اچھی طرح میرے سمجھ میں نہیں آتے - دنیا میں بھی خدا ہی کی بادشاہت ہے - یہاں بھی اعتراض کرنے والے نہیں چوکتے - بڑے لفظوں میں کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بہشت سے خدا کی تقدس کو بٹا لگتا ہے - کتنے مسلمان اس اعتراض کو سنکر بدعقیدت ہوگئے لیکن میں کہتا ہوں کہ بشر پریں نیست بہشت میں دنیا کے سے مزے ہونگے سو دنیا ہی کے پیدا کرنے سے خدا کی تقدس میں کونسا بٹا لگ گیا کہ بہشت کی وجہ سے لگ جائیگا یہ پھر وہی خدا کو خدائی تعلیم کرنے کی بات آئی یعنے خدا نے توالد تناسل کا جو قاعدہ ٹھہرا رکھا ہے اور جس سے ہر شخص ننگ کرتا ہے اگرچہ علے وجہ الحلال ہی کیوں نہ ہو قابل تبدیل ہے - قرآن جیسی کتاب فصیح و بلیغ مواعظ و حکم سے بھری ہوئی دنیا کی اصلاح کی ضامن دین کی فلاح کی متکفل موثر دلوں کو مسخر طبیعتوں کو گداز کرنیوالی - تسکین بخشنے والی - امراض روحانی سے شفا دینے والی اہل دنیا کو کتنے عنایت کی اسلام نے - معاشرت اور تمدن کے عمدہ ضابطے کتنے ٹھہرائے اسلام نے - مسلمانوں کے مسئلہ طلاق پر تو اعتراض کیا جاتا ہے اور بدون اسکے کاربراری ہو نہیں سکتی تو سول میرج کے نام سے اس کے لئے مقدمے لڑائے جاتے ہیں - حق شفعہ اسلام سے پیدا ہوا - اب کوئی قوم نہیں جسنے اسکو اختیار نکر لیا ہو - بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی شرع میں احکام ظاہر پر بڑا زور تھا حضرت عیسیٰ نے

ے قطع نظر کی باطن پر توجہ کی یہ خاصہ شرع محمدی ہی کا ہے کہ اس نے ظ[illegible]
ں کی درستی کا بیڑا اٹھایا اور موسوی اور عیسوی شریعتوں سے ان نقصان کو [illegible]
ہ ظاہر و باطن ہے کہ مجموعے پر انسان کی ہستی کا قائمہ ہے - پس شرع محمدی آ[illegible]
آخری شریعت اور جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم خاتم المرسلین ہوئے
نی ختم رسالت کے ۔

اے بھائیو! میں تمکو وصیت کرتا ہوں جو کہ حضرت ابراہیم نے اور [illegible]
ر حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو کی تھی ۔

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ

ہ ۔ اللہ نے چن لیا تمہارے واسطے دین کو پس تم نہ مرنا مگر مسلمان

مجموعہ لکچروں کا ختم ہوا

یکم نومبر ۱۸۹۰ع

احمد شاہ